تاریخ اسلام میں
عایشه کا کردار

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تاریخ اسلام میں عایشہ کا کردار دوران معاویہ

مو لف : سید مرتضی عسکری

مترجم : سید کرار حسین رضوی گوپالپوري

گفتار مترجم

اسلامی متن کو جاننے کے لئے تاریخ اسلام کی شناخت اور مشہور و موثر شخصیتوں کی شناخت بہت ضروری ہے یہاں تک کہ جرات کے ساتھ یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ اسلام کی گہرائي اوردقّت سے واقفیت حاصل کئے بغیراس کے ائین، حقائق اور واقعات کو سمجھا نہیں جاسکتا، کیوں کہ ایک طرف تو بزرگ شخصیتوں کی پہچان اور ان کے مثبت اسلامی افکارواعمال خود دینی متن کاایک حصّہ ہیں جسے سنّت کے نام سے جاناجاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اس کے زبان و مکان، اداب و رسوم اور اخلاق کو سمجھے بغیر اس کی واقفیت ممکن نہیں ہے اوردوسری طرف منفی شخصیتوں کو پہچاننا بھی صحیح اسلام کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کیوں کہ اس طرح اسلامی جنگ وجہاد کی نوعیت اور انکے رہبروں کے اقدامات کوسیاہ کار افرادہی کے اقدامات سمجھنے سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اس بنیاد پر توجہ کرتے ہوئے ایک قیمتی تاریخ صحیح کی ہمیں تلاش کرنی چاہیئے،تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ حقائق تاریخی حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی واقفیت کے حصول میں کس قدر مددگار ہے، اور کس حدتک ہم طلوع اسلام کے بعدصدیاں بیتنے کے باوجودہم صحیح اسلام کو حاصل کر سکتے ہیں اور اس چشمہ صافی سے نزدیک ہو سکتے ہیں۔

ہم ایندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ اسلام میں تاریخ و حدیث کو کس طرح خواہش پرستی کانشانہ بنایا گیااور جھوٹ و تحریف کس حدتک اسمیں جگہ پاگئي ہے، احادیث و تواریخ کی کتابوں پران عیاروں نے حکومت اموی کے اشاروں سے، خاص طور سے معاویہ کے اشارے پر کس حدتک تقویت دی گئي اسلام کی زندگی پر ہر دن ایک تازہ جھوٹ اور بناوٹ کاپلندہ بڑھادیا جاتا تھا دین خدا کا درخشاں سورج اہستہ اہستہ ان تمام جھوٹ اور جعل کے دھند میں دفن ہو گیا،یہیں ہمیں ائمہ اہلبیت کی جانبازی وثبات کوافرین کہنا پڑتا ہے کہ ان بزرگواروں اور پاکباز شیعوں نے سچے اسلام کی حمایت کے لئے اقدام کیااور اپنے خون سے جھاد کی ایک ایسی فضا تیار کی کہ ان جھوٹے اور جعل سازوں کی ہمت پست ہو گئي۔

دوسری طرف جاہلیت کے محافظوں، اموی وعباسی خلفاء کی یہ کوشش جاری رہی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں جو جھوٹ گڑھ دئے گئے ہیں ان کی حفاظت کی جائے اور جہاں تک ہو وسیع بنیادوں پر انکی اشاعت کی جائے

کیونکہ انکے خلافت کی بنیاد اسی جھوٹ پر استوار تھی ، حق باطل کی یہ محاذارائی گروہ خدا اور گروہ شیاطین کے درمیان ہمیشہ جاری رہے گی اس سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے۔

ہمارے عہد میں ایک دوررس محقق اپنی شاندار ذہانت سے اس سچ اور جھوٹ کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کیلئے عظیم اقدام کیا ہے اور سیکڑوں جھوٹ اور تحریف کو میدان تاریخ اسلام سے الگ کیا ہے علامہ مرتضی عسکری نے تاریخ وحدیث کے متون کو چالیس سال تک اپنی سخت کاوش سے حقائق کی رونمائی کی ہے جو دراسات فی الحدیث والتاریخ کے نام سے سلسلہ وار شایع ہو چکی ہے رات ودن کی محنتوں۔ دقت نظر اور فکر صحیح کے ذریعہ تاریخ اسلام کے بے شمار مسائل اور واقعات کو جعلیات کے اندھیروں سے نکال کر حقائق کے متلاشی حضرات کے حوالہ کیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صحیح تاریخ اسلام اور اسکی عظیم رکاوٹوں کا سب سے پہلا متن مشہور تاریخ طبری ہے یہ تاریخ نگاروں کا پیشوا ہے بغیر اس کا مطالعہ کئے اور اس پر تحقیقی نظر ڈالے اسے مستند نہیں قرار دیا جا سکتا اسی طرح صحیح بخاری صحیح مسلم اور ابن اثیر وغیرہ پر بھی ہوش مندی کے ساتھ تحقیقی نگاہ ڈالنا ضروری ہےچنانچہ ازاد اور مشہور مصری دانشور، محمود ابو ریہ فرماتے ہیں کہ:

جس شخص کو بھی ارزو ہے کہ تاریخ اسلام کے حقائق کو اوائل سے بیعت یزید کے زمانہ تک اچھی طرح سمجھے اس پر لازم ہے کہ وہ دو قیمتی تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کرے ایک تو عبداللہ بن سبا اور دوسرے احادیث ام المومنین عائشہ۔

***

مولف کتاب علامہ سید مرتضی عسکری ایرانی نادر دانشور ہیں انکے اباء و اجداد صدیوں تک ساوہ اور سبزوار میں علمی اور تبلیغی مرجعیت سے سرفراز تھے اپ کی ولادت سامرہ شہر میں ہوئی اور علمی گھرانے میں پرورش پائی ان کے بڑے ابا ایۃاللہ مرزا محمد سامرائی نے انکی تربیت میں بہت ہاتھ بٹایا اپ اس شہر کے بزرگ اور پرہیزگار عالم تھے علامہ عسکری نے ابتدائی دینی تعلیم (اور ثانوی حد تک) سامرہ میں حاصل کی اس کے بعد اپ نے قم کا سفر کیا اوریہاں پانچ سال تک حوزہ علمیہ میں تکمیل علم کے مراحل طے کئے اس کے بعد اپ عراق اپنے بزرگ ومقدس اجداد کی پابوسی کے لئے چلے آئے اپ کے تحصیلات علمی کا اخری دورہ عراق کے مذہبی شہروں میں ہوا اس کے بعد اپ تھوڑی دیر بھی ارام و سکون سے نہ بیٹھے اور ان آیام میں بھی اپنی زندگی کو علمی تحقیقات اور تبلیغی ومعاشرتی فعالیت

میں صرف کیا پندرہ شیعی ادارے قائم کئے ان میں ثانوی مدارس کالج اسپتال اور امور خیر کے صندوق شہر بغداد میں قائم کئے۔

علامہ عسکری کے علمی کارناموں کی چند خصوصیتیں ہیں ان صفحات میں ان کے علمی نگارش کا کچھ تذکرہ کیا جاتاہے تاکہ اس کتاب کے سمجھنے میں معاون ہو۔

اپ کی تمام کتابوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ تعصب اور جانبداری سے قطعی پاک ہوتی ہے،چنانچہ ہم اسی کتاب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے اپ نے صرف حق وحقائق کی پاسداری کے لئے شخصیت کے کمزور پہلوؤں سے بحث کی ہے اور ام المومنین کے امتیازات کی تشریح کے لئے بے شمار صفحات لکھ ڈالے ہیں۔

دوسری خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ اپ نے متقدمین کے مصادر و متون کی طرف رجوع کیا ہے ،یہاں تک کہ اپ نے اپنے ابتدائی مباحث میں پانچویں صدی بعد کی کسی کتاب پر بھروسہ نہیں کیا ہے اور ضمنی حیثیت سے اپ نے کوشش کی ہے کہ انھیں متقدمین کے متون کی طرف متوجہ کیا جائے تاکہ تمام امت کے افراد پوری طرح مان لیں جیسا کہ عصر حاضر کے بعض دانشور حضرات نے کچھ تاریخی کتابوں میں تشکیک پیدا کی ہے علامہ نے اپنی کتاب عبداللہ بن سبا میں صرف انھیں کو اپنا ماخذ نہیں بنایا ہے ،ڈاکٹر حفنی داو داستاد دانشکدہ ادبیات مصر نے عراقی رسالہ میں کتاب عبداللہ بن سبا کے بارے میں اپنی رائے لکھی ہے کہ اس محقق اور ماہر تاریخ نے اپنے علمی تحقیقات و مباحث میں بے شمار کتابوں کے حوالے دئے ہیں اور ہر ایک میدان تاریخ میں قدم ڈال کر فراموش شدہ حقیقت کو حاصل کیا ہے یہ استاد محقق ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ اپنی تمام کتابوں کے دلائل مخالفین شیعہ سے حاصل کئے جائیں اور انھیں سے اپنا مطلب ثابت کیا جائے اس طرح وہ قریب ترین راستہ اختیار کرتے ہیں تاکہ دشمنان شیعہ کو اپنے مدلل باتوں سے مغلوب کر سکیں۔

تیسری امتیازی صفت جو استاد عسکری کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے کہ وہ حوالے بہت زیادہ دیتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے فصل اول میں بہت زیادہ مصادر و ماخذ موجود ہیں حالانکہ فارسی میں چالیس صفحہ اور عربی متن میں بیس صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں ،یہ خصوصیت کتاب عبداللہ بن سبا کے متن عربی میں اور اس موجودہ کتاب میں ہرجگہ دیکھی جاتی ہےیہاں تک کہ کبھی ادھے صفحہ میں حواشی حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں۔اور کہیں تو ان سے بھی زیادہ

حوالوں کو لکھ ڈالا ہے۔

اخری اہم ترین خصوصیت ایسی ہے کہ جو مشرق و مغرب کے تمام دانشوروں میں کم ہی دیکھی جاتی ہے وہ یہ کہ انھوں نے قدیم ماخذ و مصادر پر پورے طور سے اعتماد نہیں کیا ہے چاہے وہ طبری ہوں یا ابن ھشام یا ابن اثیر انھوں نے کسی پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا ہے چاہے وہ کتنے ہی مشہور ہوں خواہ دوسروں نے اس پر اعماد بھی کیا ہو لیکن علامہ عسکری کی تحقیق میں لائق قبول نہیں ہیں وہ پہلے مرحلے میں تاریخی روایات کے اسناد پر بحث کرکے اسکی قدر و قیمت تعین کرتے ہیں اس صورت حال میں وہ راویوں کی حیثیت کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہیں اسکے بعد وہ مورد بحث کے متن کا اسطرح تجزیہ کرتے ہیں کہ تمام روایات کی اس طرح تطبیق ہو جائے کہ صحیح و سقم جدا ہو سکیں ؟

اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ مغربی محققین عام طور سے یا زیادہ تر اپنی توجہ متن پر مرکوز رکھتے ہیں اور انکی کوشش ہوتی ہے کہ حوادث کے متن کا صحت و سقم متعین کیا جائے وہ راویوں پر کم توجہ دیتے ہیں جدید مستشرقین جنھوں نے مغرب اوریورپ سے علم حاصل کیا ہے وہ زیادہ تر انھیں اساتذہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں انکی زیادہ تر تحقیق یورپی انداز فکر سے الگ نہیں ہے اور وہ زیادہ مولف کتاب پر بھروسہ کرتے ہیں اسلئے زیادہ تر خرافاتی مطلب کو مان لیتے ہیں کہ اسے مشہور دانشور نے نقل کیا ہے اور اسی کو لکھ مارتے ہیں۔

لیکن اسلامی محدثین نے ان دونوں روش میں دقیق ترین راہ کا انتخاب کیا ہے وہ پورے طور سے راویان اخبار کو دیکھتے ہیں اورانکی روایت کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس حوالے سے وہ تمام ماخذ پر غور کرتے ہیں ان تمام تحقیقات کے اندازکی روشنی میں وہ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں علامہ عسکری کی عمدہ ترین تحقیقات کا اندازیہی ہے ، وہ تاریخ اسلام کے حوادث و مسائل کے سلسلہ میں جدید نظریات واراء کو اسی بنیاد پر پیش کرتے ہیں جن لوگوں نے کتاب عبداللہ بن سبا اور دوسری کتاب(خمسون ومائۃ صحابی مختلق) (ڈیڑھ سو مصنوعی صحابي) کوملاحظہ کیا ہے وہ ہمارے اس نقطہ نظر کی تصدیق کرینگے۔

گلاسگویونیورسٹی کے پروفیسر جیمس ربسن نے علامہ کو خط لکھتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اپ نے (سیف) راوی کی روایتوں کا جو تجزیہ کیا ہے وہ بہت دلکش ہے وہ اس طرح ، پہلے کہ اپ نے سیف کی روایتوں کا تجزیہ کیا پھر انکادوسری روایتوں سے تقابل کیا اور اس دقیق تقابل نے سیف کی روایت کا پول کھول دیا یہ بھی کہ ان روایتوں کی سند سے پتہ چلتا ہے کہ سیف نے غالباً مجہول راویوں سے روایت نقل کی ہیں پھر یہ بھی سوال

اٹھتا ہے کہ اخر دوسرے مولفین نے ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں جگہ کیوں نہ دی لہذا قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سیف نے خود ان راویوں کو گڑھ لیا ہے یہ الزام سیف پر ایک منطقی نتیجہ کے طور پر سیف اور دوسرے راویوں کے تقابل سے حاصل ہوتا ہے ، میں بہت زیادہ متشکر اور خوش بھی ہوں کہ اس بحث کے مطالعے میں اپنا وقت صرف کروں اور مطمئن ہوں کہ جو لوگ بھی اس کتاب کو سمجھکر پڑھیں گے وہ اس شاندار بحث کی ستائشے کرینگے _

اب یہ بھی ضروری ہے کہ علامہ عسکری کی علمی اور تحقیقاتی کتابوں کا بھی تذکرہ کر دیا جائے _

۱_ " عبداللہ بن سبا و اساطیر اخری "یہ کتاب نجف، قاھرہ، بیروت، اور تھران، میں طبع ہوئی اور فارسی ،ترکی، اور انگریزی میں ترجمہ کیا گیا_

۲_"خمسون وماتہ صحابی مختلق "یہ کتاب بیروت ،بغداد، اور پھر کئی بار بیروت میں طبع ہوئی اس میں ایک سو پچاس اصحاب رسول کا بیان ہے جو جھوٹے بھی ہیں اور خیالی ہیں جو اج تک پیدا نہیں ہوئے _

۳_"احادیث ام المومنین عائشہ ادوارمن حیاتھا "یہ کتاب فارسی میں تھران میں ۳ جلدوں میں چھپی اور پاکستان میں اسکا اردو ترجمہ شایع ہوا _

۴_"رواۃ مختلقون "اسمیں جھوٹے راویوں کا پول کھولا گیا ہے جنھوں نے روایتیں گھڑھ کے تاریخ میں بھر دی ہیں یہ کتاب منطقی لحاظ سے خمسون وماۃ صحابی مختلق کا نتیجہ ہے _

۵_"من تاریخ الحدیث " یہ بہت ہی اچھی تحقیقی کتاب ہے _

۶_" السقیفہ "تاریخ اسلام کے اس عظیم حادثے کا ۳۰۰/ صفحات میں تجزیہ کیا گیا ہے _

۷_ "مصطحات اسلامیہ" اسمیں اسلامی اصطلاحات کی تعریف ہے _

۸_" مع الدکتور الوردی فی کتابہ وعاظ السلاطین " بادشاہوں کے واعظوں پر علمی تنقید ڈاکٹر علی الوردی نے کی ہے اس پر علامہ نے علمی تنقید لکھی ہے _

۹_"کیف تعلم الدین " دو جلدو ں میں بچوں کو دینی مسائل سمجھائے گئے ہیں _

۱۰_" مقدمہ ای بر مراۃ العقول" علامہ مجلسی نے اصول کافی کی شرح مراۃ العقول کے نام سے لکھی ہے، علامہ نے اس پر ایک طولانی مقدمہ لکھا ہے_

۱۱_"مقدمہ بر کتاب علی و السنۃ" گیارہویں صدی کے عظیم دانشور سید ہاشم بحرانی کی تالیف علی و السنۃ پر مقدمہ لکھا ہے_

۱۲_"مقدمہ و تحقیق در کتاب طب الرضا"

۱۳_"مقدمہ بر کتاب الاجازات العلمیہ عند المسلمین" ڈاکٹر عبداللہ فیاض کی کتاب پر مقدمہ ہے_

۱۴_" مقدمہ بر کتاب اصل الشیعہ و اصولھا "علامہ کاشف الغطاء کی کتاب پر تبصرہ کیا ہے_

۱۵_" محمد صادق نجمی کی مطالعہ صحیحین پر مقدمہ لکھا ہے" ان کے علاوہ بھی علامہ عسکری نے عربی کے علمی رسالوں جیسے رسالۃ الاسلام المجتمع الاسلامی اور الاضواء اور الایمان اور العرفان میں بہت سے مقالے لکھے ہیں_

***

موجودہ کتاب احادیث ام المومنین عائشہ ادوار من حیاتہا کی اخری جلد ہے جو معاویہ کے زمانے سے متعلق ہے اس سے پہلے دو جلدیں نقش عائشہ در اسلام اور عائشہ در دوران علی شایع ہو چکی ہیں، کیونکہ عربی متن عربی زبان کے محققین کے لئے لکھا گیا تھا اس لئے مباحث میں ایجاز و اختصار تھا فارسی ترجمہ کے وقت اس بحث کو پھیلانا ہمارے لئے ناگزیر تھا، لیکن چونکہ پورا ترجمہ علامہ کی نظر سے گزرا ہے اسلئے مترجم کی یہ کوشش موصوف کی نئي کتاب سمجھی جانی چاہیئے مزید یہ کہ کچھ خاص جگھوں پر علامہ نے چند صفحات کا خود ہی اضافہ کیا ہے اس بنا پر یہ کتاب ترجمہ بھی ہے اور تالیف بھی ہے_

اخر میں ہم یہ تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن علماء نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنی مفید رائے دی ہے یا اسکے شکوک بر طرف کئے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، نیز اقائے نورالدین عسکری کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ماخذ کی فہرست مرتب کی ان کے علاوہ بھی ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے بڑی توجہ سے اغلاط نامہ میں میری مدد کی_

میں قارئین کرام سے امیدوار ہوں کہ اگر وہ کوئي اشتباہ یا لغزش ملاحظہ فرمائیں یا اصلاح کی نظر ڈالیں تو حقیر کو اس سے مطلع فرما دیں، میں ان کا بہت ممنون ہوں گا_

م ۰ ع ۰ جاوداں

پیش گفتار

معاویہ کا زمانہ زمانہ، اسلام میں خاص امتیاز کا حامل کیونکہ اسمیں ہر جانب سے اسلامی احکام و اثار کی تحریف کی گئي ہے اموی دور خلافت میں حدیث سازی پر تمام توانائیاں صرف کی گئیں اور اور حدیث سازی کا بہت زیادہ کارخانہ صحابہ وتابعین جیسے نمک خواروں کے سہارے قائم کیا ۔

اس دوران جتنی زیادہ حدیثیں گڑھی گئیں کہ انھوں نے اسلامی اثار کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور تمام علوم کی کتابوں میں انھیں بھر دیا اس کا عمیق اور دیرپا اثر اسلام کے فکری اعتقادی اور عملی مکتب پر ہمہ جانبہ پڑا ،یہاں تک کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان مکاتب کی بنیاد اسی مصنوعی احادیث پر استوار ہوتی ہوگی ۔

اس سبب سے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ اموی دور خلافت کے ارباب حکومت اور مشاہیر کا تحلیل و تجزیہ کریں تاکہ ان جعلی احادیث کے سلسلہ میں ام المومنین عائشہ نے جو تعاون کیا ہے انھیں ہم اچھی طرح سمجھ سکیں ۔

اغاز بحث میں معاویہ کا حسب و نسب اور ان کے خاندان کے حالات .بیان کرینگے ان کے بعد انکی حکومت وخلافت کے مسائل کا تذکرہ کرینگے جو ان سے متعلق ہیں پھر ہم عائشہ کا معاویہ سے تعلق اور اس عہد کے تمام ارکان حکومت کو متعارف کرائیں گے اخر میں ہم ام المومنین عائشہ کی زندگی کا تجزیہ پیش کرینگے جو اسی عہد معاویہ میں اختتام کو پہنچی ۔

یہ تذکرہ ضروری ہے کہ اس زمانہ کے شرمناک حالات کا بیان بھی ناگزیر ہے جو معاویہ کے خانوادہ سے وقوع پذیر ہوا اور جنھیں ماہرین انساب نے بیان کیا ہے ہم انھیں بھی .بیان کرینگے کیونکہ معاویہ کی ان روحانی گرہوں کو پہچاننے میں بہت معاون ہوں گی ،جو خاصان خدا اور پاک نفس افراد کی دشمنی پر ابھارتی تھیں ۔

جی ہاں ۔معاویہ کی بد نفسی کو اس زمانہ کی حدیث سازی میں بڑا دخل ہے ان پر سے پردہ اٹھا کر ہی اسلام کے درخشاں چہرے کو پہچانا جا سکتا ہے ،اس وجہ سے ہم اس ضرورت کو کراہیت کے ساتھ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے

ہیں کہ معاویہ کا خاندان جیسا کہ ہے ان کی نشاندہی کی جائے ،ہم اس علم و تحقیق کی اشاعت پر خاص اللہ کے لئے اور اسی کی توفیق سے اس بحث کو ختم کرینگے ۔

سید مرتضی عسکری

(فصل اول)

معاویہ کی زندگی پر ایک نظر

معاویہ ابوسفیان اور ھند کا بیٹا تھا_اسکی کنیت ابو عبد الرحمن تھي مشہور ترین تاریخی روایات کے مطابق وہ فتح مکہ کے بعد بظاہر اسلام لایا اور ۱۲ ھمیں جبکہ ابو بکر نے ابو سفیان کے دوسرے بیٹے یزید کی سرکردگی میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجا تو یہ یزید کا بھائي اوراس کا علمدار تھا_

ابو سفیان کا فرزند یزید ۱۸ ہجری میں فلسطین کے ایک شہر عمواس میں مرض طاعون میں مرگیا اور فوج کی قیادت اپنے بھائي معاویہ کو سونپ دی ، خلیفہ عمر نے بھی اس کی تقرری کو منظور کر لیا خلافت عثمان کے زمانہ میں جو خود بنی امیہ کی فرد اور معاویہ کے چچا زاد بھائي تھے اپنی سلطنت کو کافی وسعت دی کیونکہ عثمان نے پورا شام ان کے حوالے کر دیا تھا جس میں لبنان، شام، فلسطین اور اردن کا علاقہ بھی اتا تھا_

اس طرح معاویہ نے ۱۹ سال تک اطمینان کے ساتھ شام پر حکومت کی لیکن جب حضرت علی بن ابی طالب تخت خلافت پر بیٹھے تو معاویہ نے بغاوت کر دی اور انکا حکم ماننے سے انکار کر دیا ، معاویہ نے انتقام خون عثمان کے بہانے حضرت علی (ع) سے ایک بڑی فوج کے ساتھ صفین میں جنگ کی حضرت علی (ع) اسکی سرکوبی کے لئے مہاجرین وانصار کے ساتھ سرزمین صفین پر پہنچ گئے_

دونوں لشکر والے ذی الحجہ ۳۶ ہجری میں امنے سامنے ہوئے ایک سو دس دن تک دونوں میں جنگ ہوتی رہی ، اخر میں جبکہ امام کو حتمی کامیابی ملنے والی تھی عمروعاص کی عیاری سے قران نیزوں پر بلند کئے گئے اور لشکر شام نے امام کے فوجیوں کو حکمت قران کی دعوت دی اس عیاری سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا گئے اور انھوں نے امام کو مجبور کیا کہ جنگ سے ہاتھ روک لیں_

اس طرح جنگ ختم ہو گئي اسکے بعد امام کی رائے کے خلاف کوفیوں نے اپنی جانب سے ابو موسی کو حکم منتخب کیا معاویہ نے بھی اپنی جانب سے عمروعاص کو نامزد کیا ، یہ دونوں حکم ماہ رمضان ۳۸ ہجری میں دومتہ الجندل کے مقام پر اپنا فیصلہ سنانے کے لئے جمع ہوئے ، عمر وعاص نے ابو موسی کو فریب دیتے ہوئے یہ پیش کش کی کہ ہم دونوں ادمی علی اور معاویہ کو

خلافت سے معزول کردیں تاکہ تمام مسلمان جسے بھی چاہیں شوری کے ذریعہ خلیفہ منتخب کر لیں ۔
ابو موسی نے یہ بات مان لی ، عمر و عاص نے پہلے انھیں کو ممبر پر بھیجا انھوں نے ممبر پر جاکر امیرالمومنین حضرت علی (ع) اور معاویہ کو خلافت سے معزول کردیا ، ان کے بعد عمر و عاص ممبر پر پہنچا اور معاہدے کے خلاف حضرت علی (ع) کو خلافت سے معزول کر کے اس نے معاویہ کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا ، ابو موسی کو عمر وعاص کے اس فعل پر بہت غصّہ آیا وہ وہیں عمر وعاص کو گالیاں دینے لگا عیّار عمر وعاص نے ترکی بہ ترکی اس کو جواب دیا اس طرح پہلی بار خلیفہ کی حیثیت سے معاویہ کا نام لیا گیا ۔

۴۰ ہجری ماہ رمضان میں عبدالرحمان ابن ملجم کی تلوار امام کے فرق مبارک پر پڑی ، امام تین روز کے بعد شہید ہو گئے شامیوں کے علاوہ تمام مہاجرین و انصار اور مسلمانون نے امام حسن کی بیعت کر لی ، لیکن اخر کار معاویہ کے سامنے لوگوں نے امام حسن کا ساتھ نہیں دیا ، ایسی سستی دکھائي کہ معاویہ کی تمام منحوس ارزوئیں پوری ہو گئیں ۔
معاویہ نے اس سال کا نام عام الجماعت رکھا اور وہ تخت خلافت پر براجمان ہو گیا اس طرح وہ انیس سال تین مہینے اور کچھ دن تمام مسلمانوں پر حکمرانی کرتا رہا وہ ماہ رجب ۶۰ ہجری میں مرگیا اور دمشق میں دفن کیا گیا ۔

ابو سفیان اور ھند

معاویہ کا باپ ابو سفیان صخر ابن حرب ابن امیہ ابن عبد شمس تھا ، اسکی ماں کا نام ھند تھا جو عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس کی بیٹی تھی ، معاویہ کی ماں ھند نے پہلے تو فاکہ ابن مغیرہ سے شادی کی جو قبیلہ بنی مخزوم سے تھا یہ شخص سرزمین غمیصاء [1] میں مارا گیا ۔
فاکہ کے مرنے کے بعد ھند نے مغیرہ کے دوسرے فرزند حفص سے شادی کی کچھ دن کے بعد وہ بھی مرگیا ، ھند نے اخری بار ابو سفیان سے شادی کی [2]، بعض تاریخوں میں اس شادی کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ، وہ یہ کہ

---

۱ ـ غمیصا مکہ کے پاس ایک جگہ ہے اس زمانے میں بنی جذیمہ کا قبیلہ وہاں ساکن تھا یہ قبیلہ اور فاکہ کے علاوہ کچھ دوسرے قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانہ میں قتل کئے گئے ، اسلام کے زمانے میں خالد بن ولید کو وہاں فتح مکہ کے بعد بھیجا گیا کہ وہاں قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیں اس قبیلے نے اپنے خون کا معاوضہ طلب کیا رسول اکرم (ص) نے ان کے اس مطالبے پر سخت برھمی کا مظاہرہ کیا اور مقتولوں کا خونبہا بیت المال سے ادا کر دیا

۲ ـ المحبر ص ۴۳۷ ، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۳۵

ھند کا پہلا شوہر فاکہ اپنی زوجہ پر زنا کا الزام لگاتا تھا اس لئے اسکو علاحدہ کر دیا کیونکہ وہ اس بدنامی کو اپنے سر نہیں ڈھونا چاہتا تھا _[۳]

دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ بنیادی طور سے ھند زناکاری کے سلسلے میں مکہ میں ہر جگہ شہرت رکھتی تھی ، ھند کی ابو سفیان سے شادی کے واقعات اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ مسافر بن عمرو ، یہ ھند پر بری طرح فریفتہ تھا یہ شخص بنی امیہ کی فرد تھا اس کے ھند سے روابط عام طور سے لوگوں کے زباں زد تھے ، ھند اس سے حاملہ ہوئی جس وقت اس کا حمل ظاہر ہونے کے قریب تھا ، مسافر بن عمرو مکہ سے بھاگ کر حیرہ کے بادشاہ نعمان ابن منذر کے پاس چلا گیا تاکہ اس سے مدد مل سکے اس کی غیبت میں ابو سفیان سے ھند نے شادی کر لی [۴]

ہشام ابن محمد کلبی مشہور ماہر انساب اپنی کتاب مثالب میں اور مشہور ادیب اصمعی یہ دونوں کہتے ہیں کہ معاویہ جاہلیت کے زمانہ میں چار افراد کی طرف منسوب تھا جن کے نام اس طرح ہیں

۱_ بنی مخزوم کا عمارہ ابن ولید

۲_ بنی امیہ کا مسافر ابن عمرو

۳_ بنی امیہ کا ابو سفیان

۴_ بنی ہاشم کے عباس ابن عبد المطلب [۵]

ان چاروں میں بہت دوستی تھی اور ان چاروں کا ھند سے ناجائز تعلق ہونا مشہور تھا _

۱_ عمارہ بن ولید قریش کا بہت خوبصورت جوان تھا یہ وہی شخص ہے جو عمرو عاص کے ساتھ مسلمانوں کو حبشہ سے واپس لانے کے لئے نجاشی بادشاہ کے پاس گیا تھا اسنے عمرو عاص کی زوجہ سے تعلقات پیدا کر لئے تھے اس لئے عمرو عاص کو انتقام لینے کی فکر ہوئی عمرو عاص نے کچھ ثبوت فراہم کر کے نجاشی بادشاہ سے اسکی چغلی کی بادشاہ حبشہ بہت برہم ہوا اور اس نے جادو گروں کو حکم دیا کہ اس کو پاگل بنا دیں اور یہ صحرا میں مارا مارا پھرے اور اس طرح وہ وہاں درندوں کا شکار ہو جائے [۶]

۳_ العقد الفرید ج۶ ص۸۷ ، الاغانی ج ۹ ص ۵۳

۴_ الاغانی ج ۹ ص ۵۳_ ۵۰

۵_ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۱۱۶

۶_ الاغانی ج ۹ ص ۵۸_ ۵۵

۲_ مسافر ابن عمرو مشھور ماہر انساب کلبی اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں سبھی کا یہ خیال تھا کہ معاویہ اسی کا فرزند ہے کیونکہ ان چاروں اشناوں میں سب سے زیادہ اسی کو تعلق تھا ،جب ھند حاملہ ہوئی تو مسافر بدنامی کے خوف سے حیرہ کے بادشاہ کے پاس بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا کچھ دن کے بعد ابو سفیان حیرہ گیا تو وہاں اسکے دیرینہ دوست مسافر سے ملاقات ہوئی اس زمانہ میں مسافر اپنی معشوقہ کے ہجر میں سخت بیمار تھا ابو سفیان نے گفتگو کے درمیان مکہ والوں کے حالات بیان کئے اور اخر میں کہا کہ میں نے تمہارے وہاں سے فرار کرنے کے بعد ھند سے شادی کر لی ہے _ ابو سفیان کی اس گفتگو نے مسافر کے سینے پر ایک تیر سا لگایا اس کے بعد وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا ہر روز ضعف و نقاہت بڑھتا گیا یہاں تک کہ لاعلاج ہو گیا اور اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا (۷)بعض مورخین کا خیال ہے کہ مسافر جاہلیت کے زمانے میں اسکا عاشق زار سمجھا جاتا تھا _(۸)

مشھور دانشور اور مفسّر زمخشری اپنی کتاب ربیع الابرار میں ان چاروں افراد کے بارے میں جن سے معاویہ منسوب تھا یوں لکھتے ہیں کہ مسافر ابن عمرو عمارہ ابن ولید عباس ابن عبدالمطلب اور اخر میں عمارہ کا ازاد کردہ غلام صباح کی طرف منسوب ہے _(۹)

زمخشری کا بیان ہے کہ: ابو سفیان پستہ قد اور بد شکل تھا صباح ابو سفیان کا ملازم تھا جو شاداب جوانی رکھتا تھا ،ھند نے اس جوان کو خریداری کی نیت سے دیکھا نتیجہ میں وہ اپنے کو سنبھال نہ سکی اور اپنی طرف دعوت دی اس طرح دونوں میں پوشیدہ طریقہ سے تعلقات قائم ہوگئے ،اور یہ ناجائز تعلق اتنی شہرت پا گئے کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ معاویہ کے علاوہ ابو سفیان کا دوسرا بیٹا عتبہ بھی اسی صباح سے ہے ،بعض مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ ھند اپنے گھر میں اس بچّے کی پیدائشے سے خوش نہیں تھی ، اسلئے صحرا میں بھاگ گئی اور اسنے عتبہ کو وہیں اکیلے جنم دیا _ عظیم شاعر اسلام حسان ابن ثابت نے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جب شعری نوک جھوک ہو رہی تھی تو اس حادثہ کو اپنے دو شعروں میں ھند کی اس فحش حرکت کا ذکر کیا ہے _

اخر یہ بچہ کس کا ہے جو بطحا کے ریگزاروں میں پھینک دیا ہے ،وہ بچہ جو خاک پر پڑا ہوا ہے جھولے سے بہت دور ہے اسکو ایک خوب صورت جوان عورت نے جنم دیا ہے جو بنی امیہ کے خاندان سے ہے ،ھشام ابن محمد کلبی نے اپنی کتاب مثالب میں یوں لکھا ہے _ ھندہ ان عورتوں میں تھی جو سیاہ فام مردوں پر بہت فریفتہ تھی جب بھی اسکی کوکھ سے کوئی سیاہ فام بچہ پیدا ہوتا تھا وہ اسکو قتل کر ڈالتی تھی .... پھر وہ اگے کہتے ہیں _

۷_ تذکرۃ الخواص ص ۱۱۶

۸_ الاغانی ج ۹ ص ۵۳

۹_ شرح نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۳۳۶

ایک دن یزید ابن معاویہ اور اسحاق ابن طابہ کے درمیان معاویہ کے سامنے نوک جھوک ہو گئي اس نے کنایۃً کہا کہ یہ تمہارے حق میں مفید ہے کہ حرب کے تمام بیٹے بہشت میں داخل ہو جائیں یعنی حقیقت میں تم اس خاندان کے ناجائز فرزند ہو اور اپنے باپ سے نہیں ہو اسکا اشارہ تھاکہ اسحاق کی ماں بنی امیہ کے افراد سے ناجائز تعلقات رکھتی تھي۔ اسحاق نے بھی کنایۃً جواب دیا اے یزید یہ تمہارے حق میں مفید ہوگا کہ بنی عباس کے تمام افراد بہشت میں جائیں یزید نے اسحاق کی طنزیہ گفتگو کو نہیں سمجھا لیکن اسکے باپ معاویہ نے مطلب سمجھ لیا اسلئے جب اسحاق مجلس سے اٹھکر چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کیوں دوسروں پر دشنام کی زبان کھولتے ہو حالانکہ تم دوسروں کی باتوں کو سمجھتے نہیں ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں ،یزید نے کہا میرا مقصد تھا کہ اسحاق کے عیوب کو ظاہر کیا جائے ،معاویہ نے جواب دیا کہ اسنے بھی تم پر اسی لحاظ سے چوٹ کی تھی ،یزید نے پوچھا وہ کیسے .... معاویہ نے جواب دیا ،کیا تم نہیں جانتے کہ قریش کے اکثر افراد جاہلیت کے زمانہ میں مجھے ابو سفیان کا نہیں عباس کا بیٹا جانتے تھے ،اس وقت یزید کے سمجھ میں آیا کہ مجھکو کتنا برا بھلا کہا گیا ہے ۔

جی ہاں ۔ھند کی اوارگی اتنی قطعی اور مسلّم تھی کہ پیغمبر اسلام (ص) نے فتح مکہ کے دن اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا جس وقت ھند بیعت کے لئۓ انحضرت(ص) کے سامنے حاضر ہوئي پیغمبر اسلام(ص) نے ھند کے پچھلے خونخوار کرتوتوں کی وجہ سے اسکے قتل کا اعلان کر دیا تھا لیکن اسے بخش دیا اور اسکی بیعت قبول کر لی ،اپ نے اسکے تمام کالے کرتوتوں کو نظر انداز فرمایا،(۱۰)

اسنے انحضرت (ص) کی خدمت میں عرض کیا کہ میں کس بات پر اپ کی بیعت کروں ۔

رسول (ص) نے فرمایا: تو زنا نہ کر

ھند نے کہا: کیا ازاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں اس طرح اسنے اپنے کو پاک دامن ظاہر کیا ۔

پیغمبر اسلام (ص) ھند کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اپ نے کچھ نہ کہا صرف تبسم فرماتے ہوئے عمر کی طرف دیکھا(۱۱)

۱۰-ایک عرب شاعر نے کہا ہے ملکنافکان العفومنا سجیۃً ملکتم فسال منا بالدم ابطح ترجمہ: ہم فاتح ہوئے تو ہم نے عام معافی کا رویہ اپنایا کیونکہ یہی ہماری اخلاقی عادت ہے لیکن جب تم کامیاب ہوئے تو تم نے ہمارے خون سے صحراوں کو بھر دیا

۱۱-معاویہ کے نسب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ صرف یہ چیز اسی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ عمرو عاص کی ماں نابغہ اور زیاد کی ماں سمیہ اور سعد ابن ابی وقاص اور مروان ابن حکم جیسے اکثر بزرگان جاہلیت کے بارے میں علماء انساب کی یہی رائے ہے اصل میں اس وقت شہر مکہ جنسی راہ روی میں ایسا نہیں تھا جیسا کہ اجکل فرانس کا پیرس شہر ہے ۔رسول اکرم (ص) ایسے فاسد معاشرے کی اصلاح کیلئے مبعوث کئے گئے تھے ۔تذکرۃ الخواص ص ۲۰۳ چاپ نجف ۱۹۶۴

اموی خاندان جاہلیت کے زمانے میں

جیسا کہ بیان کیاگیا معاویہ کی ماں ھند اموی خاندان میں سمجھی جاتی ہے اسکے باپ کانام عتبہ اورچچا کانام شیبہ مشہور تھا یہ دونوں قریش کے بزرگ ،جاہلی زمانہ میں معزز سمجھے جاتے تھے عتبہ اور شیبہ نے ظہور اسلام کے بعد اسلام سے اعلانیہ اپنی دشمنی ظاہر کی اور یہ دونوں جنگ بدر میں تمام قریش کے ساتھ موجود تھےیہی دونوں جنگ بدر میں سب سے پہلے میدان میں اکر اپنا مقابل طلب کر رہے تھے اس وقت مجاہدین اسلام کی طرف سے امیرالمومنین علی (ع) اور حمزہ نکلے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد یہ دونوں ڈھیر ہو گئے ،[۱۲]معاویہ کا باپ ابو سفیان کوتاہ قد اوربہت عیار تھا چونکہ اسکے ایک بیٹے کا نام حنظلہ تھا اسلئے اسکی کنیّت ابو حنظلہ پڑگئي یہ حنظلہ وہی ہے جوبدر کے دن حضرت امیرالمومنین(ع) کے ہاتھوں قتل ہوا تھا [۱۳]

ابو سفیان ،جاہلی زمانہ میں بزرگ قریش سمجھا جاتا تھا وہ جنگ بدر کے بعد تمام مکہ اورقبیلہ قریش کا سردارمانا جانے لگاکیونکہ جنگ بدر میں تمام سردا ران قریش قتل ہو گئے تھے اسکے بعدتو اس نے تمام جنگوں میں قریش کی قیادت کی ،یہودی قبیلوں کو اسلام کے خلاف بھڑکا کر محاذپر کھڑا کیا جنگ احد اورجنگ خندق اسی کی سرداری میں ہوئی_

عظیم مورخ محمد ابن حبیب ،ابو سفیان کو اٹھ ضنادقۃ قریش کی ایک فرد سمجھتے ہیں ،[۱۴]محمد ابن ھشام کا خیال ہے کہ ابو سفیان زمانہ پیغمبر(ص) اسلام میں تمام دشمنان اسلام کاسردار تھااس نے اسلام کے خلاف محاذارائي میں سخت کوشش کی یہ وہی شخص ہے کہ جو ابو طالب سے پیغمبر اسلام (ص) کی حمایت ختم کرنے میں کوشاں تھا ،[۱۵]یہی وہ ہے کہ جو قبیلہ قریش کی شوری میں جو دارالندوہ میں منعقد ہوئي تھی بہت جوش کے ساتھ حاضر تھاکہ پیغمبر(ص) اسلام کو قتل کیا جا سکے اس نے مجلس برخاست ہونے کے بعدبہت جوشیلے انداز میں رسول(ص) اسلام کے قتل پر لوگوں کو ابھارا_[۱۶]

۱۲_ انساب الاشراف ج۱ ص ۲۹۷

۱۳_ انساب الاشراف ج۱ ص ۲۹۷

۱۴_ المحبر ص ۱۶۱_چاپ ھند

۱۵_ سیرہ ابن ہشام ج۱ ص ۳۱۷

۱۶_ سیرہ ابن ہشام ج۲ ص ۹۵ _ ۹۲ ، طبری ج۲ ص ۳۷۰ چاپ دار المعارف مصر

رفتہ رفتہ قریش کے سرداروں ابوجہل، ابو سفیان، اور ابو لہب جیسوں نے مکہ کے مسلمانوں پر اس قدر سختیاں کیں کہ ان پر زندگی وبال ہو گئي اور پیغمبر(ص) اسلام نے انھیں مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دے دیا مسلمانوں نے اہستہ اہستہ اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور اپنے مال ودولت عزیز و اقارب کو چھوڑ کر حکم خدا کے مطابق ان ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا حاصل کیا اور مدینہ پہنچ گئے حالت یہ ہو گئي کہ مکہ میں چند مسلمانوں اور پیغمبر اسلام(ص) کے علاوہ کوئي نہ رہ گیا ان اخری سالوں میں پیغمبر اسلام (ص) پر مکہ کی زمین اتنی تنگ ہو گئي تھی اور ایسی گھٹن تھی کہ پیغمبر(ص) اسلام نے مکہ میں عمومی تبلیغ چھوڑ دی تھی اور اپ صرف حج کے زمانے ہی میں عرب قبیلوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے لیکن چونکہ ان آیام میں جنگ وخونریزی ممنوع تھی اس لئے سرداران قریش اپ کو اذیت نہیں پہنچا سکتے تھے، اس وقت انکی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپ کی تبلیغات کو ناکارہ کر دیں اسی وجہ سے ابو لہب اپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا اور لوگوں کو اپ سے گفتگو کرنے سے روکتا تھا اپ کو برا بھلا کہتا تھا، الزام لگاتا تھا تاکہ کسی طرح اپ کو تبلیغ سے باز رکھ سکے اخر خدا نے اپ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ ہجرت فرمائیں اور اس طرح اپ کو قریش کے چنگل سے رہائي ملی، اپ نے حضرت امیرالمومنین (ع) کو اپنے بستر پر سلا کر مکہ سے ہجرت فرمائي اس شہر میں تھوڑے سے قیدی مسلمانوں کے سوا کوئي نہیں رہ گیا تھا اس زمانہ میں ابو سفیان نے مسلمانوں کے خالی گھروں کو غصب کر کے بیچ ڈالا ـ

ابو سفیان جنگ بدر میں

جس دن سے مسلمان مدینہ میں آئے انھیں قریشي یاپیوں کے چنگل سے نجات ملی لیکن یہاں موت سے زیادہ خوفناک فقر کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ مہاجرین اپنی تمام دولت، گھر اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر اس شہر اسلام میں پناہ لینے آئے تھے حالانکہ مدینہ کے انصار نے اپنے امکان بھر ان پاک نفسوں کی ضیافت کی لیکن چونکہ اس زمانہ تک مسلمانوں کی مالی حالت اتنی اچھی نہیں تھی کہ اسائشے کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں خاص طور سے کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ ان کے پاس نہ تو جگہ تھی نہ مکان تھا نہ انکا کوئي سہارا تھا لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئي وہ اتنے طاقت ور ہو گئے کہ انہوں نے جزیرۃ العرب میں اپنی شناخت بنا لی اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے لگے ـ

ہجرت کے دوسرے سال ایسا حادثہ پیش آیا کہ اسلام کی سب سے بڑی پہلی جنگ پیش ائی قریش سالہاسال سے اپنے تجارتی مال کو دوسرے شہر میں لے جاتے تھے وہ سال میں ایک باریمن اور ایک بار شام کی طرف جاتے تھے ہجرت کے دوسرے سال اپنی رسم کے مطابق ایک بڑا قافلہ معاویہ کے باپ ابو سفیان کی سرکردگی میں شام گیا ہوا تھا جب وہ تجارتی قافلہ واپس ہوا تو رسول اکرم (ص) نے مسلمانوں کے ضایع اموال کے بدلے تقریباتین سو افراد کے ساتھ اس تجارتی قافلے کے سرراہ پہنچ گئے ـ

ابو سفیان کو جب یہ خبر معلوم ہوئي تو اس نے مکہ والوں سے مدد طلب کی اس کے بعد اسنے کوشش کی کہ ایک دوسرے راستے سے بغیر کوئي خطرہ مول لئے منزل پر پہنچ جائیں قریش نے ابو سفیان کی مدد میں ایک ہزار کا لشکر تیار کر کے لشکر اسلام کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا ،نتیجے میں بدر کے مقام پر ایک بڑی جنگ بدر ہوئي غیبی امداد اور اسلامی مجاہدوں کی جانبازی سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئي اور لشکر مخالف کے لگ بھگ ستّر مقتول ڈھیر تھے اور ۷۰ ستّر افراد قید کئے گئے ـ

عبد شمس اور اموی خاندان کے اس جنگ میں اٹھ ادمی قتل ہوئے ان میں ابو سفیان کا فرزند حنظلہ ،عتبہ وربیع ھند کے باپ اور چچا اور ولید ابن عتبہ مقتول ہوئے خلیفوں کے چھ ادمی بھی ان میں قتل ہوئے اسیروں میں بھی اموی کے سات ادمی تھے کہ ان میں ابو سفیان کا دوسرا بیٹا عمرو تھا ابو سفیان نے اپنے فرزند کے قید ہونے کے بدلے

میں ایک معزز انصاری کو ناحق قید کر لیا جو حج عمرہ کے لئے مکہ گئے ہوئے تھے حالانکہ اس سے پہلے قریش نے کبھی اس واقعہ سے پیش ترکسی حاجی سے تعرض نہیں کیا تھا ،اسی لئے تمام مسلمان مجبور ہو گئے کہ ان جنگی قیدیوں کو ازاد کر دیں ـ

جنگ بدر کے بعد چونکہ تمام سرداران قریش قتل ہو چکے تھے اس لئے ابو سفیان قریش کا سب سے بڑا سردار بن گیا اسے قریش مکہ کی جنگ و صلح کا بھی اختیار مل گیا اسی حال میں اسنے منّت مانی تھی کہ اپنا سر نہیں دھوئے گا جب تک پیغمبر اسلام (ص) سے جنگ بدر کی ہار کا بدلہ نہ لے لے ـ

کچھ دن بعد ابو سفیان نے اپنی مکروہ منّت پوری کرنے کے لئے (۲۰۰)دوسو سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف آیا اور وہاں بنی نضیر کے یہودیوں کے یہاں قیام پزیر ہوا اسکے بعد وہ شہر مدینہ کے حالات کی جستجو میں لگ لیا پھر اسنے اپنے کچھ ادمیوں کو بھیجاتاکہ مدینہ والوں کے درخت خرما میں اگ لگادیں۔ان لوگوں نے اپنا کام کرنے کے بعدمدینہ کے دو باشندوں کو بھی بے گناہ قتل کردیا ابو سفیان کے اس چھوٹے سے لشکر نے اپنا یہ کام انجام دیکر مکہ واپسی اختیار کی۔

معاویہ کی ماں ھندہ،جنگ بدر کے بعد سخت غم و غصّہ میں بھری ہوئي تھی کیونکہ اسکے باپ چچااور دوسرے رشتہ دار قتل ہوئے تھے اس کا زیادہ تر وقت ان لوگوں کی ماتم پرسی میں صرف ہوتا تھا، اس طرح وہ ہر لمحہ اس کوشش میں رہتی تھی کہ قریش کو انتقام پر ابھارے۔

جنگ بدر اور اسمیں ستّر افراد کے قتل اور ستّر کی اسیری کے بعد قریش اس جنگ سے سخت پریشان اور بد حال تھے شام سے جو تجارتی منافع ہوا تھا اس میں سے ایک ہزار اونٹ اور لگ بھگ پچاس ہزار دینار اس غرض سے نکال لیا کہ مسلمانوں کے خلاف نئي جنگ لڑسکیں انہیں کے بارے میں سرزنش سے بھرپور یہ آیت نازل ہوتی ہے۔

ان الذین کفروا ینفقون اموالهم___الخ__(سورہ انفال ۳۶)

ترجمہ:جن لوگوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا ہے وہ اپنے مال خدا کے راستے سے روکنے کے لئۓ صرف کررہے ہیں اور ابھی اس سے زیادہ خرچ کرتے رہیں گے مگر اخر کاریہی کوششیں ان کے پچھتاوے کا سبب بن جائیں گی پھر وہ مغلوب ہوں گے پھر یہ کافر جہنم کی طرف گھیر کر لائے جائیں گے۔

ابو سفیان جنگ احد میں

ابو سفیان نے جو اقدامات کئے تھے اور قریش نے جو کچھ جنگ کے لئے دولت جمع کی تھی اس کے سہارے تمام قریش رسول اکرم(ص) سے جنگ پر امادہ ہو گئے ، ابو سفیان نے اس جنگ کی قیادت سنبھال لی ، اس کی بیوی ھندہ اور دوسری قریش کی عورتیں بھی ساتھ ساتھ تھیں مکہ اور مدینہ کے درمیان جب بھی ھندہ کی ملاقات جبیر ابن مطعم کے غلام وحشی سے ہوتی تھی تو وہ کہتی تھی ، کہ ہاں اے وحشی میرے سینہ میں جو پرانہ کینہ دفن ہے اس داغ سے مجھے شفاء دے دے میں تجھے غلامی سے ازاد کرا دوں گی ـ

اس طرح معاویہ کے ماں اورباپ ابو سفیان اور ھندہ احد کی حسرتوں سے بھرپور جنگ احد کے لئے تیار ہو گئے اسمیں اسلام کے بہت سے سچے مجاہد قتل کئے گئے جنگ کے دن علمدار فوج ابو سفیان نے بنی عبد الدار کے قبیلہ والوں کو مخاطب کر کے کہا :

اے فرزندان عبد الدار تم جنگ بدر میں ہماری فوج کے علمدار تھے ہم نے اس جنگ میں بہت سے مصائب جھیلے یہ جنگی پرچم کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ہر لشکر وہاں شکست یا فتح کا سامنا کرے گا یا تو پرچم کی حفاظت کرو یا اس پرچم سے دستبردار ہو جاو تاکہ ہم خود اس ذمہ داری کو سنبھالیں ـ

ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنا علم تمہارے حوالے کر دیں ؟ ایسا ہر گز ممکن نہیں کل جب جنگ کے شعلے بھڑک جائیں گے تو تم دیکھ لو گے کہ ہم نے کیسی جانبازی دکھائي ہے یہ تھی ابو سفیان کی دلی ارزو کہ اسلام شکست کھا جائے اور رسول(ص) اکرم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے ـ

جب دوسرا دن آیا اور افتاب بلند ہوا تو دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے اور جنگ شروع ہو گئي ھندہ اپنی تمام عورتوں کے ساتھ سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنے کے لئے لشکر کے ہمراہ تھی وہ خیمہ سے باہر اکر دف بجاتی ہوئي یہ گیت گا کر قریش کو جنگ پر ابھا ر رہی تھی ـ

اے عبد الدار کے بیٹو اگے بڑھو اے محافظوں بھرپور کوشش کرو اپنی تیز تلواریں خوب چلاو ہم ستارہ صبح کی بیٹیاں ہیں اگر تم فاتحانہ اگے بڑھو گے تو ہم اپنی اغوش پھیلا دینگے اور تمھارے لئے بستر بچھائیں گے اور اگر میدان جنگ سے بھاگے اور تمہیں ہار ہو گئي تو ہم بھی تم سے اپنا منھ پھیر لینگے اور تم سے علحدہ ہو جائیں گے

پھر تم ہم سے ہمیشہ کے لئے علحدہ ہو جاو گے اور ہم سے وفاداری اور مہربانی کا کوئی اثر نہیں دیکھو گے اثنائے جنگ میں ایک انصاری سپاہی نے ھندہ کو دیکھا کہ مشرکوں کو جنگ پر بھا رہی ہے تو وہ تلوار کھینچ کر اس کی طرف لپکا لیکن جب اسنے دیکھا کہ وہ جنگی سپاہی مرد نہیں ہے عورت ہے تو اسکے قتل سے باز آیا اور مردانہ انداز میں واپس لوٹ گیا_

یہ جنگ، جیسا کہ بیان کیا گیا اسلام کے لئے بہت سخت اور سنگین ثابت ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کے ستّر پاک نفس سپاہی قتل ہوئے ان شہیدوں میں سب سے زیادہ مشہور حضرت حمزہ تھے جو پیغمبر(ص) اسلام کے چچا تھے ،اپ کا قتل ابو سفیان اور ھند ہ کی کوششوں سے ہو ا اپ کا قاتل جبیر ابن مطعم کا غلام وحشی تھا_

کسی نہ کسی طرح جنگ ختم ہوئی میدان میں شھداء خاک و خون میں اغشتہ پڑے تھے لیکن مکہ والوں کی روح درندگی کو چین نہیں تھا ،معاویہ کی ماں ھندہ کی سرکردگی میں عورتیں شہداء احد کے درمیان ائیں ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں ہتھیار لے رکھا تھا انھوں نے شھداء اسلام کے کان ناک اور انکھ کاٹ ڈالے ، یہ کاٹے ہوئے اعضاء اتنے زیادہ تھے کہ ھندہ نے مجاھدوں کے کان اور ناک کا گلو بند اور دست بندبُن کربنا لیا ،اس عورت نے وحشی کی اس خدمت کے صلے میں اپنا دست بند اور اپنے سینہ کا زیور اسے بخش دیا_

پھر وہ حضرت حمزہ کی لاش پر ائی پھر اس نے رسول (ص) کے چچا شیر خدا کا پہلو چیرا اور اپ کا جگر نکال کر انتہائی سنگ دلی کے ساتھ اسے منھ میں رکھ کر دانت سے کاٹاتاکہ نگل جائے لیکن وہ نگل نہ سکی مجبوراً اسنے منھ سے باہر نکالا اسی شرمناک حادثہ کی وجہ سے اسکا لقب جگر خوار ہو گیا وہ اپنے اس کرتوت کے بعد ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئی اور یہ اشعار پڑھنے لگی

ہم نے تم سے جنگ بدر کابدلہ لے لیا
جنگ کے بعد جنگ کی اگ بھڑکتی ہے

مجھے عتبہ کی موت پر ہرگز چین نہیں .... نا اپنے بھائی نہ اپنے چچا شیبہ اور نہ اپنے فرزند حنظلہ کی موت پر اب میرے دل کو شفاء حاصل ہوئی ہے

میں اپنی تمام عمر وحشی کی شکر گزارر ہونگي یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں گھل کر مٹی ہو جائیں

_اسکے جواب میں بنی ہاشم کی ایک خاتون ھند بنت اثاثہ نے یہ اشعار کہے

تو جنگ بدر میں بھي، اور اسکے بعد بھی ،ذلّت اور پستی میں بتلا ہوئی

اے ذلیل کفر کی بیٹي

اللہ تجھے روزی پہونچائے کہ تو بنی ہاشم کی اپی ہوئي تلواروں کا سامنا کر سکے

حمزہ ہمارا بہادر شیر تھا اور علی بھی تیز چنگل والا

جس وقت تیرا باپ اور چچا،ہمارے قتل کی فکر میں تھا تو ان لوگوں نے ان کے گلے کو خون میں اغشتہ کردیا

یہ تیری منحوس نظر تھی_ہائے کیسی منحوس نظر تھی

جنگ احد کے بعد ایک شخص حلیس جو اپنے قبیلہ کا رئیس تھا یہ اپنے قبیلے کا سردار اور قریش کا حلیف تھا اس شخص نے میدان جنگ میں ابو سفیان کو دیکھا کہ حضرت حمزہ کی لاش پر کھڑا ہے اور اپنے نیزے سے انکی لاش کو جھجھوڑ کر کہہ رہا ہے_

موت کی تلخی چکھ لو ،اے وہ کہ تم نے رشتہ داری ختم کردی تھی اسکا مطلب یہ تھاکہ تمھیں اس بات کی سزا ملی ہے کہ تم مسلمان ہوگئے ،قبیلہ قریش سے علحدہ ہوگئے اور تم نے قریش سے جنگ کی_

حلیس [۱۷] نے یہ ذلیل حرکت دیکھی تو چلاّنے لگا_ اے قبیلہ قریش کے لوگوں_ذرا ابو سفیان کی یہ کمینی حرکت تو دیکھو یہ قریش کا بزرگ کہاجاتا ہے ،ذرادیکھو تو کہ اپنے چچا کے فرزند کی لاش کے ساتھ کیا برتاو کر رہا ہے ،جو خاک پر پڑی ہوئي ہے_ [۱۸]

ابو سفیان نے اس سے کہا :

تجھ پر افسوس ہے_ اس وقت تونے جو میری حرکت دیکھی اسے لوگوں سے بیان نہ کرنا ،یہ مجھ سے لغزش ہو گئي ،پھر ابو سفیان پہاڑ پر چڑھ کر چلاّنے لگا ھم نے کیا اچھا کام کیا ،ہمیشہ جنگ کے دورخ ہوتے ہیں ،اج کا دن جنگ بدر کا بدلہ ہے_

پھر اس نے آواز لگائي اعل ھبل یعنی ھبل کے جے ہو [۱۹]

۱۷_ حلیس علقمہ ابن عمرو،ارقم کنانی کا فرزند تھا انھوں نے قبیلہ ء بنی مصطلق اور بنی ہون سے معاھدہ کر رکھا تھا اسی لئے اس پہاڑ کا نام کوہ احابیش مشہور ہوگیا

۱۸_ سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۶۰۹، طبری ج ۲ ص ۵۲۷، ابن اثیر ج ۲ ص ۱۱۱

۱۹_ طبری ج ۳ ص ۵۲۶ ، انساب الاشراف ج ۱ ص ۳۲۷

رسول خدا (ص) نے حکم دیا کہ اس کے جواب میں کہا جائے اللہ اعلی واجل_ اللہ برتروبلند ہے

ابو سفیان نے مسلمانوں کے توحید پرستانہ آواز کا جواب دیا "الا لنا العزی ولاعزّی لکم" اگاہ ہو جاو کہ ہمارے پاس تو عزی جیساخدا ہے اور تمھارے پاس عزی نہیں_

رسول(ص) خدانے حکم دیا کہ جو اب میں کہو "اللہ مولانا ولا مولالکم "اللہ ہمارا سرپرست ہے اور تمھاراکوئي سرپرست نہیں واپس جاتے ہوئے ابو سفیان نے آواز لگائي اگلے سال ہم بدر کے کنووں پر انے کاوعدہ کرتے ہیں رسول اللہ (ص) نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیاکہ تم آواز دیدو ......ہاں_ائندہ سال ہم بدرپر انے کاوعدہ کرتے ہیں ،ابو سفیان اپنے قریشی ساتھیوں کے ساتھ میدان احد سے چلا گیا لیکن کچھ دن بعد اس نے خیال کیا کہ مسلمان شکست اور کمزوری سے دچار ہیں اس لئے دوبارہ مدینہ کی طرف پلٹا ،تاکہ مسلمانوں کاخاتمہ کردے رسول(ص) اللہ کوجب یہ خبر ملی تو اپ نے جنگی مسلمانوں کے ساتھ، شہر سے باہر اکر جنگ کے لئے تیار ہو گئے ،یہ دیکھ کر ابو سفیان کے ساتھیوں پر خوف کابھوت سوار ہو گیا اور وہ مجبور ہو کر واپس چلے گئے_

ھندہ جنگ احد میں

جنگ احد میں ھندہ کاکردار شوہر سے زیادہ سنگین تھابنیادی طور سے اس نے جنگ بھڑکانے اور تبلیغ سے اس اگ کو پھیلانے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھاچنانچہ وہ اس جنگ میں عورتوں کو بھی اپنے ساتھ لے ائي تھی تاکہ قریش کی حمیت کو ابھارے ،جیساکہ ہم نے دیکھاکہ جنگ کے بعد بھی اس نے شیر اسلام حضرت حمزہ کاجگر نکال کرچبانا چاہا ،اس نے اس جنگ میں اشعار بھی گنگنائے جس سے اس کے شدید کینئہ دیرینہ کاپتہ چلتا ہے ،بعض اشعار کو ہم نے ابھی درج کیا ہے اب یہاں کچھ اور بھی اشعار نقل کئے جاتے ہیں_

جنگ احد میں میرے دل کو ٹھنڈک ملی اور حمزہ کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے مجھے بڑی راحت ملی ،جب ہم

نے انکاپیٹ چیرااور جگر باہر نکالا اس برتاو سے میرے احساس کو چین ملا جو کچھ ہمارے سینے میں اندوہ پل رہا تھا جو خود میرے وجود کو جلا رہا تھا جنگ بھڑکتی رہی اور اپنی اگ کے ساتھ تم پر ٹوٹ پڑی اور ہم شیرنی کی طرح تم پر حملہ اور ہوئے جنگ کے بعد ایک مسلمان نے انصار کے بزرگ شاعر حسّان ابن ثابت سے کہا:

اے کاش اپ نے ھندہ کے وہ اشعار سنے ہوتے جو اس نے ایک اونچے پتھر پر چڑھ کر پڑھے تھے اور شھید راہ خدا حضرت حمزہ پر ڈھائے گئے مظالم کا فخر سے تذکرہ کیا تھا ۔

حسّان نے کہا کہ تم اسکی باتوں کو مجھ سے بیان کرو میں اس کا جواب دونگا وہ انصاری ھندہ کے اشعار پڑھنے لگا حسّان نے اپنے بہترین شعروں میں ھندہ کی شرمناک حرکتوں کا ان اشعار میں جواب دیا ۔

اس پست فطرت عورت نے کیا کیا بدمعاشیاں کیں اسکی تو عادت ہی یہی ہے وہ ہمیشہ کی پست فطرت ہے اسکی اس پستی کے ساتھ کفر بھی ہے ۔

مشہور سیرت نگار ابن ھشام نے اس کا صرف ایک ہی شعر لکھ کر باقی اشعار چھوڑ دئے ہیں ، انھوں نے لکھا ہے کہ میں نے حسان کے تمام اشعار اس لئے نہیں لکھے کہ انھوں نے اپنے شعروں میں ھندہ کو بہت برا بھلا کہا ہے ۔

لیکن طبری نے ان متذکرہ اشعار کے علاوہ قافیہ راء میں گیارہ شعر اور بھی لکھے ہیں

خداوند عالم ھندہ پر لعنت کرے اور اسکے شوہر کو بھی لعنت میں گرفتار کرے

اے ھندہ تو مردوں کے درمیان ناچتی ہوئی میدان احد میں ائی حالانکہ تو اونٹ پر ہودج میں سوار تھی وہ ایسا سخت اونٹ تھا کہ تازیانہ اور شور فریاد سے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا ۔

اپنے باپ اور بیٹے کے انتقام میں ، جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے ، تو میدان جنگ میں چلی ائی ، اور اپنے چچا کے انتقام میں جو اسی جنگ میں برہنہ خاک خون میں اغشتہ پڑا ہوا تھا

اور اسی طرح تو اپنے بھائی کے انتقام میں ،جو ایک گڑھے میں چند مقتولوں کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔

ہاں۔اپنے ان کرتوتوں کو تونے فراموش کر دیا، جو تجھ سے سرزد ہوئے تجھ پر افسوس ہے یہ ایسی کمینی حرکت تھی کہ زمانہ ہمیشہ یا د رکھے گا۔

اخر کار تو ذلّت کے ساتھ واپس ہوئی پھر تو اپنا انتقام بھی نہ لے سکی اور کامیابی بھی نہ پاسکی۔

دائیوں نے کہا ہے کہ، ھندہ نے زنا سے ایک معمولی بچہ پیدا کیا ہے حسّان کے دوسرے اشعار بھی قافیہ دال میں ہیں،جو ان کے دیوان میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ بچہ بطحا کی سرزمین کے ایک گوشے میں پڑا ہے

یہ کس کا بچہ ہے ؟

یہ بچہ جو زمین پرپڑا ہے جسے جھولا بھی میسّر نہیں

اسکو ایک جوان اور خوبصورت عورت نے جنم دیا ہے

وہ صبح سویرے روتی گاتی ہوئی اپنے عاشق صباح کے پاس گئی

ہاں۔اے ھندہ تو کس قدر غصہ میں بھر گئی ہے ،کوئی محترم عورت جب بھی اپنے کو معطر کرنا چاہے تو ملک ھند کا بہترین عطر استعمال کرے۔

یہ بچہ اپنی ماں ھندہ سے کتنی مشابہت رکھتا ہے

لیکن اپنے سیاہ فام باپ صباح سے زیادہ مشابہ ہے

اس کمینی عورت کی ہمیشہ سے سرکشی اور طغیان کی عادت تھی

وہ دانت سے ہڈّی چباتی رہتی تھی

اپنے ہجو امیز شعر میں حسان نے اسطرح توصیف کی ہے ،

یہ بچہ جو صحرا میں پڑا ہوا ہے کس کا ہے ؟

یہ اجیاد کے ریگزاروں میں زمین پر ڈھیر ہے

اسے دردزہ لاحق ہوا پھر اس نے بچہ پیدا کر دیا

حالانکہ اسکی کوئی قابلہ نہیں تھی

صرف صحرا کے درندے تھے اور جنات
وہ بن باپ کے بچوں کے درمیان بیابان میں پڑے ہیں
انہیں میں ایک بچہ ہے جو اپنی ماں سے زیادہ مشابہ ہے
وہ عورت ولادت کی تکلیف سے کمزور آواز میں کہہ رہی تھی

اے کاش۔میں اونٹ چراتی رہتی اور اج اس حالت سے دوچار نہ ہوتی ، اس بچے کو زمین پر ڈال کریوں ہی چھوڑ دیا، حالانکہ اسکی قابلہ اور باپ دونوں قبیلہ کے سردار تھے۔

مشہور سیرت نگار ابن ھشام نے تیس ۳۰ سے زیادہ قصیدے جنگ بدر کے بارے میں لکھے ہیں ، اور انہیں تاریخوں میں نقل کیا گیا ہے ،ان قصیدوں میں ھندہ اور ابو سفیان کی ہجو کی گئي ہے۔[۲۰]

جنگ خندق میں ابو سفیان کی قیادت

چوتھی صدی ہجری کے ماہ شعبان میں رسول خدا(ص) نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرزمین بدر پر کوچ کیا کیونکہ اپ نے مشرکین سے قبل ازیں ایسا ہی عہد کیا تھا ادہر ابوسفیان بھی مکہ والوں کے ساتھ اپنے شہر سے باہر نکلا لیکن تھوڑا راستہ طے کر کے شرمندہ ہو کر واپس گیا ابو سفیان نے واپس ہوتے ہوئے قریش سے کہا :

اے گروہ قریش۔یہ جنگ اسی سال تمہیں راس ائیگی جبکہ صحرا میں شادابی رہے ، لیکن کیا کیا جائے کہ ہم لوگ اس سال خشک سالی میں گرفتار ہیں ، ہم تو واپس جاتے ہیں تم بھی واپس جاو۔

سبھی اس کی پیروی کرتے ہوئے واپس ہو گئے یہ سوچ کر کہ دوسری جنگ کیسے برپا کی جائے ، کچھ زمانہ بیت گیا اور پانچویں صدی ہجری اگئي ، اس سال قبیلہ قریش نے ابو سفیان کی قیادت میں بہت زیادہ جوش وخروش کا مظاہرہ کیا بہت سے گروہ اس کے گرد جمع ہوگئے جو قریش کے حلیف تھےیھودی اور قریش ابو سفیان کی رہبری میں تھے اس طرح ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا اور ان سب نے عہد کیا تھا کہ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھیکا جائے ، مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا اور سلمان فارسی کی رائے کے مطابق جو ایران کے دانا تھے رسول(ص) اسلام نے حکم دیا کہ مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی جائے بہت سے لوگ مدینہ میں پہنچ گئے ، اور اس طرح دفاعی خندق کھودی گئي سارا شہر ، دشمن کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا

۲۰۔ سیرہ ابن ھشام ج ۳ ص ۶۶۷

ابو سفیان اور اس کی فوج نے مدینہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ کیا لیکن خندق کی وجہ سے ان کی عقل گنگ ہو گئیں اس درمیان دو ایک جھڑپیں ہوئی کبھی کبھی دشمنوں کا کوئی بہادر سپاہی خندق عبور کر جاتا تھا تاکہ مسلمانوں کی صف کے قریب پہنچ جائے انھیں میں سے ایک شخص عمرو ابن عبدود تھا جو عرب کا مشہور جنگجو سمجھا جاتا تھا اسنے خندق کے پاس اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اسلامی فوج کے سامنے اکے جم گیا ، وہ رجز پڑھ کر مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا _

سبھی موت کے ڈرسے بولنے یا اگے بڑھنے کی جرات نہیں کر رہے تھے اخر کار امیر المومنین (ع) کے سوا اس کا سامنا کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی امام (ع) نے عمرو ابن عبدود کو ایک ہی جھڑپ میں اپنی خدائی طاقت سے اسے قتل کر ڈالا _

چونکہ عمرو قتل کر دیا گیا تھا ،دوسرے یہ کہ محاصرہ کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا کیونکہ رسول (ص) اکرم نے اس سلسلے میں خاص تدبیر اپنائي تھی اس سبب سے یہودیوں نے جنگ سے علحدگی اختیار کرلی اس درمیان بہت تیز ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگی یہاں تک کہ قریش اور ان کے مددگاروں کے خیمے اکھڑ گئے اگ ٹھنڈی ہو گئي گھوڑے اور اونٹ صحرا کی طرف بگٹٹ بھاگ گئے اب تو سارے لشکر کا تیا پانچہ ہو گیا _

ابو سفیان اس صورت حال سے بہت زیادہ گھبرا گیا سرداران لشکر کو مشورے کے لئے بلا کر کہا کہ اے قریش تمہارے خدا کی قسم تم ایسی سرزمین پر ہو کہ زندگی محال ہے تمہارے گھوڑے اور اونٹ ختم ہو گئے بنی قریظہ کے حلیف جو ہمارے حلیف تھے انھوں نے بھی منھ موڑ لیا اب تو ناگوار صورت حال پیش اگئي ہے ، تم بدلی ہوئی ٹھنڈی ہوا دیکھ ہی رہے ہو ہم سخت پریشانی میں بتلاہیں ہماری اگ بھی ٹھنڈی ہو چکی ہے خیمے بھی اکھڑ چکے ہیں اس لئے میں مصلحت اسی میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم لوگ یہاں سے کوچ کر جائیں یہاں سے کوچ کرو ہم بھی چلنے پر امادہ ہیں اسی اندھیری رات میں قریش اور اس کے حلیفوں کا لشکر مکہ کی راہ پر چل پڑا[۲۱] ، ابو سفیان گھبراہٹ میں بھاگنے پر اس قدر امادہ تھا کہ اس نے اونٹ کے بند بھی نہیں کھولے وہ بھاگنے کی جلدی میں تھا _

اس طرح عظیم جنگ خندق یا جنگ احزاب ابو سفیان کی تمام کوششوں کے باوجود بے نتیجہ رہی اور مشرکوں کا زبر دست لشکر اپنی عددی زیادتی کے باوجود دین خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا _

۲۱_ سیرہ ابن ھشام ج ۳ ص ۷۱۵

کمزوری کا احساس اور صلح کی پیش کش

اسلام مخالف گروہوں کی کمزوری اوران کی جمیعت کا تتر بتر ہونا اسلام کی عزت وشوکت کے بڑھانے میں معاون ہوا اوراب مسلمان جزیرۃ العرب میں ایک جانی پہچانی طاقت سمجھے جانے لگے مسلمانوں کی تعداد اور ان کی اقتصادی اور حکومتی طاقت روز بروز بڑھتی گئي ۔

ہجرت کے ساتویں سال رسول(ص) اکرم نے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار اصحاب کے ساتھ زیارت خانہ کعبہ کے لئۓ مکہ کوچ فرمایا سر زمین مکہ پر مسلمانوں کا داخلہ قریش کے لئۓ سخت ناگوار تھا کیونکہ مسلمانوں کو مراسم حج میں شامل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کی طاقت کو تسلیم کر لیں ، اس لئۓ انھوں نے مکہ میں داخلے سے روکا ، رسول (ص) اکرم نے بھی بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ عدم تعرض کے ایک معاھدے پر امادگی ظاہر کی اور مسلمانوں کو واپس چلنے کا حکم دیا ، یہ معاھدہ اگرچہ بظاہر مکہ والوں کے حق میں تھا اسی لئۓ بعض ظاہر پرستوں نے اعتراض بھی کیا لیکن اس طرح مشرکین نے نادانستہ طور پر یہ معاھدہ تسلیم کرکے اسلامی طاقت کو عربستان میں قبول کر لیا اور یہ بات پورے طور سے اسلام کے حق میں تھی ، اس معاھدے کی رو سے رسول(ص) اسلام اپنے دوسرے دشمنوں کا سر کچل سکتے تھے جیسا کہ جنگ خیبر اسی وجہ سے واقع ہوئي اور مسلمانوں کو یہ موقع مل سکا کہ وہ اپنے مخالفوں کو جڑ سے اکھاڑ پھیکیں اوریہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا سدّ باب کر سکیں ۔

اس وقت صحرائے عرب میں قریش کے علاوہ اسلام کا کوئي بڑا دشمن نہیں تھا ، وہ بھی اس معاھدے کی وجہ سے اسلام کے خلاف کوئي خطرناک اقدام نہیں کر سکتے تھے اس طرح اسلام نے تیز رفتاری کے ساتھ سارے عرب کو اپنے قبضہ میں کرلیا ۔

صلح حدیبیہ کے بعد ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ صلح نامہ کی ایک شرط مشرکین مکہ نے توڑ دی ۔

اب رسول(ص) اسلام نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس جاہلیت اور کفر کا اخری قلعہ بھی ڈھا دیا جائے فتح مکہ نزدیک

تھا ، ابو سفیان نے روزافزون ناقابل شکست اسلامی طاقت کو سمجھ لیا تھا اس لئے وہ تجدید پیمان کے لئے مدینہ آیا لیکن رسول خدا(ص) نے اس دیرینہ دشمن اسلام کو جو انتہائي خوفزدہ ہونے کی وجہ سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کررہا تھا قبول نہیں فرمایا:

دوسرے دن ابو سفیان امیرالمومنین (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا ، اے ابو الحسن، میں سخت ذہنی کشا ئشے کا شکار ہوں میری نجات کی راہ بتائیے

امام (ع) نے فرمایا خدا کی قسم میں تیری نجات کا کوئي راستہ نہیں جانتا ، لیکن تو قریش کا چودھری اور ان کا ہم پیمان ہے خود ہی اٹھکر جا اور لوگوں سے معاھدے کر اور پھر اپنی سرزمین پر واپس جا _

ابو سفیان نے پوچھا، کیا اپ کے خیال میں اس سے مجھے کوئي فائدہ پہنچے گا _

امام (ع) نے فرمایا _ نہیں _ لیکن اس کے سوا دوسرا کوئي راستہ بھی نہیں ابو سفیان وہاں سے اٹھکر مسجد میں آیا اور پھر وہاں مسلمانوں کے درمیان چلّایا _

اے لوگو _ میں تم لوگوں سے عدم تعرض و مسالمت کا معاھدہ کرتا ہوں پھر وہ وہاں سے باہر نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھکر مکہ کی طرف چلا گیا _ (۲۲)

مکہ فتح ہوگیا

ابوسفیان اس زمانے میں _ یعنی جب جاہلیت اخری سانس لے رہی تھی یہ شخص مشرکین کا ایک زبردست فوجی افسر سمجھا جاتا تھا وہ صرف یہی نہیں کہ قریش کی قیادت کرر ہا تھا بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام قبائل بنی کنانہ قریش اور اس کے حلیفوں نے اس کے ریاست و بزرگی کو مان لیا تھا وہ انھیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا اور جنگی کاروائي کے نقشے بھی مرتّب کرتا تھا یا پسپائي کی صورت میں پیچھے ہٹنے یا صلح کرنے کا بھی مجاز تھا _ جنگ بدر میں سرداران قریش کے قتل ہو جانے کے بعد تمام ریاست و قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی _

یہ بزرگی ایسی مستقل تھی کہ جس وقت مجاہدین اسلام نے مکہ میں قدم رکھا اور اس شہر کو قریش کے چنگل سے

۲۲_ سیرہ ابن ھشام ج ۴ ص ۷۵۴

ازاد کرایا اسی دن سے ابو سفیان کی قیادت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئي اور رسول(ص) اکرم کے اختیار میں الگئي جس طرح کے عرب کے بے شمار بت رسول(ص) اکرم کے حکم کے مطابق امیرالمومنین(ع) کے ہاتھ سے ٹوٹ پھوٹ کر ستیاناس ہو گئے _

جس وقت پیغمبر(ص) اسلام دس ہزار مجاہدوں کے ساتھ پرچم توحید کے سایہ میں مکہ کے قریب پہنچے تو انحضرت(ص) کے چچا عباس اپنے مخصوص اونٹ پر سوار اگے تھے تاکہ کوئي مل جائے تو اسے پیغامبر کے عنوان سے مکہ والوں کے پاس بھیجا جائے انھیں خطرہ بھی تھا اس لئے وہ چاہ رہے تھے کہ کسی کو رسول(ص) اکرم کے پاس بیھج کر انحضرت(ص) سے امان کی درخواست کریں عباس نے راستہ میں تین بزرگان قریش سے ملاقات کی ابو سفیان بھی انھیں میں تھا یہ شہر سے نکل چکے تھے تاکہ حالات اور خطرات کو معلوم کرکے اس کا تدارک کر سکیں عباس نے ابو سفیان سے کہا خدا کی قسم اگر مسلمان تجھے پا گئے تو یقینی طور پر قتل کر دینگے ، اس کے بعد عباس نے اسے رسول(ص) اکرم کے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور سیدھے پیغمبر(ص) اسلام کی خدمت میں آئے جیسے تیسے راستہ طے ہو گیا جس وقت ابو سفیان نے رسول(ص) اکرم کے خیمہ میں پہونچ کرسلام کیا انحضرت(ص) نے فرمایا:

اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ تو سمجھ سکے اور مان لے کہ خدائے واحد کے سوا کوئي خدا نہیں _

ابو سفیان نے عرض کیا ، میرے ماں باپ اپ پر قربان ، اپ کتنے حلیم اور با عظمت ہیں ، کس قدر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ ء رحمی کرنے والے ہیں ، خدا کی قسم میں سوچتا ہوں کی اگر اللہ کے سوا کوئي خدا ہوتا تو ضرور مجھے فائدہ پہنچاتا _

رسول(ص) خدا نے فرمایا: اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے ، کیا وقت نہیں آیا ہے کہ سمجھ سکے میں خدا کا رسول ہوں _

اس نے عرض کی ، میرے ماں باپ قربان ، اپ کتنے عظیم و حلیم ہیں ، اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کرنے والے ہیں مجھے اس مسئلہ میں کچھ شک اور تردد ہے _

عباس نے خطرے کا احساس کر لیا تھا ، وہ دھاڑے _ اے ابو سفیان تجھ پر افسوس ہے اسلام قبول کرلے اپنے کو موت کے چنگل میں مت ڈال _

ابو سفیان نے اسی لمحہ خوف اور مجبوری کے عالم میں کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور بظاہر اسلام لے آیا _ (۲۳)

۲۳_ اگے کے صفحات میں ہم بیان کرینگے کہ ابو سفیان نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا تھا اور اس کے دل میں کفر چھپا ہوا تھا

جیسے ہی ابو سفیان نے اسلام قبول کیا عباس نے انحضرت (ص) سے ابو سفیان کے بارے میں امتیازی سلوک کی درخواست کی ،یعنی یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو بھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسکو امان ہے_

انھوں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ افتخار و شہرت کو پسند کرتا ہے لہذا اس کی دلجوئي کے لئے یہ اعلان ضروری ہے، پیغمبر(ص) اسلام نے اعلی ظرفی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے سخت ترین دشمن دیرینہ کو جوبظاہر اسلام لاچکا تھا امن کا گھر قرار دیتے ہوئے اعلان کیا ، ہاں_ جو شخص بھی ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے وہ امن میں ہے ، اور جو شخص اپنا گھر بند کر کے رہے وہ بھی امن میں ہے ،جو شخص خانہ خدا میں پہنچ جائے وہ امان میں ہے ، اور جو شخص بھی ہتھیار ڈال دے وہ ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہے_

اسلامی لشکر نے اپنے اطراف گاہ سے کوچ کیا تا کہ مکہ کا اخری فاصلہ طے کیا جا سکے ، اور شرک کے مرکز کو توحید پرستی میں تبدیل کیا جا سکے _

رسول(ص) اکرم کا حکم بجالایا گیا تمام مسلمانوں کے قبائل اور گروہ جنگی اسلحے سے اراستہ ہو کر عبور کر رہے تھے ،جب بھی کوئي قبیلہ گزرتا تھا ،تو ابو سفیان عباس سے پوچھتا تھا کہ یہ کون سا قبیلہ ہے_ عباس نے مثلاً کہا کہ یہ قبیلہ بنی سلیم ہے_

تو ابو سفیان انتہائي تھکے تھکے لہجے میں کہتا تھا ،مجھے قبیلہ بنی سلیم سے کیا سروکار ؟ یعنی بنی سلیم کا قبیلہ مجھ سے جنگ کے لئے کیوں آیا ہے ،مجھے تو ان سے کوئي اختلاف نہیں تھا_

تمام قبائل اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ رسول خدا(ص) مہاجرین و انصار کے ساتھ یعنی اپنے خاص اصحاب کے ساتھ اس کے سامنے سے گذرے ان مجاہدوں کے تمام بدن فولاد سے ڈھکے ہوئے تھے صرف انکھیں کھلی ہوئي تھیں_

ابوسفیان نے پوچھا_ یہ کون لوگ ہیں ؟

عباس نے جواب دیا ، یہ خدا کے رسول(ص) ہیں مہاجرین و انصار کے درمیان

ابو سفیان نے کہا_ کہ کسی کو بھی اس لشکر سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے تمہارے بھتیجے نے تو بہت

عظیم بادشاہی قائم کرلی ہے_

عباس نے کہا: اے ابو سفیان یہ خدا کی جانب سے نبوت و رسالت ہے یہ بادشاہی نہیں ہے_

ابو سفیان نے کہا_ہاں ایسا ہی ہے

اس وقت عباس نے ابو سفیان کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور خود لشکر میں شامل ہو گئے_

ابو سفیان نے بھی، جس قدر جلد ہو سکا اپنے کو مکہ میں پہنچایا اور تیزی سے مسجد الحرام میں پہنچ کر آواز دی_

اے قریش_ یہ محمد (ص) ہیں کہ جن کے اصحاب بے شمار ہیں یہ تمہاری طرف ارہے ہیں اگاہ ہو جاو کے جو بھی ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا_

اس وقت ابو سفیان کی زوجہ ھندہ اپنی جگہ سے اٹھی_ اس نے اپنا ہاتھ اورچہرہ چھپا رکھا تھا زور سے چلاّئی، اس گوشت کے لوتھڑے کو قتل کرڈالو، ناس جائے تیرے جیسے خاندان کا_

ابو سفیان نے اپنی زوجہ کی بات پر توجہ نہیں دی، دوبارہ کہا_یہ عورت تمہیں فریب نہیں دے انحضرت (ص) ایک لاتعداد فوج کے ساتھ تمہاری طرف ارہے ہیں، جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا اسے امن مل جائیگا، لوگ چلاّنے لگے خدا تجھے قتل کرے تیرے گھر میں ہم سب کے سب کیسے سماسکتے ہیں؟ ابو سفیان نے کہا کہ، جو شخص بھی اپنا گھر بند کر لے وہ امان میں ہے، جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امن پائیگا، لوگ مسجد الحرام کی طرف جانے لگے، ذرا دیر گزری تھی کہ رسول اکرم (ص) (ان پر اور ان کے خاندان پر صلوات) اسلحوں سے لیس فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور تیزی سے خانہ کعبہ کے پاس پہنچ گئے، اپ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ایک طویل تقریر کی، اخر میں اپ نے قریش کو مخاطب کرکے فرمایا: تمہیں سوچو کہ میں تمہارے بارے میں کیا کروں گا_

سب نے کہا کہ ہمیں اپ سے بھلائی ہی کی امید ہے، اپ عظیم بھائی اور عظیم بھائی کے بیٹے ہیں_

اپ نے فرمایا_"اذھبو فانتم الطلقاء ...."جاو کہ تم سب ازاد ہو[۲۴]_

۲۴_ سیرہ ابن ھشام ج۴ ص ۸۷۰، طبری ج۳ ص ۶۱

وہ دن ایک روشن ودرخشاں اور عمیق اعلی ظرفی کے دن کی طرح گذر گیا ،رسول اکرم (ص) نے اپنے اول درجہ کے دشمنوں کو جنھوں نے سالہاسال تک اپ اور اپ کے اصحاب کو برا بھلاکہا تھا شکنجہ وازار دیا تھایہاں تک کہ انھیں قتل کیا تھا ،سالھاسال تک اپ سے ہر طرح جنگ کی تھی اپ نے ان سبکو بخش دیااور یہ بخشش بھرپور طاقت وقوت کے بعد تھی ـ

البتہ یہ اعلی ظرفی سے بھرپور بخشش چند سال کے بعد اپنی شکل وصورت بدل چکی تھی طلقاء کالفظ قریش اور ان کے بچوں کے لئے شرمناک دھبہ بن گیا تھا ،یعنی یہ لوگ ازاد کئے گئے ہیں ،یہ لوگ فتح مکہ کے دن ازاد کئے گئے تھےپھر تو بعد میں انھیں اسی لفظ طلقاء سے مذمت کی جانے لگی ـ

ابو سفیان اسلامی معاشرے میں

رسول اسلام(ص) نے تقریر کرنے کے بعد خانہ ء کعبہ کاطواف کیا ،ابو سفیان وہیں ایک گوشہ میں کھڑا طواف کعبہ کے منظر کو بغور دیکھ رہا تھا ،جب اس نے مشاہدہ کیا کہ مسلمان کس قدرجوش و خروش کے ساتھ رسول خدا(ص) کے پیچھے خانہ خداکے گرد طواف اور گردش کر رہے ہیں تو تیزی سے اسکے دل میں یہ خیال گزراکہ کیا اچھا ہو کہ میں دوبارہ لوگوں کو محمد (ص) کے خلاف بھڑکا دوں ـ

رسول اکرم (ص) نے اس کی طرف رخ کرکے اسکے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس دن اللہ تجھے ذلیل وخوار کرے گا ـ

ابو سفیان نے کہا ـ میں خدا سے رجوع کرتا ہوں اور اسکی مغفرت کا طلبگار ہوں ،اور میں نے تو صرف سوچا ہی تھا ؟

دوبارہ اس نے دل میں کہا کہ میں نہیں جانتا محمد (ص) کس وجہ سے مجھ پر فتح پا گئے ـ

رسول (ص) اسلام نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: خدا کی طاقت سے میں تجھ پر فتحمند وکامران ہوا اس وقت ابو سفیان نے مجبور ہو کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اپ خدا کے رسول ہیں [۲۵]

۲۵ـ تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۴ ، اصابہ ج ۲ ص ۱۷۲ ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ شمسی

فتح مکہ کے بعد رسول(ص) اکرم حنین کی طرف روانہ ہوگئے ،تاکہ ہوازن سے جنگ کر سکیں اپکے ہمراہ کچھ قریش کے افراد بھی تھے_

مشہور مورخ مقریزی لکھتا ہے:

مکہ کہ وہ لوگ جو ظاہری طورپر مسلمان ہوئے تھے انحضرت(ص) کے ساتھ حنین گئے وہ اس انتظار میں تھے کہ دونوں گروہوں میں سے کون کامیاب ہوتا ہے تاکہ اسکے ساتھ مخالف گروہ کامال غنیم لوٹ سکیں ان میں ایک ابو سفیان بن حرب تھاجو اپنے فرزند معاویہ کو بھی ساتھ لے گیا تھا یہ دونوں اپنے ہمراہ اپنے ترکش میں ازلام بھی لائے تھے_

ابوسفیان لشکر اسلام کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا ،جوکچھ بھی لشکر والوں کاسامان زمین پر گرتا تھا_

جیسے ڈھال یانیزہ یاکوئی دوسری چیز اسے زمین سے اٹھا لیتا تھا ،یہاں تک کہ اسکا اونٹ ناقابل برداشت بوجھ سے بھر گیا [۲۶]

واقدی کہتا ہے کہ حنین وہ جگہ ہے جو مکہ سے تین شبانہ روز کے فاصلہ پر واقع ہے [۲۷]

اس سرزمین پر اعراب عدنانی سے ایک طاقتور قبیلہ زندگی گزار رہاتھا جوبنام (ہوازن) مشہور تھے [۲۸]

لشکر اسلام اپنی تمام طاقتوں کے باوجود اغاز جنگ میں ہوازن کے مدمقابل زیادہ کامیاب نظر نہیں آیا_کیونکہ مسلمان تنگ راستوں سے اگے بڑہے تو ناگہانی حملہ کاشکار ہوگئے اور لشکر میں بھگدڑ مچ گئی ،پیغمبر(ص) اسلام کے پاس معدودے چند مسلمانوں کے کوئی باقی نہ رہا جن میں ایک امیرالمومنین (ع) اوردوسرے عباس بن عبد المطلب ثابت قدم رہے [۲۹]

۲۶_ متاع الاسماع ص ۴۰۵ مطبوعہ مصر

۲۷_ معجم البلدان ج۲ ص ۳۱۳ مطبوعہ بیروت

۲۸_ جمہرة انساب العرب ص ۲۵۴_۲۵۲ مطبوعہ مصر

۲۹_ المغازی ج۳ ص ۳۰۰ ، یعقوبی ج۲ ص ۴۷ ، انساب الاشراف ج۱ ص ۳۶۵

اس ہنگامی حالات میں چند بزرگان قریش جو تازہ مسلمان ہوئے تھے انھوں نے اپنی زبان پر ان کلمات کو جاری کیا کہ جسکو ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں ذکر کیا ہے ،وہ لکھتا ہے جب مسلمانوں نے فرار اختیار کیا تو وہ لوگ جو مکہ سے انحضرت (ص) کے ساتھ ہوئے تھے جب انھوں نے اس منظر کو دیکھا تو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کر دیا جیسے ابو سفیان نے کہا تھا "لاتنتهی هزیمتهم دون البحر" ابھی کیا ہے یہ لوگ شکست کھاکر سمندر تک بھاگیں گے ـ

یہ اس وقت بھی جاہلیت وکفر کی علامت ازلام کو ساتھ میں رکھتا تھا ، ازلام لکڑی کا ایک تیر تھا جو کفار قریش خاص موقعوں پر فال نکالنے کے کام میں لاتے تھے ، حالانکہ یہ خود جاہلیت عرب اور بت پرستی کی کھلی ہوئی نشانی ہے ـ

قران کریم نے اصنام جاہلی کے ساتھ ساتھ اسکی بھی بڑی مذمت کی ہے [۳۰]

ایک دوسرے سردار قریش نے کہا ـ ہاں اب جادو اور سحر ٹوٹ گیا ـ

فرمان رسول (ص) اور فریاد عباس نے مسلمانوں کو جو دشمن کے ناگہانی حملہ سے بھاگ گئے تھے واپس بلا لیا ، اور دشمن پر حملہ اور ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دشمن اسلام کو منھ کی کھانی پڑی اور اسلام کو شاندار فتح حاصل ہوئی ـ

اس جنگ میں جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس کا زیادہ تر حصہ ان تازہ مسلمانوں پر تقسیم کیا گیا کیونکہ قران کے مطابق یہ لوگ مولفتہ القلوبھم سمجھے جاتے تھے ، خداو رسول (ص) کا نقطہ نظر یہ تھا کہ انھیں مادی فائدے

۳۰ـ سورہ توبہ ، سورہ مائدہ آیت ۹۰

پہنچاکر دین خداکی طرف سے انکا دل نرم کیا جائے ،اسی غرض سے ان سبھی تازہ مسلمانوں کو سو اونٹ بخشے گئے ،ابو سفیان و معاویہ نے بھی ۱۰۰_ ۱۰۰_ اونٹ لئے اور کچھ زیادہ مقدار میں چاندی بھی لی ،ابو سفیان نے رسول(ص) اکرم کا یہ سلوک دیکھ کر کہا ،خداکی قسم میرے ماں باپ اپ پر فدا ہو جائیں اپ ایک عالی ظرف انسان ہیں جسوقت میں نے اپ سے جنگ کی اپ بہترین جنگ جو تھے اور جب اپ سے صلح کی ہے تو اپ بہترین صلح کرنے والے ہیں قبیلہ انصار جن کو مال غنیمت کم دیا گیا تھا انھوں نے اپنے دل میں خیال کیاکہ انحضرت (ص) نے اپنے قوم وقبیلہ والوں سے ترجیحی سلوک کیا ہے_

پیامبر(ص) اکرم نے انصار کو طلب کیا اور اپنی تقریر میں ارشاد فرمایاکہ ہر گز ایسا نہیں ہے جس طرح سے تم لوگ اس مسئلہ کو سوچ رہے ہو ،میں نے ان لوگوں سے یہ برتاو محض اس لئے کیا ہے تا کہ وہ ثابت قدم رہیں اور بددل ہو کر اسلام سے برگشتہ نہ ہوجائیں ،لیکن تمہارے لئے(انصار) اسلام وایمان کو ساتھ قرار دیا ہے (۳۱)

فتح مکہ کے بعد ابو سفیان نے ظاہری طور سے اسلام قبول کر لیا تھاوہ مسلمانوں کے گروہ میں بھی شامل ہو گیا تھا ،لیکن مسلمانوں نے اسکی گزشتہ کی زیادتیوں اور اسلام دشمنی کو کسی بھی لمحہ فراموش نہیں کیایہی وجہ تھی جو معاشرہ اسلامی نے اس پر لطف و مہربانی کی نگاہ نہیں ڈالی (۳۲)

اہلسنت کے عظیم محدث مسلم بن حجاج اپنی کتاب صحیح مسلم میں مسلمانوں کے سلوک کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں_

ایک دن ابو سفیان کچھ پاکباز مسلمانوں کے درمیان سے گزرا جیسے سلمان ،بلال ، صہیب یہ حضرات اپس میں باتیں کررہے تھے جب ان لوگوں کی نظر ابو سفیان پرپڑی تو کہا

اس دشمن خداکو اللہ کی تلواروں نے ابھی تک کیفر کردار تک نہیں پہونچایا ،یہ بات جب ابو بکر نے ان لوگوں سے سنی تو خفا ہو کر کہا ،کیاتم لوگ ایک بزرگ قریش کے بارے میں ایسی بات کر ررہے ہو ،یہ بات کہہ کہ وہ اسلامی معاشرے کے نامناسب رد عمل کے خوف سے گھبر اتے اور دوڑتے ہوئے رسول اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے

۳۱_ سیرت ابن ہشام ج۴ص ۹۳۵ ،طبری ج۳ص ۹۴ المغازلی ج۳ص ۹۵۶

۳۲_ صحیح مسلم ج۷ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر

،اپ نے فرمایا: شاید تم نے ان لوگوں کو ناخوش کیا ہے اگر تم نے انہیں غضبناک کیا ہے تو یاد رکھو کہ تم نے اپنے پروردگار کو غضبناک کیا ہے ابو بکر نے جب رسول (ص) کی زبان سے ان کلمات کو سنا تو تیزی سے مسلمان اور ان کے ساتھیوں کے پاس پلٹے اور معذرت کرتے ہوئے کہا: اے بھائیو_ میں نے تم لوگوں کو ناخوش اور غضبناک کیا ہے؟ سب نے کہا نہیں اللہ تمہیں بخشے اے بھائی (۳۳)

مسلمانوں کی یہ نفرت رسول (ص) اکرم ہی کے زمانہ میں نہیں تھی بلکہ عام مسلمانوں کی ابو سفیان سے نفرت کا یہی حال رہا قارئین ایندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیں گے_

ابو سفیان شیخین کے زمانے میں

عظیم مورخ ابن عساکر دمشقی لکھتا ہے:

ایک دن ابو بکر نے اپنی حکومت کے زمانے میں ابو سفیان کو بہت کچھ کہہ ڈالا، ان کے باپ ابو قحافہ نے کہا کہ اے ابو بکر ابو سفیان سے تم اسطرح باتیں کرتے ہو؟

ابوبکر نے جواب دیا، بابا ہاں، خداوند عالم نے اسلام کی خاطر بلند خاندانوں کو پست کر دیا ہے اور ہمارے خاندان ان میں ہیں جو پست تھے اب اسلام کی وجہ سے بلند ہو گئے ہیں

جس زمانے میں عمر بن خطاب حج کے لئے مکہ آئے تو انھیں بتایا گیا کہ ابو سفیان نے ایک گھر بنایا ہے اور اپنے گھر کے لئے ٹھیک راستے میں ایسی تعمیر کی ہے کہ پانی کا بہاو شہر کو لپیٹ میں لے سکے عمر نے ان شکوہ کرنے والوں کے ساتھ ابو سفیان کے گھر کا رخ کیا، پھر حکم دیا کہ ابو سفیان ان پتھروں کو اپنی پشت پر لاد کر راستے سے ہٹائے_

اسکے بعد اپنے ہاتھ اسمان کی طرف بلند کر کے کہا: خداوندا ساری تعریف تیرے لئے مخصوص ہے کہ میں نے شہر مکہ میں بزرگ قریش ابو سفیان کو حکم دیا اور اس نے میری بات مان لی ہے_

۳۳_ صحیح مسلم ص ۱۷۳، سیر اعلام انبلاء ج ۲ ص ۱۵

دوسرے مورخین نے بھی لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ دوم عمر مکہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے، انھوں نے دیکھا کہ گلیوں میں گندگی ہے انھوں نے حکم دیا کہ جس شخص کے گھر کے سامنے گندگی ہے وہ خود صاف کرے، کچھ دن بعد دیکھا کہ بعض جگھوں پر گندگی باقی ہے تو غصہ میں ابو سفیان کے سر پر تازیانے لگانے لگے، ابو سفیان کے تازیانہ کھانے کی خبر ھندہ کو ملی تو اپنے جاہلی وراثت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے بولی، او عمر خدا کی قسم اگر دور جاہلیت میں تم نے انھیں تازیانہ مارا ہوتا تو مکہ کی زمین لرز جاتی تمھارے پیروں تلے زمین کھسک جاتی عمر نے جواب دیا تو نے سچ کہا لیکن کیا کیا جائے خداوندے عالم نے اسلام کی وجہ سے عزت دار گروہ کو ذلیل کر دیا ہے اور ذلیل گروہ کو باوقار بنا دیا ہے [۳۴]

جیساکہ اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام نے ابو سفیان کو کسقدر ذلیل ورسوا کیا اور دوسروں کو نعمت و عزت بخشی اس وجہ سے وہ مجبوراً اپنے دل کی گہرائیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ وعناد بوتا رہا، اسکا یہ عناد مختلف اوقات میں اسکی باتوں سے ظاہر ہوتا رہا ۔

عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جنگ یرموک میں شریک تھا لیکن اتنا کمسن تھا کہ جنگ نہیں کر سکتا تھا ، اثناء جنگ میں نے دیکھا کچھ لوگوں کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر، جو اس جنگ سے علحدہ تھے ۔

میں ان کے پاس گیا تو وہاں ابو سفیان تھا جو چند سرداران قریش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، یہ سب لوگ وہ تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے، میں انکے درمیان بیٹھ گیا انھوں نے مجھے بچہ خیال کیا اس لئے سمجھ رہے تھے کہ میں انکی باتوں کو نہیں سمجھ سکوں گا، وہ ازادانہ اپنی باتیں جاری رکھے ہوئے تھے، کوئي بات چھپا نہیں رہے تھے وہ لوگ جب مسلمانوں کو پیچھے ہٹتا ہوا دیکھتے تھے اور رومیوں کو اگے بڑھتا ہو اتو چلّاتے تھے ہاں ۔ زندہ باد رومیوں

لیکن جب رومیوں کو پیچھے ہٹتا ہوا دیکھتے تھے اور اسلام کا غلبہ دیکھتے تھے تو افسوس کے ساتھ آواز دیتے تھے ہائے رومیوں تم پر افسوس ہے ۔

اخر خداوند عالم نے رومیوں کو شکست دی اور وہ بھاگ گئے تو میں نے سارا واقعہ اپنے باپ زبیر سے

---

۳۴ ۔ تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۷

بیان کیا ،انھوں نے ہنستے ہوئے کہا :خدا انھیں نیست نابود کرے یہ کبھی اپنا کینہ وعناد ختم نہیں کریں گے کیا ہم رومیوں سے بہتر نھیں ہیں ؟ (۳۵)

ایک دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ جب رومی ، مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتے تھے تو ابو سفیان کہتا تھا شاباش رومیوں ، لیکن جب مسلمان غالب اتے تھے تو ابوسفیان کہتا تھا ،ہائے بلند مرتبہ رومی ، اب بادشاہوں کا ذکر بھی باقی نہیں رہے گا _ جس وقت اسلامی مجاہدوں کو مکمل فتح حاصل ہو گئي تو میں نے اس داستان کو اپنے باپ سے بیان کیا ،انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسلمانوں کے مختلف گروہ کے درمیان پھرایا _ہر گروہ کے سامنے پہنچ کر کہتے تھے کہ اے بیٹے _ساری بات ان لوگوں سے بیان کرو_میں نے جو کچھ سنا تھا ان سے بیان کر دیتا تھا _وہ سب لوگ ابوسفیان اور سرداران قریش کے نفاق اور دورنگی چال کو سنکر سخت تعجب کرتے تھے (۳۶)

ابوسفیان عثمان کے زمانے مي

ایک زمانہ گذرگیا _ عمر قتل کئے گئے اور عثمان خلیفہ ہو گئے ، ابو سفیان کو خلیفہ سے رشتہ داری کی بنا پر تازہ احترام حاصل ہو گیا ،اب گزشتہ تحقیر کی حالت بدل گئي تھی ، اسی زمانہ میں ایک دن ابو سفیان عثمان کی مجلس میں وارد ہوا اور کہنے لگا _

اے فرزندان امیہ اب خلافت قبیلہء بنی عدی و تیم سے نکل کر تمھارے چنگل میں اگئي ہے جس طرح بچّے گیند سے کھیلتے ہیں اسی طرح اس کو اپنے درمیان گھماتے رہو، خدا کی قسم نہ بہشت ہے نہ دوزخ (۳۷)

۳۵_ طبری ج۴ ص ۱۳۷ ، ابن اثیر ج۲ ص ۲۸۲ ، اصابہ ج۲ ص ۱۷۲ ، تہذیب ابن عساکر ج۵ ص ۳۵۶

۳۶_ اغانی ج ۶ ص ۳۵۶ ، استیعاب ص ۶۸۹ ، اسد الغابہ ج۵ ص ۲۱۶

۳۷_ اغانی ج ۶ ص ۳۵۶، استیعاب ص ۶۹۰

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو سفیان نے کہا: اے بنی امیہ خلافت کو گیند کی طرح کھیلو اسکی قسم جسکی ابو سفیان کھاتا ہے ہمیں عرصے سے یہ ارزو تھی کہ خلافت تمہارے قبضہ میں اجائے اب اسے وراثت کے طور پر اپنے فرزندوں کو سونپے جانا، عثمان نے یہ بات سن کرناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا [۳۸]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ابو سفیان بوڑھا ہوگیا اور انکھ بھی کھو بیٹھا تھا تو ایک دن عثمان کے پاس آیا اور بیٹھتے ہی کہنے لگا، یہاں کوئی غیر شخص تو نہیں ہے جو میری بات دوسروں تک پہنچا دے عثمان نے کہا نہیں، ابو سفیان نے کہا، یہ خلافت کا معاملہ دنیاوی معاملہ ہے اور یہ حکومت جاہلی عہد کی حکومت کی طرح ہے اس لئے تم اس کے تمام عہدوں کو بنی امیہ کے حوالے کرو [۳۹]

انھیں آیام میں وہ ایک دن شہید اسلام حضرت حمزہ کی قبر پر پہنچا اور اس عظیم شہید کی قبر پر ٹھوکر مار کر بولا، اے ابو عمارہ جس معاملہ میں کل ہم سے اور تم سے تلوار چلی تھی، وہ اج ہمارے بچّوں کے ہاتھ میں ہے وہ اسے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں [۴۰]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے خلیفہ ہو جانے سے ابو سفیان کی ناپاک تمنّائیں پوری ہو گئیں جس ارزو کے لئے بڑے بڑے سرداران قریش قتل کئے گئے تھے لیکن مسلمانوں کی استقامت سے وہ ارزو پوری نہیں ہوئی تھی اب خلافت عثمان میں وہ تمام ارزوئیں پوری کر دیں ابو سفیان خلافت عثمان کے زمانہ میں ۳۱ھ یا ۳۲ھ یا ۳۴ھ میں مرگیا لیکن اسکی زوجہ (ھند) خلافت عمر ہی کے زمانہ میں مرچکی تھی [۴۱]

۳۸_ مروج الذھب ج ۵ ص ۱۶۶

۳۹_ اغانی ج ۶ ص ۳۵۵ اگر خلافت عثمان کا گہرائي سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ابو سفیان کا منحوس مشورہ سر بسر بنی امیہ کے ہاتھوں پورا ہوا معاویہ کے ہاتھ میں یہ موروثی حکومت ائي اور عثمان کے دور میں ساری سلطنت اسلامی پر امویوں کی حکمرانی تھي۔

۴۰_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۰۲

۴۱_ اسد الغابہ ص ۵۶۳

(فصل دوم)

معاویہ رسول اسلام(ص) کے زمانے میں

معاویہ نے کفر واسلام کے درمیان ٹکراو میں کلیدی کردار اداکیا اور ایک لمحے کے لئے بھی سرداران کفّار سے دوری اختیار نہیں کی ،یہاں تک کہ اس دن بھی جب اسکے باپ (ابوسفیان) نے ظاہری اسلام قبول کیا تب اس نے مذمت امیز اشعار میں اسکو مخاطب کیا

اے صخر_اسلام قبول مت کرناکیونکہ ہم لوگ رسوائي اور ذلت سے دوچار ہو جائینگے_

حالانکہ ہمارے رشتہ دار جنگ بدر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے_

ہمارے ماموں چچا اور بھائي تینوں مارے گئے ،اپنے بھائي حنظلہ کی موت پر تو ہماری راتوں کی نینداچاٹ ہو گئي_

ایک لمحے کے لئے بھی اسلام کو قبول نہ کرناکیونکہ ہم ذلیل ہو جائینگے

ان اونٹوں کی قسم جو راہ مکہ میں رواں دواں ہے

موت اسان ہے دشمنوں کی ملامت سے

جو یہ کہیں کہ حرب کے بیٹے ابوسفیان نے خوف ووحشت سے عزی بت سے منھ موڑ لیا ہے [۴۲]

معاویہ فتح مکہ کے بعد اپنے تمام لوگوں کے ساتھ جنھوں نے بظاہر اسلام قبول کیا تھا مولفۃ القلوب کے حصہ میں جنگ حنین کے مال غنیمت سے_۱۰۰_اونٹ اورکافی مقدار میں چاندی حاصل کی تھی اسی سال کے اواخر میں پیغمبر اسلام(ص) نے اپنی اعلی ظرفی کا مظاہرہ کرکے اسے کاتبوں کی فہرست میں شامل کر دیا [۴۳]

ایک دن اسی کتابت کی غرض سے عباس کو بلانے کے لئے بھیجا اور حکم دیاکہ رسول(ص) اکرم تمھیں خط لکھنے کے لئے بلا رہے ہیں ،عباس نے دیکھا کہ کھاناکھا رہاہے تو واپس جاکر رسول(ص) خداکو اگاہ کر دیا دوسری مرتبہ رسول (ص) خدانے

۴۲_ شرح نہج البلاغہ ج۲ ص ۱۰۲ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۱۵ ، جمیرۃ الخطب ج ۲ ص ۱۲

۴۳_ تنبیہ الاشراف ص ۲۸۳

عباس کے فرزند کو بلانے کے لئۓ بھیجا اس مرتبہ بھی وہ کھانا کھانے کی وجہ سے نہیں آیا ، اپ نے تیسری مرتبہ بھیجا لیکن معاویہ مسلسل کھانا کھاتے جارہا تھا تیسری بار بھی ابن عباس نے جب کھانے کی وجہ سے حکم رسول (ص) کو نظر انداز کرتے دیکھا تو ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول (ص) اسلام نے اس پر لعنت فرمائي_ اور فرمایا :میں امیدوار ہوں کہ اللہ اسکا کبھی پیٹ نہ بھرے [۴۴]

اس کے بعد تو معاویہ اکثر کہتا تھا کہ دعائے رسول (ص) نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیاہے اور میرے حق میں لعنت قبول ہو گئي، اس لئۓ وہ روزانہ متعدد بار کھانا کھاتا تھا اور بہت زیادہ مقدار میں کھانا کھاتا تھا پھر بھی وہ بھوکا ہی رہ جاتا تھا ،یہاں تک کہ معاویہ کی پر خوری ضرب المثل بن گئي تھی ،جو شخص بھی زیادہ کھانا کھاتا تھا تو لوگ اسے کہتے تھے کان فی احشائۃ معاویہ اس کا پیٹ تو معاویہ کا خندق ہو گیا ہے_

اس مسئلہ سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ کاتب رسول (ص) ہونے کا اکثر نے انکار کیا ہو، معاویہ سابق قریش مکہ کا رئیس تھا ،ابوسفیان کی بیوی سے سیادت ختم ہو گئي تھی وہ اسلامی معاشرے میں کوئي وقعت نہیں رکھتا تھا اور نہ کوئي اسکی طرف توجہ دیتا تھا،کیونکہ اولاً عوامل احترام جیسے علم وتقوی سے وہ خالی تھا اور دوسرے مادی اور مالی لحاظ سے بھی وہ تہی دست تھا جو لوگوں کی انکھیں خیرہ کرتی ہیں_

ایک دن کسی مہاجر عورت نے بارگاہ رسول خدا(ص) میں معاویہ یا کسی دوسرے شخص سے شادی کی گزارش کي، رسول(ص) اکرم نے فرمایا :معاویہ مفلس ہے اسکے پاس دولت و ثروت نہیں [۴۵]

ائندہ جو اس سے گناہ سر زد ہونے والے تھے وہ رسول(ص) اسلام کی نگاہ سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے تھے اس لئۓ اپ نے مختلف موقعوں پر مسلمانوں کو اسکی مدد اور نصرت سے روکا_

مندرجہ ذیل تاریخی نمونوں کو دیکھا جاسکتا ہے ،ایک دن رسول خدا (ص) مدینہ سے نکل کر کسی سفر پر جارہے تھے_

اپ نے سماعت فرمایا کہ دو ادمی چلّارہے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ یہ شعر پڑھ

۴۴_ انساب الاشراف ص ۵۳۲ ، صحیح مسلم ج۸ ص ۲۷ ، شرح نہج البلاغہ ، مسند طیالسی ، ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۹

۴۵_ صحیح مسلم ج۴ ص ۱۹۵ ، مسند طیالسی ، مسند ابن داود، سنن ابن ماجہ

رہے ہیں کہ ہمارے ہمراہیوں اور دوستوں کی ہڈیاں اتنی ظاہر ہو چکی ہیں جنگ انکے دفن ہونے اور چھپ جانے سے مانع ہے _

رسول(ص) نے فرمایاکہ تلاش کرو اور دیکھوکہ یہ کون لوگ ہیں

لوگوں نے اکر بتایاکہ معاویہ اور عمر و عاص ہیں

رسول(ص) اکرم نے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا، ان دونوں کو فتنہ میں ڈال دے اور اتش جہنم میں جھونک دے (۴۶)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اسلام (ص) نے ان دونوں کو جنگ تبوک سے علحدہ دیکھا کہ اپس میں باتیں کرتے ہوئے جارہے ہیں، اپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایاکہ جب بھی ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ دیکھو تو انھیں علحدہ کر دو کیونکہ یہ دونوں (معاویہ وعمروعاص) کبھی خیر وصلاح پر متّفق نہیں ہونگے (۴۷)

تیسری حدیث میں ہے کہ انحضرت(ص) نے ان دونوں کو اکٹھا دیکھاتو بہت تیز و تند نگاہ ڈالي، دوسرے اور تیسرے روز بھی ایساہی اتفاق آیا روزانہ رسول(ص) اکرم کافی دیر تک ان پر تیز و تند نگاہ ڈالتے رہے، تیسرے دن فرمایاکہ جب بھی دیکھو کہ معاویہ اور عمرو عاص ایک ساتھ ہیں تو انھیں علحدہ کردو کیونکہ ان دونوں کی رفاقت کبھی خیر وصلاح پر نہیں ہو سکتی ہے(۴۸)

ایک روز ابوسفیان سواری سے جارہاتھا اور اسکے دونوں فرزندیزید و معاویہ ہمراہ چل رہے تھے ایک نے لجام تھام رکھی تھی اور دوسرا پیچھے سے ہنکارہاتھا _

رسول اسلام(ص) نے جب اس حال میں دیکھاتو فرمایا

خدایا _ اپنی لعنت اس سوار پرفرما، اور اسکے ہانکنے والے پر بھی لعنت فرما اور اسکے کھیچنے والے پر بھی ان سبکو

۴۶_ مسند احمدج ۴ ص ۴۲۱ ، صفین، نصربن مزاحم، النصائح الکافیہ

۴۷_ عقد الفرید

۴۸_ صفین _ نصربن مزاحم

اپنی رحمت سے دور رکھ [۴۹]_

یہ حوادث اور اس طرح کے ارشادات رسول(ص) اکرم کتابوں میں موجود ہیں، اگر چہ ہم نے ان سب کاتذکرہ نہیں کیاہے ،ان تمام بے شمار نمونوں کو کتب تاریخ و حدیث سے ملاحظہ کرنے کے بعد معاویہ اور اسکے خاندان کی صحیح تصویر سمجھی جاسکتی ہے _

معاویہ خلفاء کے زمانے میں

وفات رسول (ص) کے بعد جب ابو بکر تخت خلافت پر آئے تو سب سے پہلے جس نے مخالفت کی وہ ذات ابوسفیان کی تھی ،وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھاکہ پست خاندان کے لوگ قریش کے سرداروں پر حکومت کریں ،قریش کے اہم قبیلہ بنی ہاشم اور بنی امیہ جودونوں ایک نسل اور عبد مناف کے فرزند تھے اورچچیرے بھائي تھے اس تخت خلافت سے کیوں دور رہیں ،یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان پہلی فرصت میں حضرت امیر المومنین(ع) کی خدمت میں اکر بولا _

اے ابو لحسن _اپ اپناہاتھ بڑھایئے اکہ اپکی بیعت کروں _

حضرت امیرالمومنین(ع) _وہ اپنے ہر اقدام پر اپنے اسی قول کے سلسلے میں تیار تھاکہ میں اس فضا کو غبار الود دیکھ رہاہوں کہ سوائے خون کے کوئي چیز نہیں بٹھاسکتی ہے [۵۰]

ارباب سقیفہ، ابوسفیان اور اسکی قدرت سے بخوبی اشناتو تھے ہی لہذاانھوں نے اسے لالچ کے جال میں جکڑ کر خاموش کردیا _

عمر نے ابو بکر سے کہا :جوصدقات رسول(ص) کے زمانے میں اس کے قبضہ میں ہیں اسی کے پاس رہنے دیاجائے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں [۵۱]

۴۹_ صفین_ طبری_ شرح نہج البلاغہ_تذکرۃ الخواص

۵۰_ طبری ج ۲ ص ۴۴۹

۵۱_ عقد الفرید ج ۳ ص ۶۳ ، طبری ج ۲ ص ۴۴۹

اس پر عمل ہو ا اور ابو سفیان نے بیعت کر کے انکی ریاست و حکومت کو استحکام بخشا _
کیونکہ ایک طرف تو اسے حکومت و ریاست کی امید نہیں تھی اور دوسری طرف امیرالمومنین(ع) نے اسکی ہونکاری بھی نہیں بھری اور ایسا کرتے بھی نہیں لہذا تیسرے راستہ کے علاوہ کوئي چارہ نہیں تھا کہ اپنے کو ارباب حکومت کے حوالے کر دے ، اس طرح ابوسفیان بھی سقیفہ کے مدد گاروں میں شامل ہو گیا ، وہ اور اس کا خاندان سقیفہ کا حمایتی بن گیا _
ابو بکر نے بھی ابوسفیان کو خاموش کرنے اور اسکا تعاون حاصل کرنے کے لئے ، اسکے بیٹے یزید کو شام کے علاقے فتح کرنے کے لئے بھیجے جانے والی فوج کا سردار معین کر دیا ، یہ حادثہ ہجرت کے تیسرے سال پیش آیا ، معاویہ بھی بھائي کے ساتھ فوج میں شامل تھا ، شام فتح ہونے کے بعد ابو بکر کے حکم سے یزید ابن ابوسفیان حکومت دمشق پر فائز ہو گیا ، وہاں وہ فوج کا سپہہ سالار بھی تھا اور دمشق کا حاکم بھی _
خلافت عمر کے زمانے میں جس وقت یزید ابن ابوسفیان طاعون کے مرض میں گرفتار ہوا تو اسنے اپنے بھائي معاویہ کو اپنی جگہ معین کرنے کے لئے ، خلیفہ کو خط لکھا خلیفہ دوم نے اسکی بات مان کر حکومت معاویہ کے حوالے کر دی (۵۲)
شام پر معاویہ کی حکومت کے زمانے میں عمر نے مصر کا سفر کیا ، جس دن وہ دمشق میں پہنچے تو معاویہ نے ان کا شاندار استقبال کیا ، عمر نے جب معاویہ کا جاہ و جلال دیکھا تو کہا ، یہ شخص عرب کا کسری ہے _
جب معاویہ اسکے قریب آیا تو اس سے کہا کہ ، تم اتنے جاہ وجلال کے مالک ہو گئے ؟
معاویہ نے جواب دیا _ جی ہاں امیرالمومنین
عمر نے پوچھا ، ایسا کیوں کرتے ہو ؟
معاویہ نے کہا : اخر ہم ایک ایسی سر زمین پر رہتے ہیں جہاں دشمن (رومیوں) کے جاسوس زیادہ ہیں لہذا ضروری ہے کہ ہم سطوت و شکوہ کا مظاہرہ کر کے ان پر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھیں تا کہ یہ لوگ ہم سے خوف کھائیں (۵۳)
عمر کا زمانہ حکومت ختم ہو گیا ، اور تخت خلافت پر عثمان براجمان ہوئے تو انھوں نے دمشق کے ساتھ تمام

۵۲_ طبری ج۴ ص ۲۰۲ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۳۸

۵۳_ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۲ ، اصابہ ج ۳ ص ۴۱۳ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۱۲۰

شامی علاقہ معاویہ کے حوالے کر دیا جو اج شام، فلسطین، اردن، اور لبنان کا علاقہ ہے۔

معاویہ اپنے امور میں پوری طرح ازاد ہو گیا، معاویہ نے اپنی عادت کے مطابق جو انھیں جاہلی انداز کی تربیت ہوئی تھی حکومت کو بھی جاہلی انداز پر ڈھالنا شروع کیا، انھیں انکی منحوس خواہشوں پر بندش عائد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

ان کی مطلق العنانی کے کچھ نمونے یہ ہیں جو بزرگ خزرجی صحابی رسول (ص) عبادہ ابن صامت کے ساتھ پیش آئے، عبادہ ان بارہ افراد میں تھے جنھوں نے بیعت عقبی میں شرکت کی تھی اور نفساء کے افتخار امیز لقب کی ایک فرد تھے، یہ مدینہ کے اولین مسلمانوں میں شامل تھے یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے رسول اکرم (ص) کے زمانے میں قران جمع کیا تھا

عمر ابن خطاب نے اس عظیم صحابی کو یزید ابن ابو سفیان کے زمانے میں شام والوں کو قران کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا، وہ یزید کی موت تک شہر حمص میں رہے، یزید کے مرنے کے بعد جب معاویہ ان کا جانشین ہوا تو ان کی سرکردگی میں رومی علاقوں سے جنگ کے لئے فوج بھیجی گئی، اہلسنت کے مشہور اور عظیم محدث اپنی کتاب، صحیح مسلم میں نقل کرتے ہیں کہ، ایک اسلامی جنگ میں معاویہ اور عبادہ دونوں شریک تھے، جنگ فتح ہوئی اور ڈھیر سارا مال غنیمت ہاتھ آیا اس مال غنیمت میں سونے اور چاندی کے بہت سے ظروف بھی تھے، معاویہ نے حکم دیا کہ ان ظروف کو بیچ کر اسکی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کردی جائے، لوگ برتنوں کو خریدنے کے لئے جمع ہوئے اور انھیں ظروف کے مقدار میں مساویانہ حیثیت سے قیمت معین ہوئی، جب اس حادثہ کی خبر عبادہ کو پہنچی تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اعلان کرنے لگے کہ میں نے رسول خدا (ص) سے سنا ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی مساویانہ حیثیت کے علاوہ کسی دوسری طرح خریدنے پر منع فرمایا ہے جو زیادہ قیمت دے گا وہ سود میں گرفتار ہوگا۔

اس حدیث کو سننے کے بعد لوگوں نے اپنی اضافی قیمت واپس لے لی۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا تو سخت غصہ کی حالت میں تقریر کی۔

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حدیث رسول بیان کرنے لگے ہیں، ہم بھی انحضرت (ص) کے ساتھ رہے اور انھیں دیکھا ہم نے کبھی ایسی حدیث نہیں سنی۔

یہ سن کر عبادہ نے اپنی بات کو دوبارہ کہا پھر اضافہ کیا کہ ہم نے جو کچھ حدیث رسول (ص) سنی تھی وہ تم لوگوں کو سنادی چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہوں یا راضی نہ ہوں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق انھوں نے کہا کہ چاہے معاویہ اس سے ناخوش ہی ہوں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے کہ ایک رات بھی معاویہ مجھے اپنے لشکر میں قبول نہ کرے (۲)

احمدبن حنبل اور نسائي کی روایت کے مطابق عبادہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نہ کسی سے متاثر ہوئے ہیں اور نہ ہی ہونگے، ہم اس سرزمین پر ایک شب بھی نہیں رہینگے جہاں معاویہ رہے گا (۳)

صاحب اسد الغابہ اور سیر اعلام النبلاء نے عبادہ کے حالات لکھتے ہوئے اس مسئلے کویوں بیان کیا ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے کچھ امور سے سرپیچی کی اور ان امور کو قوانین اسلامی کی صریحی خلاف ورزی بتایا، پھر کہا کہ میں اور تم ایک سرزمین پر ہرگز نہ رہیں گے، پھر وہ شام سے کوچ کر کے مدینہ اگئے عمر اس وقت تک خلیفہ تھے، پوچھا کہ مدینہ کیوں واپس اگئے؟ عبادہ نے معاویہ کی نا شائستہ حرکتوں کو بیان کیا گیا، عمرنے کہا اپنی جگہ واپس جائو، خداوند عالم اس زمین کو غارت کرے جہاں تم اور تمھارے جیسے لوگ نہ رہیں، اسکو، تم پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں ہے (۴)

ذہبی سیر اعلام النبلاء میں بیان کرتا ہے کہ ایک دن عبادہ بن صامت اور معاویہ مسجد میں پہنچے، اذان ہونے کے بعد خطیب منبر پر پہنچا، اس نے خطبہ میں معاویہ کی خوب تعریف کی عبادہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور ایک مٹھی خاک خطیب کے منھ میں ڈال دی، معاویہ کو اس پر بہت غصہ آیا عبادہ نے معاویہ کی طرف رخ کر کے کہا، کہ تو اس وقت جبکہ ہم سرزمین عقبی پر رسول اکرم (ص) کے ہاتھوں پر اس بات کیلئے عہد وپیمان کر رہے تھے کہ جہاں بھی رہینگے حق قائم کر کے رہینگے، تو ہمارے ساتھ نہیں تھا ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرینگے، رسول خدا (ص) نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو دیکھو کہ رو در رو کسی کی مدح کر رہا ہے تو اسکے منھ میں دھول جھونک دو (۵)

۲_ صحیح مسلم ج۵ ص ۴۶، تہذیب ابن عساکر ج۷ ص ۲۱۲

۳_ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۹، سنن نسائي ج۲ ص ۲۲۲

۴_ اسد الغابہ ج۳ ص ۱۰۶، اعلام النبلاء ج۲ ص ۲

۵_ سیر اعلام ج۲ ص ۲، تہذیب ابن عساکر

ایک دوسرے دن معاویہ نے اپنی تقریر میں مرض طاعون سے فرار کے سلسلے میں کچھ باتیں کہیں، عبادہ وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا کہ تیری ماں ھندہ تجھ سے زیادہ دانا تر تھی، معاویہ نے خطبہ تمام کیا پھر نماز پڑھی اور اپنے قصر میں واپس جا کر عبادہ کو بلانے کے لئے ادمی بھیجا، کچھ انصاری افراد شام میں تھے جو عبادہ کے ساتھ ہو گئے لیکن حکومتی افراد نے ان لوگوں کو قصر میں داخل ہونے سے روکا، عبادہ اکیلے ہی معاویہ کے پاس پہونچے معاویہ نے ان سے کہا، کیا تمھیں خوف خدا نہیں ہے اور اپنے امام سے شرم و حیا نہیں کرتے، معاویہ نے امام سے خود، اپنے کو مراد لیا تھا_

عبادہ نے جواب دیا کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے شب عقبی رسول(ص) خدا سے عہد لیا تھا کہ اللہ کی راہ میں ہم کسی سرزمین سے خوف نہ کھائینگے_

معاویہ اس دن نماز عصر کے لئے آیا نماز ختم کرنے کے بعد منبر تھام کر بولا، اے لوگو، میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور اپنے گھر واپس چلا جاتا ہوں، پھر مجھے ایسی چیز ملتی ہے کہ عبادہ نے اسے دوسری طرح سے بیان کیا ہے ان کی بات صحیح ہے تم لوگ انھیں کی پیروی کرو کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں_

ان سارے حوادث میں جن سے معاویہ کی نرمی کا اندازہ ہوتا ہے خلافت عمر کے زمانہ تک رہی کیونکہ وہ عمر کی سختی اور طاقت سے بہت ڈرتے تھے، انکی تندمزاجی حد سے اگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتی تھی_

معاویہ و عثمان

معاویہ کی حالت عثمان کے زمانے میں وہ نہیں تھی جو قبل کے دونوں خلیفہ کے زمانے میں تھی_

معاویہ، عثمان کے زمانے میں پوری طرح مطلق العنان ہو کر تمام قانون و اخلاق کو بالائے طاق رکھ چکا تھا_

ثروت و اقتدار نے انھیں تمام اسلامی مسائل اور انسانی تقاضوں کو فراموش کر دیا تھا_

ابن عساکر اور ذہبی نقل کرتے ہیں کہ، ایک دن عبادہ بن صامت دمشق کی سڑکوں سے گذر رہے تھے، انھوں نے اونٹوں کی قطاریں دیکھیں جن پر شراب تھی، پوچھا، یہ کیا ہے؟ کیا روغن زیتون ہے؟

لوگوں نے کہا۔ نہیں۔ یہ شراب ہے۔ معاویہ نے اسے خریدا ہے، انہیں کے لئے لے جائي جارہی ہے، عبادہ بے دھڑک بازار سے ایک تلوار لائے اور شراب کی تمام مشکوں کو پھاڑ ڈالا۔

ابو ھریرہ اس زمانے میں شام میں ہی تھے، وہ رسول خدا (ص) کے زمانے میں تو کسی گنتی میں نہیں تھے لیکن بعد رسول (ص) خلافتوں کی پشت پناہی کیوجہ سے لائق صد احترام ہو گئے تھے، معاویہ نے ایک شخص کو ابو ھریرہ کے پاس بلانے کے لئے بھیجا، اور کہا کہ اپنے بھائي عبادہ کو کیوں نہیں روکتے، وہ صبح صبح بازار میں پہونچکر ذمیوں کی اجیرن کر رہے ہیں، راتوں کو مسجد میں بیٹھ کر سوائے اسکے اور کوئي کام نہیں کہ میری چھتاڑ مچائیں۔

ابو ھریرہ معاویہ کے کہنے سے عبادہ کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلے، جس وقت ان سے ملاقات ہوئي تو بولے اے عبادہ، تمھیں معاویہ سے کیا مطلب، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو ان کے کاموں میں مداخلت کیوں کر رہے ہو، عبادہ نے کہا اے ابوہریرہ جس وقت ہم نے رسول (ص) خدا سے عہد و پیمان کیا تھا کہ اپکی باتوں پر توجہ دیں گے۔

اور اپنی طاقت بھر امر بالمعروف اور نہی از منکر کرینگے، تم تو اسوقت ہمارے ساتھ نہیں تھے، ابو ھریرہ کو خاموشی کے سوا کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ عبادہ اہل شام کو خراب اور فاسد کر رہے ہیں یا تو اپ انھیں اپنے پاس بلائیے ورانھیں انکے اقدامات سے روکئے یا پھر میں ہی شام کو انکے اختیار میں دیدوں عثمان نے انھیں لکھا کہ عبادہ کو شہر سے نکال دو تاکہ اپنے وطن مدینہ واپس اجائیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ جس وقت عبادہ مدینہ آئے اور عثمان کے پاس گئے تو عثمان اپنے گھر پر بیٹھے تھے، اچانک انھوں نے سر اٹھایا تو عبادہ کو اپنے سامنے کھڑا پایا ان سے بولے، تمھیں ہم لوگوں سے کیا مطلب، تم ہمارے امور میں کیوں ٹانگ لڑا رہے ہو ؟

عبادہ وہیں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے، میں نے رسول اسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ حکومت کرینگے جو اپنے عمل سے تمھیں منکرات اور ناشائستہ حرکتوں کا رسیا بنا دینگے، اور اچھائیوں کی تمہاری عادت ہو گی، اسکو چھین لینگے، ایسی صورت میں ایسے پاپیوں کی اطاعت تمھارے لئے مناسب نہیں، دیکھو ہوشیار .... خدا کی راہ و روش سے اپنے کو گمراہ نہ کرنا۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق، اس کے بعد مزید کہا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عبادہ

کی جان ہے، معاویہ اس گروہ کا ایک فرد ہے_

عبادہ کی باتیں سنکر عثمان نے پھر کچھ نہ کہا، اورنہ کوئی اعتراض کیا (۶)

معاویہ کی شراب خواری اور اصحاب رسول (ص) سے نوک جھونک یا لڑائی جھگڑے کی داستان صرف عبادہ ہی تک منحصر نہیں ہے، مورخین کا بیان ہے کہ:

عبد الرحمن بن سھل بن زید انصاری جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے شام و دمشق گئے ہوئے تھے، اس زمانے میں جیسا ہم جانتے ہیں کہ معاویہ کی حکومت شام پر تھی ایک دن وہ راستے سے گذر رہے تھے کہ کچھ شراب کی مشکوں کو لے جاتے دیکھا_

اپنے نیزے سے تمام مشکیزوں کو پھاڑ ڈالا، مشک کے ہمراہ جو غلام تھے ان سے ہاتھا پائي کرنے لگے، یہاں تک کہ معاویہ کے پاس خبر پہونچی، معاویہ نے اپنے کارندوں سے کہا، انھیں چھوڑ دو ان کی عقل زائل ہو گئي ہے_

معاویہ کی بات عبد الرحمن سے بیان کی گئي تو بولے خدا کی قسم میری عقل نہیں ماری گئي ہے_ لیکن رسول خدا (ص) نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ شراب اپنے گھروں میں ہرگز نہ لے جائیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں اس سرزمین پر رہونگا اور معاویہ کو وہ باتیں کرتا ہوا دیکھوں گا جن سے رسول خدا نے منع فرمایا ہے تو اسکا پیٹ پھاڑ دونگا، یا پھر اس راہ میں جان دیدونگا (۷)

مسند احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن بریدہ سے منقول ہے کہ:

میں اپنے والد کے ہمراہ معاویہ کے یہاں گیا، ہمیں فرش پر بیٹھایا گیا اور کھانے کے بعد شراب پیش کی گئي، معاویہ نے اسکو نوش کیا، پھر ایک شراب کا جام میرے والد کو دیا لیکن میرے والد نے انکار کرتے ہوئے کہا، جب سے رسول اکرم (ص) نے شراب کو حرام کیا ہے اس دن سے میں نے منھ کو نہیں لگایا ہے ()

معاویہ کی شراب نوشی کی اسکے علاوہ بھی ڈھیر ساری داستانیں ہیں جنھیں ابن عساکر نے نقل کیا ہے(۸)، جنھیں اس سے زیادہ کی طلب ہو تو اسکی معتبر کتابوں کی طرف رجوع کریں_

۶_ تہذیب ابن عساکر ج۸ ص ۲۱۲، اعلام النبلاء ج۲ ص ۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵

۷_ اصابہ ج۲ ص ۳۹۴، استیعاب ص ۴۰۰، اسد الغابہ ج۳ ص ۳۲۹۹_ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷

۸_ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳_ ۳۴۸، اصابہ ج۲ ص ۲۸۲

ابوذر معاویہ کے مقابل

انہیں عثمان کے زمانے میں معاویہ سے مشہور اور بزرگ جری صحابی رسول حضرت ابوذر کی سخت محاذ ارائي ہوئي ، اسکی تفصیل تو طوالت چاہتی ہے لیکن ہم ناگزیر طور سے اس کا مختصر تذکرہ کر رہے ہیں ، مورخین کا بیان ہے کہ ابوذر ان پاکباز مسلمانوں میں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی توحید پرست تھے وہ خدا کو یکتا مانتے تھے جاہلی عہد میں وہ بت پرستی سے متنفر رہے (۹)

جب انھیں خبر ملی کہ مکے میں پیغمبر اضر کا ظہور ہوا ہے تو لپک کر مکہ پہونچے وہ پانچویں یا چوتھے شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا _

انہوں نے مسلمان ہونے کے دوسرے دن مسجد الحرام میں جاکر مشرک قریش کے سامنے بلند آواز سے اپنے اسلام کا اظہار فرمایا ، ان پر قریش نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور اس قدر زد و کوب کیا کہ لہو لہان ہو کر بیہوش ہو گئے ، اگر رسول اکرم (ص) کے چچا عباس مدد کو نہ پہونچتے تو ممکن تھا کہ لوگوں کی اذیت سے مر جاتے ، کچھ دیر بعد زخمی حالت میں تھکے تھکے اپنی جگہ سے اٹھے ایک کونے میں گئے تاکہ زخموں کو دھوئیں اور اذیت و تکلیف کم کر سکیں _

دوسرے دن بھی ابوذر مسجد الحرام میں آئے اور بلند آواز سے خدا کی یکتائي اور محمد (ص) کی رسالت کا اعلان کیا ، انھیں حق کی راہ میں کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں تھا ، دوسری بار بھی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور پہلے دن کی طرح زد و کوب کر کے لہو لہان کر دیا _

اس کے دوسرے دن بعد اپ حکم رسول (ص) سے اپنے وطن واپس چلے گئے تاکہ وطن والوں پر اپنے اسلام کا اظہار کر کے

۹_ طبقات کبری ج۴ ص ۲۲۳، سیر اعلام ج۲ ص ۳۸ ، اسد الغابہ ج۱ ص ۳۰۱

تبلیغ کر سکیں ، ابوذر اپنے قبیلہ غفار میں پلٹ گئے اور انھیں قبول اسلام پر امادہ کرنے کی بہت کوشش کی اسی طرح کئي سال گذر گئے یہاں تک کہ انھوں نے خبر سنی کہ رسول(ص) اسلام مدینہ ہجرت کر گئے ہیں اور وہاں شان و شوکت بڑھ گئي ہے ، انھوں نے دوبارہ رخت سفر باندھا اور اپنے کاشانہ کو خیر اباد کر کے اپنے خلیل کے جوار میں جانے کا قصد کیا تاکہ انھیں کے زیر سایہ سکون پائیں ، اپ کی ہجرت جنگ خندق کے بعد ہوئي ہے ، اس کے بعد تو انھوں نے ایک لمحے کے لئے بھی رسول اکرم (ص) کا ساتھ نہیں چھوڑا اپنی صلاحیت بھر انھوں نے انحضرت(ص) سے علم و روحانیت کے خرمن سے کسب فیض کیا ، انھوں نے اس قدر خلوص کا مظاہرہ کیا ، اس قدر عبادت و ریاضت کی اس قدر ذکر و فکر میں اپنا سر کھپایا کہ محبوب ترین اصحاب رسول (ص) میں شمار کئے جانے لگے _

پیامبر اکرم (ص) نے بہت سی احادیث صحیح میں اپکی ستائشے فرمائي ہے

١_ وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لہجة اصدق من ابی ذر_ ترجمہ : نہ نیلگوں اسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے بوجھ اٹھایابوذر ایسے سچے انسان کا _

٢_ جنگ تبوک میں ابوذر لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے ، کیونکہ اپکا اونٹ بہت ہی کمزور تھا لہذا اس نے اپکا ساتھ نہیں دیا ، ناچار ، وہ سواری سے اترپڑے اور ایسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنا سامان پشت پرلادا ، اورپیادہ ہی لشکر اسلام سے ملحق ہو نے کے لئے چل پڑے ، صحراء تپ رہا تھا ، ریگ زاروں میں سوزش تھی اس لئے چلنے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی ، لیکن ابوذر کے سچے عشق و ایمان نے یہ کام بھی سہل و اسان بنا دیا تھا ، بڑی محنت اور کوشش کے بعد اپ نے اپنے کو لشکر اسلام تک پہونچایا ، جس وقت رسول (ص) نے اپ کو دیکھا کہ اکیلے ہی مجاہدان اسلام کی طرف چلے ارہے ہیں تو فرمایا : " رحم اللہ ابا ذر، یمشی وحدہ و یموت وحدہ و یبعث وحدہ "

ترجمہ : خدا بوذر پر رحمت نازل کرے وہ اکیلے چلیں گے ، اکیلے مرینگے ، اور اکیلے ہی مبعوث ہو نگے _(١٠)

١٠_ سیرہ ابن ھشام ج٤ ص ١٧٩ ، طبری ج٣ ص ٤٥

جب عثمان مسند خلافت پر بیٹھے تو جب تک انھوں نے اپنے رشتہ داروں کی منھ بھرائي نہیں کی، چند سال تک اسی طرح حکومت کرتے رہے جیسے ابو بکراور عمر کی حکومت تھی ـ

قریش کے معزز لوگ ان سے راضی تھے لیکن جس روز سے بنی امیہ کے لوگ حکومت میں نفوذ پیدا کرنے لگے تو تمام سرداران قریش طلحہ، زبیر، عمروعاص اور ان کے ہم خیال افراد علیحدہ ہو گئے، معاشرتی حالت منقلب ہو گئي، اپنے داماد مردان کو بہت بڑا تحفہ افریقہ کی تمام امدنی دے ڈالی اپنے دوسرے چچیرے بھائي جنکا نام حارث بن حکم تھا بیس ھزار درہم بخش دیا، اپنے ایک ہواہ خواہ زید بن ثابت انصاری کو ایک لاکھ درہم دیدیا، اس زمانے میں ابوذر نے اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس کیا کہ عام مسلمانوں کا مال خطر سے دو چار ہے، ابوسفیان کی تمنائوں کے مطابق جاہلی حکومت واپس ارہی ہے، انھوں نے قران کے فراموش شدہ احکام یاد دلا کر مسلمانوں کو غفلت سے چونکایا، انھیں احساسات کی بناء پر اپ نے اس آیت کو اپنا شعار قرار دیا،" الذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم "سورہ توبہ آیت ۳۴

ترجمہ: جو لوگ سونے و چاندی کو ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے پیغمبر اپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیدیں ـ

اپ کا روئے سخن بنی امیہ کی طرف تھا، جو مسلمانوں کے بیت المال کو ذاتی جاگیر سمجھ بیٹھے تھے اور بڑے اطمینان سے استفادہ کر رہے تھے جسے چاہے دیدیتے، محل کی تعمیر کر رہے تھے نیز بخشش و اسراف کر رہے تھے، ابوذر کی باتیں ناگزیر طور پر اموی خلافت کے متضاد تھیں، ابوذر اور عثمان کے درمیان تلخ کلامی بڑھنے لگی، عثمان نے دیکھا کہ ابوذر جیسے سچے اور خداترس مجاہد اسلام سے چھٹکارا پانا مشکل ہے وہ کسی حالت میں بھی جاہلی رسموں کو اسلام کے زیر سایہ پروان چڑھتے برداشت نہیں کرینگے، کبھی اسکی تائید نہ کرینگے، عثمان نے ابوذر کو حکم دیا کہ شام چلے جائیں وہاں مسلمانوں سے رومیوں کی جنگ ہو رہی تھی، شاید ابوذر وہاں جاکر جنگ میں الجھ جائیں اور خلافت کو اس سے نجات مل سکے، لیکن شام میں کون حکومت کر رہا تھا معاویہ، جو بنی امیہ کی فرد تھا گھنگھور جاہلیت کا نمائندہ، پکا منافق جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوا تھا، ناچار وہاں بھی ابوذر امر بالمعروف اور نہی از منکر سے باز نہیں آئے، معاویہ جیسا کہ بیان کیا گیا، جاہلیت کا رکن بزرگ تھا جو عثمان کی مدد سے ایک وسیع و عریض مملکت اسلامی پر حکومت کر رہا تھا، وہاں بھی جھڑپ ناگزیر تھا، ابوذر نے وہاں معاویہ کی غیر اسلامی حرکتوں، مطلق العنانی اور کافرانہ حرکتوں پر ٹوکا اور منع کیا ـ

ایک دن معاویہ نے ان کے پاس تین سو دینار بھیجے ، ابوذر نے معاویہ کے فرستادے کو دیکھا جو سونے کے تین سو دینار لایا تھا ، اس سے فرمایا ، اگر یہ رقم بیت المال سے سالانہ وظیفہ ہے جس سے سال گذشتہ محروم رکھا گیا تو اسکو قبول کرتا ہوں ، لیکن یہ ہدیہ اور تحفہ ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے _

جس گھڑی معاویہ اپنا عالی شان محل بنوا رہا تھا ، وہ قصر بہت عظیم اور سنہرا ،پتھروں سے تعمیر ہو رہا تھا ، اس وقت تک اسلام میں ایسا کوئي قصر نہیں تھا ، وہ اسلامی عہد میں جاہلی ہوا پرستی کا نمونہ تھا ، ابوذر صدائے فریاد بلند کرنے لگے ، انھوں نے معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاویہ ، اگر اس قصر کو بیت المال سے تعمیر کروا رہا ہے تو قطعی طور پر تم نے خیانت کی ہے ، کیونکہ ایسے اموال کو مسلمانوں اور اسلام کی فلاح و بہبودی میں خرچ ہونا چاہئے ، یہ کسی کی مخصوص ملکیت نہیں ہے ، لیکن اگر یہ خود کا مال ہے تو اسراف و زیادتی کیا ہے، ارے ایک شخص اپنے رہنے کے لئے اتنا بڑا قصر بلا وجہ بنوا رہا ہے ، معاویہ کی بولتی بند تھی ، ابوذر ہمیشہ مضبوط منطقی بنیادوں پر خطابت فرماتے تھے _

ابوذر نے بارہا فرمایا ، خدا کی قسم ، تو ایسی حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے جسکا نمونہ نہ تو اسلامی معاشرے میں ہم نے دیکھا، نہ سنا _ قسم خدا کی _ یہ حرکتیں نہ تو قران کے مطابق ہیں اور نہ ہی سنت کے مطابق ، خدا کی قسم ، میں حق کو دیکھ رہا ہوں ، کہ بجھ رہا ہے ، باطل زندہ ہوتے دیکھ رہا ہوں سچوں کی تکذیب کی جا رہی ہے ، نالائقوں اور اواروں کو سربلندی مل رہی ہے ، امیر المومنین (ع) جیسے صالح اور نیک کردار کو خانہ نشینی پر مجبور کیا جا رہا ہے(۱۱)

لوگ اس بوڑھے خیر خواہ کے گرد خدا و مخلوقات کی رضا کے لئے جمع ہو گئے ، تاکہ اسکی دل سے نکلی باتیں جو خدا و اسلام کے دفاع سے میں ان سے فائدہ اٹھا سکیں ، لیکن کیا معاویہ جیسا طاغوت اسکی اجازت دے سکتا تھا ، اس نے اعلان کرا دیا کہ ، اے لوگو کوئي شخص ابوذر سے ملاقات نہ کرے نہ انکی صحبت میں بیٹھے _

کیونکہ وہ اسلام کے معدودے چند مخلصوں میں تھے جو شام کی سرزمین پر زندگی گذار رہے تھے اسلام نہ تو جاہلیت سے سمجھوتہ کر سکتا ہے نہ جاہلیت اسلام سے

۱۱_ مروج الذھب ، ابن اثیر ج۵ ص ۱۶۳_ ۱۶۱

ایک مورخ لکھتا ہے: معاویہ نے شب کے سناٹے میں ایک ہزار دینار ابوذر کے پاس بھیجا ، انھوں نے اسی رات تمام دیناروں کو فقراء میں تقسیم کر دیا ، کیونکہ روح زاہدانہ اور تربیت اسلامی اس کی متقاضی نہیں تھی کہ مال دنیا کو دوست رکھے ، صبح سویرے جب معاویہ نماز کے لئے آیا تو اس نے اس فرستادے کو بلایا کہ تیزی سے جائو اور ابوذر سے کہو کہ مجھے معاویہ کے عذاب و شکنجہ سے نجات دیجئے ، میں نے غلطی سے گذشتہ شب دوسرے کا پیسہ اپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا ، میں چاہتا ہوں کہ اپ اسکو مجھے واپس کر دیں تاکہ اصلی جگہ پر پہونچا سکوں اور معاویہ کی سزا سے بچ سکوں ۔

ابوذر نے فرمایا ، اس سے کہو کہ ابوذر نے کہا ہے کہ خدا کی قسم اس صبح کے اجالے تک اسمیں کا ایک پیسہ بھی باقی نہیں بچا ہے تم مجھے تین دن کی مہلت دو تاکہ فقراء سے وہ پیسہ واپس لے سکوں معاویہ نے سمجھ لیا کہ یہ شخص صرف کہتا ہی نہیں ہے بلکہ پہلے ہی مرحلے میں اقدام کر بیٹھتا ہے ، اسکی گفتار عمل سے ہم اہنگ ہے ۔

یہی وجہ تھی کہ معاویہ ابوذر سے خوف کھانے لگا ، اکیلے ابوذر معاویہ کو لرزہ بر اندام کر رہے تھے ۔

کیونکہ وہ اسلام شناس اور اس پر عمل بھی کرتے تھے ۔

اس وقت معاویہ نے مجبور ہو کر اپنے رہبر سے پناہ مانگی اور اس نے عثمان کو لکھا کہ ، اگر تمہیں شام اور اسکے باشندوں کو بچانا ہے تو ابوذر کو اپنے پاس بلا لیجئے کیونکہ انھوں نے لوگوں کے سینے کینے سے بھر دیئے ہیں (۱۲)

بقول بلاذری کے ، کہ عثمان نے جواب خط میں لکھا ، ابوذر کو ایک سخت و سرکش سواری سے مدینہ بھیج دو ، وہ بوڑھے صحابی ایک سرکش سواری پر زبردستی سوار کئے گئے ، رات دن بغیر کہیں دم لئے مدینہ کی طرف لیجائے گئے راستہ بہت طویل اور تھکا دینے والا تھا ، صحراء خشک اور ریگ زاروں سے بھرا ہوا ، کارندے ہر قسم کے انسانی جذبات رحم سے عاری تھے (۱۳)

یعقوبی نے مزید تفصیل لکھی ہے کہ ، عثمان کا یہ سخت فرمان اس بندہ خاص پر نافذ کیا گیا ، نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت وہ مدینہ پہونچے تو ران کا گوشت اڑ چکا تھا (۱۴)

۱۲_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۵۰

۱۳_ انساب الاشراف ج ۵ ص ۵۳

۱۴_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۲

مسعودی لکھتا ہے کہ: اپکو اس شتر پر سوار کیا گیا جس پر صرف ایک سوکھی لکڑی تھی پانچ سنگ دل ادمی صقالبہ سے ان کے ساتھ ہوئے جو سواری کو بڑی تیزی سے ہنکا رہے تھے، اسی طرح انھیں مدینہ تک لے جایا گیا اپ کی ران سخت زخمی ہو چکی تھی، گوشت اڑ چکا تھا، نتیجہ یہ کہ اپ پر یہ چند دن ایسے گذرے کہ بالکل مردہ حالت میں ہو گئے تھے_

لیکن یہ دلیر ایسا نہ تھا کہ ان ہوائوں سے لرز جائے نہ اپنے بارے میں قران و اہلبیت کی ذمہ داریوں کو فرموش کر جائے، وہ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے جیسے کوئ حادثہ اسکی جگہ سے ٹس سے مس نہ کر سکا اسی طرح وہ مدینہ تک گئے، وہ چلانے لگے عثمان نے جاہلی عہد پلٹا دیا ہے وہ کہہ رہے تھے چھو کروں کو حکومت دیدی گئي ہے حکومت کی جاگیریں اپنی خاص ملکیت بنا لی ہیں، فتح مکہ کے طلقاء کی عزت افزائي کی جا رہی ہے انکو حکومت میں خاص تقرب حاصل ہے_

اس مرد خدا کی یہی سزا تھی کہ ربذہ جلا وطن کر دیا جائے، وہ سخت اور خشک صحراء نہ اب و گیاہ نہ چارہ، وہیں پر ابوذر نے اسلام سے قبل زندگی گذاری تھی، انھیں ربذہ سے سخت نفرت تھی_

اس کے بعد ابوذر کی تمام زندگی ربذہ میں گذری وہ اخری سانسوں تک اسی ہولناک بیابان میں رہے، اخرکار اپنی زوجہ اور فرزند ذر کی موت کے بعد بھوک اور بیماری کیوجہ سے موت کے منھ میں پہونچ گئے، موت کے وقت انکے سرہانے صرف انکی بیٹی تھی مورخین کے بیان کے مطابق ابوذر نے ایک سال شام میں گذارے، وہ ۲۹ھ میں شام سے جلا وطن کئے گئے ۳۰ھ میں معاویہ نے عثمان سے شکایت کی پھر انھیں اس اندوہ ناک طریقے سے جسکو اوپر بیان کیا گیا، مدینہ روانہ کیا گیا، پھر وہ اسی سال ربذہ تبعید کر دیئے گئے، وہیں ربذہ میں انھوں نے ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں وفات پائي_

تاریخ اسلام کا ایک افسانہ

جو کچھ ہم نے گذشتہ صفحات میں حضرت ابوذر کی زندگی اور انکی مدینے سے شام اور شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ کی جلا وطنی بیان کیا یہ سب اصل میں صحیح ترین روایات کا خلاصہ تھا جسے مورخوں نے ہمارے حوالے کیا ۔

لیکن جو کچھ طبری اور انکے پیرو کاروں ، ابن اثیر ، ابن کثیر ، ابن خلدوں ، ابوالفداء ، وغیرہ نے اس بارے میں جو کچھ روایات کو سیف بن عمر کوفی سے حاصل کیا ہے جو تاریخ کا سب سے بڑا مکار اور جھوٹی روایتیں گڑھنے والا ہے ۔

طبری اور دوسرے مورخین نے اس سال کے تاریخی حوادث کو سیف ہی کے بناوٹی ذہن سے حاصل کیا ہے اور اپنی تاریخوں میں اس جھوٹ کو بھر دیا ہے ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے اس سال یعنی ۳۰ھ میں ابوذر کا واقعہ پیش آیا کہ انھیں معاویہ نے شام سے مدینہ جلا وطن کیا ، اس جلا وطنی کا سبب راویوں نے مختلف انداز سے بیان کیا ہے جنھیں بیان کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا ۔

لیکن جن افراد نے معاویہ کی صفائي دیتے ہوئے داستانی عذر تراشا ہے اسکی روایت سیف سے لی گئي ہے اور اس نے یزید فقعسی سے روایت کی ہے ، فقعسی یہاں کہتا ہے کہ جس وقت ابن سوداء شام میں وارد ہوا تو اسکی ابوذر سے ملاقات ہوئي اس نے کہا ، اے ابوذر کیا اپکو معاویہ کی حرکتوں پر تعجب نہیں ہے کہ جو یہ کہتا پھر رہا ہے کہ مال ، اللہ کا مال ہے حالانکہ ہر چیز خدا کی ملکیت ہے ۔

پھر وہ اضافہ کرتا ہے گویا معاویہ چاہتا ہے کہ تمام عوامی مال اور بیت المال کی امدنیوں کو ہڑپ لے اور مسلمانوں کو اس سے محروم رکھے (۱۵)

یہاں طبری نے تاریخ اسلام کے ہیرو عبد اللہ بن سبا کو ابن سوداء کے لقب سے یاد کیا ہے جس کی بناوٹی و جعلی

۱۵ـ طبری ج ۵ ص ۶۶

افسانوں کو میں نے اپنی دو جلدوں پر مشتمل کتاب عبداللہ بن سبا میں بیان کیا ہے ، اگر قارئین کرام جذبہ ء مطالعہ رکھتے ہیں تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں ۔

طبری کے بعد جتنے بھی مورخین آئے ہیں کم و بیش سب نے اس کی پیروی کرتے ہوئے اس خیالی شخص کے بارے میں اسی سے نقل کیا ہے مثلا ابن اثیر جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مورخ ہیں اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ ، اسی سال ۳۰ ھ میں ابوذر کی جلا وطنی کا حادثہ جو معاویہ کے ہاتھوں پیش آیا ، انھوں نے انھیں شام سے مدینہ جلا وطن کیا اس بارے میں اور اسکی وجوہات کے سلسلے میں بہت سی باتیں کہی گئیں ہیں ، ان میں یہ ہے کہ معاویہ نے ابوذر کو بہت زیادہ برا بھلا کہا اور ڈرایا دھمکایا ، معاویہ نے انھیں بے کجاوہ اونٹ پر سوار کر کے مدینہ بھیجا وہ مدینہ اس ناگوار حالت میں پہونچے جس کا بیان کرنا مناسب نہیں

اگر یہ تمام واقعات صحیح ہیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ عثمان کے لئے عذر تراشی کی جائے مثلا یہ کہ امام و پیشوا کو اپنی رعیت کی تادیب کرنی چاہیئے یا اسی طرح کا کوئی عذر تراشا جائے ۔

نہ یہ کہ اس طرح کے واقعات کو بیان کر کے عثمان پر لعن و طعن و تنقید کی جائے ، اس قسم کے واقعات کا بیان کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لیکن معاویہ کی صفائی دینے والوں نے اس بارے میں بہت سی صفائی دی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ (۱۶)

اس کے بعد وہ جھوٹے اور خیالی ہیرو عبد اللہ بن سبا کی داستان سیف بن عمر کی زبانی طبری سے نقل کرتے ہیں ، یہ وہی حرکت ہے جو ابن کثیر و ابن خلدون اور دوسرے لوگوں نے کی ہے ۔

لیکن جب ہم طبری کی باتوں پر رجوع کرتے ہیں تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ابوذر کے ساتھ پیش انے والے بے شمار حوادث کو غلط اور جعلی ہونے کیوجہ سے نہیں چھوڑا ہے ، بلکہ صرف اس وجہ سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا کہ وہ نہیں چاہتا ہے کہ اصحاب رسول (ص) میں عثمان و معاویہ جیسے افراد کا کہیں دامن ، داغدار نہ ہو جائے ۔

اسی لئے وہ عذر تراشی کرنے اور صفائی دینے والوں کے سراغ میں جاتا ہے اور اپنی تاریخ کی بڑی کتاب کو

---

۱۶ ۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۳

جھوٹی خبروں اور افسانوں سے بھر ڈالتا ہے ، ان روایتوں کو اس نے خود بنام قصہ یاد کیا ہے اس طرح انے والی نسل کے لئے حقیقت کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور ابوذر جیسے پاک نفس صحابی رسول کو اندھیرے میں ڈال دیتا ہے ۔

قرن وسطی کا بزرگ مورخ ابن اثیر بھی اسی کی ڈگر پر چلا اور اس نے اس عظیم جنایت اور تاریخ کی دلسوز حقیقت کو طبری کے حوالے سے لکھ مارتا ہے ، ابن اثیر نے بہت سی باتیں لکھنے کے بعد اسکے اسناد اور حوالوں کی تضعیف نہیں کی ہے ، انھیں بہت تفصیل سے لکھ مارا ہے ، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ انھیں نقل کرنے سے خلفاء اور اموی حکمرانوں کا دامن داغدار ہوتا ہے ۔

لیکن ہم اج نہ تو عیب جوئي کے پیچھے پڑے ہیں نہ بلاوجہ کسی کی صفائي پر تلے ہیں بلکہ صرف حوادث تاریخ کی واقفیت اور اسکی جستجو میں ہیں تاکہ علم و دانش کی خدمت کر سکیں ، لیکن ہم ان تاریخ اسلام کے حقاےق کو چھپانے والے مورخین کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے کیونکہ ان لوگوں نے اپنی اس حرکت سے صرف خوشنودی خلفاء اور اموی حکمرانوں کی خدمت ہی کی ہے ۔

ابوذر کا واقعہ جیسا کہ ہم نے ملاحظہ کیا طبری نے سیف سے نقل کیا ہے دوسرے تمام مورخین نے بھی یا تو سیف سے نقل کیا ہے یا طبری کے واسطے سے نقل کیا ہے ، یہ داستان خود عبد اللہ بن سبا کے افسانہ کا جز ہے جو سیف ابن عمر کے فکر کی ساختہ و پرداختہ ہے ، ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں افسانہ عبد اللہ بن سبا کا سند و اصل کے ذریعہ چھان بین کی ہے ، یہاں صرف اتنا اضافہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ابوذر کا واقعہ زیادہ تر عبد اللہ بن سبا کے واقعہ میں سیف پر انحصار کرتے ہوئے لکھا گیا ہے اور اس نے سارا ماجرا یزید فقعسی سے نقل کیا ہے ۔

اب ہمیں جاننا چاہیئے کہ یزید فقعسی کون ہے ؟ اور اسکی روایت کیا ہے ؟

ہم نے اس شخص کو پہچاننے کے لئے تمام موجودہ کتب رجال و حدیث و تاریخ و سیرت و انساب اور ادبیات اسلام کو کھنگال مارا ، اصولا اسکے بارے میں کوئي چھوٹی سی روایت یا نام نہیں پایا ، سوائے ان روایتوں کے جنھیں طبری و ذہبی نے سیف سے نقل کیا ہے اور وہ بھی چھ روایتیں ہیں پانچ تو طبری کی ہیں اور ایک ذہبی کی تاریخ اسلام میں دیکھی جا سکتی ہے ، اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔

سیف متذکرہ روایات میں داستان عبد اللہ بن سبا کو یزید فقعسی سے نقل کیا ہے اس میں ایک روایت ابوذر

کے واقعہ سے مخصوص قرار دیا ہے اس روایت میں سیف نے عظیم صحابی اور پیغمبر کے دانائے راز ابوذر کو اتنا پست دکھایا ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا جیسے ایک مجہول یہودی کے زیر اثر اگئے ، اور معاویہ اور دوسرے اموی حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر امادہ ہو گئے اس طرح انھوں نے تمام مملکت اسلامی کو فتنوں میں جھونک دیا ۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ان تمام ہنگاموں میں امویوں کی کوئی ذرہ برابر غلطی نہیں ہے نہ معاویہ کی نہ عثمان کی اور نہ دوسرے حکمرانوں کی ، ان سب کا دامن برگ گل کی طرح پاک و صاف ہے ۔

ہم مدتوں تحقیق کے بعد داستان ابوذر اور عبد اللہ بن سبا کی سند سے اس نتیجہ تک پہونچے کہ ان ساری داستانوں کو مورخوں نے سیف بن عمر سے روایت کی ہے اور سیف اول درجے کا جھوٹا اور جعل ساز تھا ، اس نے اپنے ذہن سے ایک واقعاتی روایت گڑھ لی اور اس نے راوی کا یزید فقعسی جیسے جھوٹے راوی کو بھی اختراع کر لیا ، کہ جعلی راوی فقعس کے قبیلے کا فرد ہے جو قبیلہ اسد کی شاخ تھی ، لیکن سیف نے اپنی تمام روایات میں قبیلہ کا نام تو لکھا ہے لیکن اس کے باپ کا نام نہیں لکھا ہے جیسے اس کا کوئی باپ ہی نہیں تھا ، سچی بات تو یہ ہے کہ اس راوی کا باپ اور تمام ساختہ وپرداختہ صحابہ و راویان کے باپ جو داستان سیف کے پیرو ہیں یہ صرف سیف بن عمر تمیمی کی اختراع ہیں اکیلے سیف کی اختراع وحدہ لا شریک لہ ۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ کے بزرگ علماء جیسے طبری ، ابن اثیر ، ابن عساکر ، ابن خلدون ، ابن عبد اللہ ، اور ابن حجر کے علاوہ دوسرے سب کے سب اپنی تاریخوں میں سیف بن عمر کی جعلی روایتوں کو جو ایک نمبر کا جھوٹا مکار تھا اس سے لیکر بہت سے مسلمانوں کے عقائد کو اصحاب رسول (ص) کے بارے میں گندہ کر دیا ہے ۔

اج ان افسانوں کی حیثیت ہو گئی ہے اور لوگ دین اسلام کو اسی راہ سے پہچان رہے ہیں ، کیا اج بارہ صدیاں گذرنے کے بعد اجازت ہے کہ ہم ان افسانوں کو حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے نکال دیں ، تاکہ لوگوں کے لئے اصل اسلام کی پہچان اسان ہو سکے ۔

کوفے کے قاری شام میں

معاویہ کی نوک جھونک صرف ابوذر غفاری و عبادہ جیسے افراد سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اسکی خاص عادت یہ تھی کہ جو

بھی تھوڑا سا اسلام کی معلومات رکھتا تھا اس سے اختلاف کر بیٹھتا تھا اسی لئے اس نے کوفے کے ان قاریوں سے جو شام جلا وطن کر دیئے گئے تھے سخت جھگڑا کر لیا عظیم مورخ بلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں۔

جب حکومت کوفہ سے عثمان نے ولید کو معزول کر دیا تو اسکی جگہ سعید بن عاص کو منصوب کر دیا عثمان نے سعید بن عاص سے کہا کہ کوفہ والوں سے اچھے انداز میں پیش انا اور انکی خاطر و مدارات کرتے رہنا اور ولید کی طرح اہل کوفہ سے اختلاف کر، نہ بیٹھنا، انہیں وجوہات کی بناء پر سعید بن عاص بزرگان شہر اور قاریوں کے ساتھ ہر شب اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان لوگوں سے گفتگو کیا کرتا تھا۔

ایک دن سعید بن عاص کے گھر سواد و جبل پر بحث چھڑی، حاضرین نے سواد کی پیداوار کو جبل عامل پر ترجیح دیکر کہا کہ سواد میں جبل (لبنان) کی تمام پیداوار کے علاوہ اس میں خرما کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔

داروغہ شہر نے کہا، اے کاش ان پیداواروں کا تعلق امیر (سعید) سے ہوتا کیونکہ امیر ان زراعات و باغات کے دیکھ بھال کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

مالک اشتر نے جواب دیا، اگر امیر کے لئے ارزو کرتے ہو تو ارزو کرو کہ انھیں اس سے بہتر باغات و زراعات نصیب ہو لیکن ہمارے اموال کو ان کے لئے ارزو نہ کرنا اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو۔

شہر کے داروغہ نے کہا، انھیں اس ارزو نے کیا نقصان پہونچادیا کہ اس طرح کی تلخ کلامی کر رہے ہیں، خدا کی قسم، اگر امیر نے ٹھان لیا تو ان تمام باغوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔

مالک اشتر نے جواب دیا، خدا کی قسم اگر ان باغات کو لینے کا ارادہ کر بھی لیں تو اس کو نہیں لے سکتے ہیں سعید ابن عاص ان باتوں سے بہت غضبناک ہوا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا :

سواد کے باغات صرف قریشیوں (قریش سے مراد بزرگان بنی امیہ و قبیلہ بنی تیم اور عدی نیز اسکے مانند جو مکہ میں تھے بر خلاف انصار کے در اصل اہل یمن سے ہونگے، اور مالک اشتر نیز اہل کوفہ اسی قبیلوں سے تھے) کا مال ہے۔

مالک اشتر نے غصے میں کہا کہ، تم چاہتے ہو کہ ہماری جنگوں کے ثمرات اور جو کچھ خدا وند عالم نے ہمیں نصیب فرمایا ہے اس کو اپنے خاندان اور اپنے قبیلوں میں تقسیم کردو، خدا کی قسم اگر کسی نے ان زمینوں کی طرف ترچھی

نگاہ سے بھی دیکھا تو اسکو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ڈر کے مارے بھاگ جائے گا (١٧)

اس بات کے بعد مالک اشتر داروغہ پر حملہ اور ہوئے لیکن اطرافیوں نے انکو پکڑ لیا _

سعید بن عاص نے اس واقعہ کو عثمان کے یہاں خط لکھ کر تاکید کیا کہ جب تک مالک اشتر اور انکے ساتھی (جو قاریان کوفہ کے نام سے جانے جاتے ہیں کچھ نہیں جانتے اور ان کے پاس عقل بھی نہیں ہے) اس شہر میں رہینگے تو ہماری کوئي ذمہ داری نہیں رہے گی _

عثمان نے جواب میں لکھا کہ ، ان تمام لوگوں کو شام بھیج دو ، قاریان کوفہ جنھوں نے سعید سے جھگڑا کر لیا تھا کوفہ سے جلا وطن کر کے دمشق بھیج دیئے گئے _

معاویہ جو بہت چالاک تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کام کیا کہ ان قاریوں کا خیر مقدم کر کے ان لوگوں کو اپنے قریب کر لیا لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہ سکتے تھے مالک اشتر اور ان کے دلیر ساتھی دین شناس تھے جبکہ معاویہ مکار اور بے دین تھا اس صورت میں ان سب کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں تھا ، سر انجام جس دن کا انتظار تھا وہ دن اگیا ، مالک اشتر اور معاویہ کے درمیان سخت کلامی ہوئي جسکی وجہ سے مالک اشتر کو رسی میں جکڑ کے زندان میں ڈال دیا گیا ، وہاں وہ طویل زمانے تک رہے مگر چھوٹنے کے بعد حالات نے اپنے اپ کروٹ لے لی کیونکہ مالک اشتر اور انکے ساتھی جو حاکم شام معاویہ سے دور ہو گئے تھے انھوں نے اہل دمشق کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا ، اس کی خبر عثمان کو دی گئي کہ جو لوگ ہمارے یہاں آئے ہیں انھیں نہ عقل و شعور سے واسطہ ہے اور نہ ہی دین و مذہب سے لگاؤ ہے ان کا مقصد صرف فتنہ پروری ہے ، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ یہاں رہ گئے تو فتنہ و فساد کو پھیلا دینگے ، اہل شام کو بغاوت پر امادہ کر دینگے ، ان لوگوں سے ان باتوں کو سیکھ لینگے جو ابھی تک نہیں جانتے ہیں ، شام والے بھی اہل کوفہ کی طرح فاسد اور اپنی اعتدال فکر کو کھو بیٹھیں گے _

عثمان نے سوچا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو ایک دور افتادہ شہر کی طرف بھیجدیا جائے تاکہ ان لوگوں کی چھاپ نہ پڑ سکے ، معاویہ نے ان تمام لوگوں کو شہر حمص بھیج کر عثمان کے حکم کی تعمیل کی (١٨)

پہلی صدی کا مشہور مورخ مدائنی نقل کرتے ہیں :

ان لوگوں کی شام میں معاویہ کے ساتھ نشست ہوئي تھی اس نشست میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے تھے _ منجملہ

١٧_ انساب الاشراف ج ٥ ص ٤٠

١٨_ انساب الاشراف ج ٥ ص ٤٣

ایک روز معاویہ نے یہ کہدیا کہ ،قریش سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ میرا باپ ابوسفیان قریش میں سب سے زیادہ معزز اور با وقار تھا ، لیکن رسول (ص) کو نبوت مل گئي جو کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی اگر تمام لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو سب کے سب حلیم و بردبار ہوتے ـ

صعصہ بن صوحان نے فورا جواب میں کہا :

اے معاویہ تو جھوٹ بولتا ہے ، حضرت ادم ابوسفیان سے بہر حال بہتر تھے جو اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ان میں اپني روح پھونکی فرشتوں کو سجدہ پر مامور فرمایا ، انکی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور بیوقوف بھی اچھے بھی ہیں اور برے بھی پائے جاتے ہیں تمام ایک شکل کے نہیں ہیں (۱۹)

جیسا کہ اپ نے ملاحظہ فرمایا ، معاویہ جس طرح ابوذر غفاری اور عبادہ جیسے صحابی رسول کے شام میں رہنے سے کڑھتا تھا اسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ تابعین اور قاریان قران اور نیک و صالح افراد اس شہر میں رہیں ، اس مسئلے نے معاویہ کو اس قدر حیران و پریشان کیا کہ فورا خلیفہ سوم سے شکوہ و شکایت کیا ، معاویہ کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ لوگ حقائق اسلام کو جو لوگوں سے پنہاں کر رکھا ہے ان سے بیان نہ کرڈالیں ، اگر یہ لوگ احکام خدا کو جان گئے تو پھر ہماری قیصر و کسری کی شان و شوکت اور خواہشات نفسانی خاک میں مل جائے گی ـ

معاویہ عثمان کے بعد

جیسا کہ پہلے ملاحظہ کیا گیا کہ ـ دولت کی جمع اوری اور عثمان کے رشتہ دار جو تمام اسلامی سرزمین پر قبضہ کئۓ ہوئے تھے ان کے جرائم نے تمام بڑے بلاد اسلامی کو فتنہ و اشوب کے سیلاب میں گھیر لیا تھا ، اور ناراض مسلمانوں نے مدینہ کے اندر عثمان پر عرصہ حیات کو تنگ کر ڈالا تو جس طرح خلیفہ سوم نے تمام حکمرانوں اور والیان شہر کو خط لکھا اور ان

۱۹ـ طبری ج۵ ص ۹۰ ، ابن اثیر ج۳ ص ۶۰

لوگوں سے مدد مانگی تھي، اسی طرح معاویہ کو بھی خط بھیجا اور اس سے مدد و نصرت طلب کی _

عثمان نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

اہل مدینہ نے کفر اختیار کر لیا ہے اور اطاعت و پیروی کا قلادہ گردن سے اتار کر اپنی بیعت کو توڑ ڈالا ہے ، لہذا جتنا بھی ممکن ہو سپاہ شام کو ہماری نصرت کے لئے جلد بھیج دو ، خط معاویہ کو ملا اس نے اچھے طریقہ سے حالات کو پڑھ لیا ، شاید اس انتظار میں تھا کہ عثمان کے مرتے ہی تخت خلافت پر قبضہ ہو جائے گا ، اسی بناء پر عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے مدد پہونچا نے میں کسی قسم کی جلدی نہیں دکھائي ، اور اپنی کوتاہیوں کی اس طرح توجیہ و تاویل کی کہ _ ہم مسلمین اور اصحاب رسول (ص) کی مخالفت سے راضی نہیں ہیں ، جب عثمان نے اپنے خط کے سلسلے میں پہلو تہی دیکھی تو اہل شام کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ _ تم لوگ ہماری نصرت کے لئے شہر سے نکلو _

بلاذری لکھتے ہیں

جب عثمان نے معاویہ کو خط بھیجا اور اس سے مدد مانگی تو معاویہ نے یزید ابن اسد قسری کی سربراہی میں چھوٹی سی فوج مدینہ کی جانب روانہ کی ، اوریزیدبن اسد قسری کو کہا کہ جس وقت تم سرزمین ذا خشب پرپہونچنا تو اسی مقام پرپڑائو ڈالدینا اور اسکے اگے نہ بڑھنا ، کبھی اپنے ذہن میں بھی نہ لانا کہ ہم پائے تخت اسلامی کے حوادث و واقعات سے باخبر نہیں ہیں اور معاویہ کی عدم موجودگی میں تمام چیزیں ڈھکی چھپی ہیں ، درانحالیکہ ہم باخبر بھی ہیں اور موجود بھی ؟ لشکر اپنے سربراہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا ، جب مقام ذاخشب پرپہونچا تویہیں پر ٹھر گیا ، اور اس قدر دیر لگائي کہ عثمان لوگوں کے ہاتھوں سے مارڈالے گئے ، جب پانی نیزے سے اتر گیا اور فتنہ و اشوب فرو ہوگئے تو معاویہ نے یزیدبن اسد کو لشکر کے ہمراہ واپس بلوالیا _

تیسری صدی کا معتبر مورخ بلاذری کا کہنا ہے کہ ، معاویہ نے بغیر سوچے سمجھے ایسا نہیں کیا تھا وہ چاہتا تھا کہ عثمان اس حادثہ میں مارڈالے جائیں ، پھر اسکے بعد اپنے کو بھتیجے کی حیثیت سے خلافت و حکومت کا حقدار ثابت کردے [۲۰]

۲۰_ شرح النہج ص ۵۸

لیکن جب کہ اپ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا اور لوگ امیر المومنین (ع) کے گرد جمع ہو گئۓ اور ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا، جب حضرت علی (ع) کے ہاتھوں پر بیعت ہوگئي تو معاویہ جس نے عثمان کی مدد کرنے میں کوتاہیاں کی تھیں بہت شرمندہ ہوا، کیونکہ اب تخت خلافت بہت دور نظر انے لگا، لہذا ایک نئي چال چلی کہ طلحہ و زبیر کو مخفیانہ طور پر خط لکھا اور اس خط میں کچھ ایسی باتیں تحریر کیں تاکہ ان دونوں کے دل خلافت کی چٹکیاں لینے لگیں، کیونکہ یہ دونوں ہوا پرست اور خلافت عثمان کے زمانے میں دولت و ثروت کی چاشنی بھی چکھے ہوئے تھے، اسی بناء پر یہ دونوں معاویہ کے دام فریب میں اگئۓ [۲۱]_

معاویہ کا نقشہ یہ تھا کہ ان دونوں کو جوان دنوں صاحب نفوذ و رسوخ سمجھے جاتے تھے، حضرت امیر المومنین سے جنگ کرنے پر ابھاردے، البتہ خلیفہ مظلوم اور قصاص خون عثمان ان دونوں کے لئے اچھا بہانہ تھا، طلحہ و زبیر نے معاویہ کی مکارانہ چال میں اکر خونبار جنگ جمل برپا کردی_

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اغاز جنگ میں طلحہ مارڈالے گئۓ اور زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور مرد تمیمی کے ہاتھوں بے رحمانہ قتل کردیئے گئۓ [۲۲]

اس طرح معاویہ کے دو طاقتور رقیب خلافت کے سلسلے میں میدان سے خارج ہو گئۓ جی ہاں جب کوئي مارا جاتا تھا تو معاویہ کی خلافت قریب الوقوع نظر انے لگتی تھی_

جب امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر آئے تو جریر کو پیغام دیکر معاویہ کے یہاں بھیجا، اور اس سے بیعت طلب کی_

معاویہ نے جریر سے کہا_ اپنے رفیق کو لکھ دو کہ ہم دو شرط کے ساتھ بیعت کرنے پر حاضر ہیں_

۱_ شام اور مصر کو ہمارے حوالے کردیں نیز ان دونوں سرزمین کا خراج ہمارا ہو گا

۲_ مرتے وقت کسی کی بیعت کا قلادہ ہماری گردن میں نہ ڈالیں

اس عبارت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ خلافت سے معاویہ کا اشتیاق کس قدر ہے معاویہ جانتا تھا کہ

۲۱_ مروج الذهب ج۲ ص ۳۳۳

۲۲_ شرح نہج البلاغہ ج۲ ص ۵۸۱

حضرت امیر المومنین (ع) سے رقابت نہیں ہو سکتی ، کیونکہ جو فضیلتیں امام (ع) میں پائی جا رہی تھیں مجھ میں نہیں ہے ۔
اسی وجہ سے خلیفہ وقت کے خلاف بھڑکانے کی جرائت و جسارت نہیں ہو رہی تھی ، اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ پہلے عائشہ طلحہ و زبیر اس خطرناک راستے کو طے کریں ، اسکے بعد وہ اس راستہ کو طے کرے ، لہذا بہتر یہی ہے کہ امام (ع) سے جنگ کرنے کے بجائے ان سے مصر اور دوسرے بڑے شہروں کی مانگ کر کے اپنی حکومت کو وسیع کرے تاکہ امام (ع) کے مرتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ تخت خلافت پر براجمان ہو جائے ، جریر نے معاویہ سے کہا کہ تمھیں جو کچھ لکھنا ہے لکھو ہم خط نہیں لکھیں گے ۔

معاویہ نے اپنی رائے کو امام (ع) کے پاس لکھ کر بھیجا ، امام (ع) نے جریر کے ذریعہ معاویہ کو جواب دیا کہ تو نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ میری بیعت نہیں کرے گا اور جو کچھ دوست رکھتا ہے اسکو انجام دیگا ، وہ چاہتا ہے کہ تم کو اتنا سرگردان و معطل رکھے تاکہ لوگوں کی توجہات کو مبذول کر لے ۔
جب ہم مدینہ میں تھے تو مغیرہ بن شعبہ نے اس طرح کا اشارہ کیا تھا کہ معاویہ کو شام کی حکومت پر رہنے دیجیئے لیکن ہم اس کام کو ضرور انجام دینگے ، اس لئے کہ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ خداوند عالم معاویہ جیسے بدکردار و گمراہ کے ذریعہ ہماری مدد و نصرت کرے ، اگر اس نے میری بیعت قبول کر لی تب تو ٹھیک ہے ورنہ فورا ہماری طرف پلٹ ائو [۲۳]
اٹھویں صدی کا مورخ ابن کثیر اپنی تاریخ البدایہ و النہایہ میں لکھتے ہیں :
عقبہ بن ابی معیط نے جب یہ سنا کہ معاویہ نے حضرت علی (ع) سے مصر اور شام کی حکومت کا مطالبہ کیا ہے تو اس نے معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس خط میں اسکی خوب مذمت کی نیز اس میں چند اشعار لکھکر روانہ کئے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ، معاویہ شام کی حکومت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا ذرا دشمن سے ہوشیار رہنا کیونکہ یہ دشمن ادہے کی مانند ہے لہذا اسکو چھوڑ نہ دینا ، علی (ع) اسکے منتظر ہیں ، کہ تم کیا جواب دیتے ہو ، اسکے خلاف جنگ کے شعلے ایسے بھڑکا دے کہ جوانوں کے سیاہ بال سفید ہو جائیں ، شام سے شمشیر اور نیزوں کی حمایت کر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر نہ بیٹھنا اور نہ اس سلسلہ میں تساہلی کرنا اور اگر ایسا نہیں کرنا ہے تو سر تسلیم کو خم کر دے ۔

---

۲۳ ۔ نصر بن مزاحم کی صفین ص ۵۸ ، شرح النہج ج ۱ ص ۲۵۰

تاکہ جو لوگ امن پسند اور جنگ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اطمینان و ارام کے ساتھ زندگی گذار سکیں اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

اے حرب کے بیٹے، تم نے طمع و حرص میں اکر جو اسکو خط لکھدیا ہے اس کام کو انجام دیکر اپنے سر پر بہت بڑی مصیبت مول لی ہے۔

معاویہ، حضرت علی (ع) سے جو تم نے خواہش ظاہر کی ہے وہ ہرگز پوری نہیں ہو سکتی، اور اگر اپنی مراد تک پہونچ بھی گئے تو سوائے چند دنوں کے زیادہ پایدار بھی نہیں ہے۔

اخر تیرے دل میں اس قدر تمنائیں کروٹ لے رہی ہیں جو ایک نہ ایک دن ہلاکت کی باعث ضرور بنیں گي، لہذا بہتر یہی ہے کہ اپنے دماغ سے ان امنگوں کو نکال دے، کیونکہ علی (ع) جیسے تمہارے دام فریب میں نہیں اسکتے ہیں، اور اس سے تم نے اچھے طریقہ سے ان کی ازمائشے بھی کی ہے جو تم نے خراب کیا اسکو علی نے بنایا ہے۔

اگر اس کے چنگل میں ایک بار چلے گئے تو یاد رکھو کہ تم نے تو اسکی کھال نہیں کھینچی لیکن وہ تمھاری کھال کو ادھیڑ دے گا (۲۴)

صفین معرکہ حق و باطل

اس سے قبل اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ۔ معاویہ نے کس طریقہ سے عثمان کے تمام حقوق کے باوجود جو اسکی گردن پر تھے انکی نصرت کرنے میں کوتاہی کی، اور اس قدر عذر تراشی کی کہ ناراض مسلمانوں نے انکو گھر کے اندر قتل کر ڈالا، شاید معاویہ اس انتظار میں تھا کہ جو اسکی خلافت کی راہ میں کانٹے ہیں وہ سب صاف ہو جائیں، لیکن قتل عثمان کے بعد معاویہ کی خواہش کے بر خلاف لوگوں نے امیر المومنین(ع) کو خلیفہ تسلیم کر لیا، جب زمام حکومت علی (ع) کے ہاتھوں میں اگئي تو اپ نے خاص طور سے اپنی بیعت کا مطالبہ معاویہ سے کیا لہذا معاویہ نے ایک بڑی پلاننگ تیار کی۔ اس نے مظلومیت عثمان اور انتقام خون کو بہانہ بنا کر جو پہلی مرتبہ جنگ جمل میں اس پرچم کو لہرایا جا چکا تھا امام (ع) سے بر سرپیکار ہو

۲۴۔ بدایہ النھایہ ج ۸ ص ۱۲۹

جانے اور اسکے ذریعہ سے اپنے دل کی تمنائیں نیز اپنے باپ ابو سفیان کی وصیت پوری کر کے اسلام کی وسیع و عریض حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا ارادہ کیا۔ اسی لئے اس نے عثمان کا خون الود کرتہ مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک لٹکا دیا، بوڑھے اسکے گرد جمع ہو کر رونے لگے، پھر اپنی تقریر میں اس بات کا اعلان کیا کہ میں مقتول کا وارث ہوں اور جن لوگوں نے خلیفہ کو ناحق قتل کیا ہے ان سے خون کا انتقام لینا چاہیئے اہل شام معاویہ کے دام فریب میں اکر سخت دھوکہ کھائے، جی نہیں، بلکہ ان لوگوں نے یزید بن ابو سفیان (برادر معاویہ) کے ہاتھوں اسلام کو قبول کیا تھا اور تقریبا بیس سال سے معاویہ کی حکمرانی میں زندگی گذار رہے تھے، لہذا ایک طرف شام والوں کی سادہ لوحی تھی، جسکی وجہ سے بنی امیہ جدہر چاہتے تھے انکو گھما دیتے تھے اور دوسری طرف خاندان بنی امیہ سے ان لوگوں کی بیس سالہ رفاقت و محبت تھی، یہی وہ کڑی سے کڑی تھی جو اہل شام کو معاویہ کے افکار و نقشہ کو قبول کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوئی، اسی لئے شام والوں نے فورا اس کی بیعت کر کے اس کے فرمان پر اپنا سر تسلیم خم کر دیا [۲۵] اہل شام چاہتے تھے کہ امام (ع) سے جنگ کریں کیونکہ ان لوگوں کو سمجھایا گیا تھا کہ قاتل عثمان اپکے حاشیہ نشین اور پناہ میں ہیں، لہذا ان لوگوں کو کھینچ کر لایا جائے گا پھر خلیفہ ء مظلوم کے خون کا بدلہ ان سے لیں گے۔ شام والے معاویہ کی سربراہی میں خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے امام (ع) سے جنگ کرنے کی خاطر یہاں سے چل دیئے، دونوں لشکر کا ربیع الثانی ۳۸ھ میں میدان صفین میں امنا سامنا ہوا [۲۶] صفین کے کھلے میدان میں نہر فرات کے کنارے دونوں لشکر کے ما بین کافی دنوں تک جنگ بند رہی، امیر المومنین (ع) نے جنگ میں کبھی پیش قدمی نہیں کی اور جس طرح اسلام نے حکم دیا تھا اسی طرح اپنے لشکر والوں کو دستور دیا، معاویہ نے پہلے ہی روز نہر فرات کا پانی جو تنہا مخزن اب تھا امام (ع) کے لشکر پر بند کر دیا، چالاک مشاور عمرو عاص نے کہا۔ اے معاویہ۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علی (ع) اور انکے ساتھیوں کے ہاتھ میں جب تک چمکتی ہوئی تلواریں اور لچکتے ہوئے نیزے ہیں کبھی پیاسے نہیں رہ سکتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ تم انھیں پانی سے نہ روکو، لیکن لشکر امام (ع) کا دلیر سردار مالک اشتر کی سعی و کوشش نے نہر فرات کو معاویہ کے سپاہ سے چھین لیا۔ جب لشکر علی نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا تو حضرت علی (ع) نے اپنی شان و شوکت سے معاویہ کے پاس پیغام بھیجوایا کہ، اگرچہ فرات پر ہمارا قبضہ ہے مگر تم اور تمھاری فوج چاہے اور جتنا چاہے پانی لے سکتی ہے اس پر سبھی کا حق بنتا ہے [۲۷]۔

۲۵۔ صفین ص ۱۲۸

۲۶۔ صفین ص ۲۰۹، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۰

۲۷۔ صفین ص ۱۹۳

معاویہ کی چالاکي

یہ پہلی جھڑپ دونوں لشکر کے درمیان تھی ، جنگ مدت دراز کے لئے متوقف ہوگئي کیونکہ امیر المومنین (ع) نے حتی الامکان کوشش کی کہ جنگ اور زبردستی کے ذریعہ اپنے نظریات کو نہیں تھوپاجائے لیکن شامی سوائے خون عثمان کے کچھ نہیں کہتے تھے ؟
ذی الحجہ کے مہینے میں بھی چھوٹی موٹی مڈ بھیڑیں ہوئیں لیکن اسکا کوئي خاص نتیجہ نہیں نکلا ، محرم الحرام کی امد پر طرفین جنگ سے دستبرادر ہو گئے ، لیکن اس مہینہ کے تمام ہوتے ہی دوبارہ جنگ شروع ہو گئي ، ان تمام مدتوں میں معاویہ کی یہی سعی و کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے امام علیہ السلام اسکو حکومت شام کا پروانہ لکھدیں تاکہ جنگ کا خاتمہ کر دے ، لیکن امام (ع) کسی قیمت پر راضی نہیں تھے کہ معاویہ جیسا انسان انکا ہمنوا بنے_
اخر ایک شدید حملہ میں لشکر امام (ع) کی شجاعت اور پا فشاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوج نے داہنی سمت سے اتنی پیش قدمی کی کہ معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئي_ لیکن یسرہ کی فوج شامیوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹ گئي_
اس وقت امام علیہ السلام بہ نفس نفیس میدان میں اگئے اور اپنے فراری لشکر کو للکارا ،پھر معاویہ سے کہا ، اے معاویہ لوگوں کا خون نا حق کیوں بہا رہا ہے ائو ہم دونوں لڑکر فیصلہ کر لیں معاویہ نے جان کے خوف سے امیر المومنین کی دعوت قبول نہیں کی کیونکہ خوب جانتا تھا کہ جو بھی بہادر امام (ع) سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں گیا وہ دوبارہ واپس نہیں آیا ہے_
تمام رات جنگ جاری رہی ، جب رات کا اندھیرا چھٹا تو لشکر امام (ع) کی شکست اخری مرحلہ میں تھی ، مالک اشتر کوفہ کے بہادروں کے ساتھ میمنہ کی طرف سے اور امام (ع) قلب لشکر سے دشمنوں پر تابڑ توڑ حملہ کر رہے تھے ، اور

لشکر کوفہ کے سپاہی جب شام کی فوج میں گھس گئے تو معاویہ نے راہ فرار اختیار کی اسکے سپاہیوں کو سوائے شکست کے کوئی اور چیز نظر نہیں ارہی تھی ، کفر اور جاہلیت کا رکن بزرگ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو رہا تھا اور حکومت علوی تمام بلاد اسلامی پر حکمرانی کرتی نظر ارہی تھی کہ اچانک معاویہ کے مکار مشاور عمر و عاص کے ذہن میں ایک فتور آیا تب جا کر معاویہ کی جان میں جان ائی_

عمر و عاص نے معاویہ سے کہا کہ :

لشکر شام کو حکم دو کہ قران کو نیزوں پر بلند کریں فوج شام نے اسکے حکم کی تعمیل کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم حکم قران پر راضی ہیں اس طرح پانچ سو قران نیزے پر بلند کئے گئے [۲۸] ، امام (ع) کے لشکر کے بے دین افراد نے اس فریب میں اکر استقامت کرنا چھوڑ دیا_

سوائے چند افراد کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہ سکا خاص طور پر وہ جو معاویہ کے مزدور اور سپاہ کوفہ کے منافقین تھے جیسے اشعث بن قیس کہ اس نے اس راہ میں خوب فتنہ برپا کیا [۲۹] _

امام (ع) اور ان کے لشکر والوں نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ کام دھوکہ اور سیاست ہے یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی قران والے ہیں ہم نے بارہا ان لوگوں کو قران کی طرف دعوت دی لیکن اسکے سایہ میں نہیں آئے_

لشکر امام (ع) کے افراطی لوگ اشعث بن قیس کی سربراہی میں بغاوت و سرکشی پر اتر آئے ، اس ہنگامہ بلا خیز میں مالک اشتر ایک طرف سے لشکر معاویہ کو درہم برہم کئے ہوئے تھے ، عنقریب تھا کہ جنگ لشکر امام (ع) کے حق میں ختم ہو_

دوسری طرف اشعث اوراسکے ساتھیوں نے امام (ع) کو سخت محاصرے میں لے لیا اور ان سے کہا کہ اپ مالک اشتر کو حکم دیں کہ میدان جنگ سے واپس اجائیں ، امام (ع) نے فرستادہ کو بھیجا ، مالک اشتر نے اس سے کہا کہ انحضرت سے کہنا کہ یہ گھڑی جنگ سے واپس بلانے کی نہیں ہے ، ہمیں خدا وند عالم پر بھروسہ ہے کہ جلد کامیابی نصیب کر دے گا ، وہ شخص مالک کا پیغام لیکر لوٹ آیا _

اسی اثناء میں شدید گرد و غبار اور ڈھول تاشے کی آواز میدان جنگ میں گونجنے لگی ، لشکر عراق کی فتح اور شام

۲۸_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰

۲۹_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۶۵

والوں کی شکست نمایاں تھی کہ جو لوگ امام علیہ السلام کو انگشتری کے نگینہ کی طرح گھیرے ہوئے تھے انھوں نے فریاد بلند کرنا شروع کردی کہ اپ نے اشتر کو اتش جنگ بھڑکانے کا حکم دیا ہے_

امام علیہ السلام نے فرمایا، وائے ہو تم لوگوں پر ہم نے اپنے فرستادہ سے چپکے سے گفتگو کی تھی آیا تم لوگوں کے سامنے ہم نے واپسی کا پیغام نہیں کہلایا تھا_

ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا کہ اپ مالک اشتر کے پاس کہلوایئے کہ میدان سے واپس چلے ائیں_ ورنہ ہم لوگ اپکے لشکر سے علحدہ ہو جائینگے_

امام (ع) نے مالک اشتر کے پاس پیغام بھیجوایا کہ پلٹ ائو ورنہ فتنہ و اشوب بھڑک اٹھے گا، مالک اشتر نے کہا، کیوں، ان قران کی وجہ سے جو نیزوں پر بلند کئے گئے، فرستادہ امام (ع) نے کہا، جی ہاں، مالک اشتر نے کہا، خدا کی قسم، مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں اسکی وجہ سے ہمارے درمیان اختلاف نہ ہو جائے، فرزند نابغہ عمرو عاص نے اس کام کو کر کے ہمارے ہاتھوں کو باندھ ڈالا ہے_ اہ_ آیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ خداوند عالم نے کس طریقہ سے فتح کو ہماری جھولی میں ڈالدیا ہے، ذرا تم خود بتائو یہ وقت میدان چھوڑنے کا ہے_

امام (ع) کے فرستادہ نے کہا، اے اشتر تم چاہتے ہو کہ ایک طرف فاتح میدان بنو اور دوسری طرف امام (ع) قتل کردیئے جائیں یا دشمنوں کے حوالہ ہو جائیں، ان لوگوں نے امام (ع) سے کہا ہے کہ اپ اشتر کو واپس بلوالیں ورنہ ہم لوگ اپکو تلوار سے قتل کردینگے، جس طریقے سے عثمان کو قتل کیا گیا ہے، مالک اشتر نے کہا، خدا کی قسم، ہم ہرگز ایسی فتح نہیں چاہتے ہیں یہ کہا اور میدان جنگ سے واپس اگئے اور امام (ع) کی خدمت میں شرفیاب ہو کر ان لوگوں سے مخاطب ہوئے جنھوں نے امام (ع) کو محاصرہ میں کر لیا تھا_

اے کاہلو_ ایک لمحے میں دشمن کے اوپر پیروز وکامیاب ہو جاتے اور وہ جو کتاب خدا و سنت رسول کو کچل رہا تھا انکو اپنے چنگل میں کر لیتے مگر اسکے چھوٹے سے فریب میں اکر پھنس گئے اور قران کے فریبی دعوت میں اکر میدان کو چھوڑ دیا مجھے کم از کم ایک ساعت کی مہلت دیدو تاکہ جنگ کو مرحلہ اختتام تک پہونچا دوں، ان لوگوں نے کہا، ہم لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے_

مالک اشتر نے فرمایا: ایک مرتبہ گھوڑا دوڑانے کی مہلت دیدو

ان لوگوں نے کہا ، اگر اسکی اجازت دونگا تو تمہارے جرم میں ہم لوگ شریک ہو جائیں گے مالک اشتر نے فرمایا ، مجھ سے بات بناتے ہو جب تم لوگوں نے جنگ کی تھی اور تمہارے اچھے عمار یاسر جیسے شھید ہو گئے ، تو اس وقت حق پر تھے ، یا اب جبکہ تم لوگ بچ گئے ہو اور تمھیں لوگ خواہاں صلح ہو ؟

اگر اسوقت تم لوگ حق پر ہو تو وہ لوگ جو تم سے بہتر تھے اور انکی پاکیزگی کا تم لوگ انکار بھی نہیں کر سکتے وہ اگ میں جل رہے ہوں گے ؟

ان لوگوں نے کہا_ اشتر ہم لوگوں کو چھوڑ دو ہم لوگ تمھاری پیروی نہیں کرینگے اور ہماری نگاہوں سے دور ہو جائو_

مالک اشتر نے جواب دیا ، خدا کی قسم ، تم لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے ہم تمھاری نمازوں کو شوق خدا اور زھد دنیا کی دلیل سمجھے بیٹھے تھے لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگ موت کے خوف سے بھاگ رہے ہو اور ابھی دنیا میں رہنے کا اشتیاق رکھتے ہو ، اج کے بعد کبھی عزت و سربلندی کو نہیں دیکھو گے دور ہو جائو اسی طرح جس طرح ستمکاران دور ہو گئے ، ناہنجار و سرکش افراد ان کے جواب سے ششدر رہ گئے تھے ، اشتر کو برا بھلا کہا گیا ، یہاں تک کہ انکے گھوڑے کو تازیانے سے مارا جب حد سے زیادہ بات بڑھ گئي تو مالک اشتر نے بار دیگر ان لوگوں کو خوب سنایا_

امام (ع) نے جب ان حالات کو دیکھا تو مالک اشتر کو بلا کر ارام کرنے کو کہا ، جسوقت ارام کر رہے تھے تو اشتر نے امام (ع) سے فرمایا کہ ، اقا اتنی اجازت دیدیجئے کہ ان لوگوں سے نپٹ لوں اور ان تمام لوگوں کے ہوش کو ٹھکانے تک پہونچا دوں حاضرین نے آواز بلند کرنا شروع کر دی کہ علی (ع) حکمیت پر راضی ہو گئے مالک اشتر نے کہا ، اگر علی (ع) راضی ہو گئے ہیں تو ہم بھی حکمیت پر راضی ہیں چاروں طرف سے ایک ہی آواز تھی علی (ع) راضی ہیں ، اس ہنگام میں امام (ع) سر جھکائے خاموش تھے اور کوئي بات نہیں_ (۳۰)

۳۰_ صفین ص ۴۹۲

ابو موسی اور عمرو عاص

اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ، امام (ع) اپنے لشکر کے ان سرکش اور باغی افراد کے نظریات کو قبول کرنے میں مجبور ہو گئے تھے جو حکمیت کے خواہاں تھے، بات انتخاب حکم تک پہونچ گئي شام والوں نے عمرو عاص کو منتخب کیا اشعث اور اسکے کوفے کے ساتھیوں نے جو اس واقعہ کے بعد خوارج کہلانے لگے انھوں نے کہا کہ، ہم ابو موسی اشعری کو اس کام لئے منتخب کرتے ہیں_

امام (ع) نے فرمایا، ہم ابو موسی کو اس اہم کام پر منتخب نہیں کرنا چاہتے ہیں

اشعث اور اسکے ساتھیوں نے کہا ہم سوائے ابو موسی کے کسی کو حکم نہیں بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اس نے پہلے ہی ہم لوگوں کو جنگ میں شریک ہونے سے منع کیا تھا_

امام (ع) نے کہا: میں اسکی حکمیت سے راضی نہیں ہوں کیونکہ اس نے مجھ سے دوری اختیار کی اور لوگوں کو ہماری مدد سے روکا پھر مجھ سے فرار بھی کیا یہاں تک کہ ہم نے اسکو امان دیا ہم اس کام کے لئے ابن عباس کو نامزد کرتے ہیں_

ان لوگوں نے کہا، خدا کی قسم، ابن عباس اور تمھارے میں فرق ہی کیا ہے لہذا ہم لوگ انکو قبول نہیں کرتے کوئي ایسا شخص لشکر عراق سے حکم ہو جسکی نسبت معاویہ اور تم سے یکساں ہو_

امام (ع) نے فرمایا، پھر مالک اشتر کو معین کرتا ہوں

اشعث نے کہا_ انھیں کی بدولت تو جنگ کے شعلے بھڑکے ہیں اور وہ بھلا چاہیں گے کہ تحکیم کامیاب ہو ؟ امام (ع) نے فرمایا کہ اشتر کے سلسلے میں کیا خیال ہے_

اشعث نے کہا اگر اشتر حکم ہو گئے تو ہمارے اور لشکر شام کے درمیان اسقدر تلواریں چلے گیں_کہ اشتر اور تمھاری خواہش پوری ہو جائے گي

امام (ع) نے کہا ، اخر عمر و عاص ابو موسی کو فریب دیدے گا

ان لوگوں نے کہا ، ہم ابو موسی کی حکمیت پر راضی ہیں

امام (ع) نے فرمایا سوائے ابو موسی کے کسی اور کو قبول نہیں کرو گے ؟

ان لوگوں نے کہا ، جی نہیں

امام (ع) نے فرمایا ـ پس جو چاہو کرو

ایک شخص ابو موسی کو بلانے گیا مالک اشتر نے عرض کیا ، امیر المومنین(ع) ہم کو بھی اس کے ہمراہ حکمیت میں شریک کر دیجئے ، اس پیشکش کو اہل کوفہ کے درمیان رکھا گیا لیکن وہ لوگ اس پر راضی نہیں ہوئے ـ

پھر قرار داد قلمبند کی گئي کہ دونوں طرف کے حکم اس کے پابند ہونگے کہ قران کریم اور سنت رسول (ص) کی رو سے فیصلہ کرینگے ، پھر اضافہ کیا گیا کہ اگر حکمین نے قران و سنت رسول (ص) کے خلاف فیصلہ کیا تو مسلمان اس فیصلے کو نہیں مانیں گے ،ـ اس عہد وپیمان پر اہل شام کی جانب سے عمر و عاص نے اور ابو موسي (جو بیوقوف اور بے ایمان عراقیوں کی طرف سے منتخب ہوا تھا)نے دستخط کئے دو مہ .... الجندل کے اجتماع حکمین سے پہلے عمر و عاص نے ابو موسی اشعری کی خوب تعظیم وتکریم کی اپنے سے بلند دکھانے کے لئے کہا کہ تم تو ہم سے پہلے رسول اسلام (ص) کے ہمنشین ہوئے اور تم ہم سے سن و سال میں بڑے بھی ہو ـ

قبل اس کے کہ ابو موسی اور عمر و عاص میں باہمی اختلاف ہو ابو موسی نے کہا:

اے عمر و عاص آیا تم امت کی صلاح نہیں چاہتے ہو ؟

عمر و عاص نے پوچھا ، امت کی صلاح کس چیز میں ہے

ابو موسی نے جواب دیا ، صلاح اس میں ہے کہ حکومت و خلافت کو عبد اللہ بن عمر کے حوالہ کر دیا جائے کیونکہ اس نے ان جنگوں میں شرکت بھی نہیں کی ہے ـ

عمر و عاص نے کہا ـ تم نے معاویہ کو کیوں فراموش کر دیا

ابو موسی نے کہا ، خلافت سے معاویہ کو کیا سروکار ہے وہ تو کسی صورت میں اسکا مستحق نہیں ہے ، بات طول پکڑ گئی اور دونوں نے کسی پر اتفاق رائے قائم نہیں کیا ، اخر اس مسئلے کو کیسے سلجھایا جائے ، ابو موسی نے کہا ، میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں (علی (ع) و معاویہ) کو تخت خلافت سے برکنار کر دیا جائے اسکے بعد خلافت کو مسلمانوں کی شوری پر چھوڑ دیا جائے جسکو چاہیں منتخب کر لیں ۔

عمرو عاص نے کہا ، تم صحیح کہتے ہو ہم اس رائے پر اتفاق کرتے ہیں ، یہ وہی مشورہ ہے جس میں عوام کی بھلائی بھی ہے ۔

دونوں صبح سویرے لوگوں کے جم غفیر میں حاضر ہوئے ، ابو موسی نے عمرو عاص سے کہا کہ منبر پر جا کر اپنی بات کو بیان کرو ۔

عمرو عاص نے اپنے نقشہ کے تحت جس کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہم ہرگز تم پر سبقت نہیں کر سکتے کیونکہ تم ہجرت اور عمر کے لحاظ سے مجھ سے بڑے ہو ، پہلے بولنے کے لئے کہا :

ابو موسی اشعری کھڑے ہوئے اور منبر پر اکر حمد الہی کے بعد کہا ، اے لوگو ، ہم دونوں نے ان چیزوں کے بارے میں جو امت اسلامی کی یگانگی اور الفت کو دوبارہ پلٹا دے کوئی چیز ان دونوں (علی (ع) ومعاویہ) کے برکنار کرنے سے بہتر نہیں پایا ۔

اس کے بعد خلافت کو شوری کے حوالہ کر دیا جائے ، تاکہ شوری جس کو چاہے اس کو انتخاب کرے ، اور میں علی و معاویہ کو برکنار کرتا ہوں ، یہ کہہ کر فورا منبر سے اتر آیا اس کے بعد منبر پر عمرو عاص آیا حمد الہی کے بعد اس طرح تقریر کی کہ ، اس مرد کی باتوں کو تم لوگوں نے سنا اس نے علی (ع) کو برکنار کر دیا اگاہ ہو جائو کہ میں بھی اسی طرح علی کو معزول کرتا ہوں اور اس کی جگہ معاویہ کو برقرار کرتا ہوں کیونکہ وہ خون عثمان کا انتقام لینے والا اور ان کا وارث ہے اور اس کی جانشینی کا حقدار بھی ہے ، ابو موسی ان تمام مکاری و دھوکہ دھڑی سے بہت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے ایسا کیوں کیا خدا وند عالم کبھی تمہاری مدد نہ کرے اور تم نے دھوکہ دیکر گناہ عظیم کیا ہے ، اے عمرو عاص تمہاری مثال اس کتے کی طرح ہے کہ اس پر حملہ کرو تو ، یا اس کو چھوڑ دو تو ، منھ سے زبان نکال کر سانس لیتا ہے ۔

عمرو عاص بھی جواب دینے سے نہیں چونکا ، اس نے کہا ، تمھاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتا بیں لادی گئی ہوں (۳۱)۔

حکمین اور ان کے ساتھی بادل نا خواستہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے متفرق ہو گئے ، درانحالیکہ حکمیت سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکل پایا تھا سوائے اسکے کہ معاویہ کو امیر المومنین کی صف میں لاکر کھڑا کر دیا گیا ، جبکہ وہ اس وقت سوائے ایک حاکم طاغی کے کچھ نہ تھا جو حکومت اسلامی پر خلیفہ نامزد کر دیا گیا تھا ، جنگ صفین میں لشکر شام کی جانب سے پینتالیس ہزار افراد اور لشکر عراق سے پچیس ہزار افراد قتل ہوئے (۳۲)

شام کے لیٹرے

معاویہ اپنی بچی کھچی فوج کو لیکر ۳۷ھ میں شام واپس اگیا ، لیکن لشکر امام (ع) اور لشکر حق کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک نئی تدبیر سوچی اور اس کو عملی جامہ پہنایا ، معاویہ امیر المومنین (ع) کے ماتحتی والے علاقوں میں وقتا فوقتا چھوٹے موٹے لشکر کو بھیجتا رہا تاکہ سر سبز و شاداب بستیوں کو ویرانے میں تبدیل کر دے ۔

کچھ افراد جیسے نعمان بن بشیر ، سفیان بن عون ، عبد اللہ بن مسعدہ ، ضحاک بن قیس ، بسر بن ارطاۃ ، اور انکے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس جنایت عظیم کے لئے روانہ کئے گئے ، معاویہ کے فرمان سے تمام بلاد اسلامی عراق ، حجاز ، یمن ، کے بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ، اور بستیوں میں قتل و غارتگری خوف و دہشت پھیلائی گئی ۔

ہم اس خونریزی اور قتل و غارتگری اور ضد انسانیت کی افسوسناک داستان کو ضمیر فروش انسانوں کی پہچان کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

۳۱۔ وقعۃ صفین ص ۵۴۹

۳۲۔ صفین ص ۶۴۳

۱_ نعمان بن بشیر

یہ شخص انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا ، نعمان کی پیدائشے رسول (ص) کی رحلت سے چھ یا اٹھ سال قبل ہوئی عثمان کے زمانے میں جو فتنہ و اشوب انکی کرتوت کی بناء پر اٹھا تھا اسوقت یہ شخص خلیفہ کے ہوا داروں میں سے تھا ، عثمان کے بعد معاویہ کے ساتھ ہوگیا اور معاویہ کے مرنے کے بعد یزید کے ہمنوائوں میں ہوگیا ، نعمان نے اپنی قوم کے بر خلاف کام کیا _

قبائل انصار جو حکومت امیر المومنین (ع) اور حضرت امام حسن (ع) کے زمانہ میں انھیں دونوں بزرگوں کی ہمراہی کی تھی اور قدم قدم پر ساتھ دیا تھا ، اس نے رو گردانی کی _

نعمان بن بشیر یہ وہی شخص ہے جو عثمان کے خون الود پیراہن کو مدینہ سے شام لایا ، جیسا کہ اپ نے ملاحظہ فرمایا ، کہ معاویہ نے اس پیراہن کو مسجد دمشق کے منبر کے نزدیک اویزان کردیا اور شام کے سادہ لوح افراد نے اسکے گرد جمع ہو کر خوب گریہ کیا اور معاویہ نے ان لوگوں کو علی (ع) اور انکی خلافت کے خلاف خوب بھڑکایا ، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حاکم کوفہ ہوا اسکے بعد شہر حمص کی فرمانروائی حاصل ہوئی ، لیکن معاویہ بن یزید کے بعد عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں میں ہو گیا _ لہذا لشکر اموی نے اسکو "مرج راہط "کے مقام پر ذی الحجہ ۶۴ ھ میں قتل کر دیا (۳۳)

معاویہ نے ۳۹ھ میں نعمان بن بشیر کی سربراہی میں ایک ہزار کی فوج کے ساتھ عین التمر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا _

اس مقام پر امیر المومنین (ع) کی ایک فوجی چھائونی تھی اس وقت صرف سو سپاہی تھے نعمان نے خطرناک حملہ کیا ، لیکن شہر کے شجاع و دلیر سپاہیوں نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیا اور لیٹرے شامیوں کے مد مقابل اکر خوب جنگ کی _

جنگ کے دوران پچاس ادمیوں کا ایک مختصر دستہ مدد کے لئے اگیا نعمان نے اس دستہ کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ مقدمۃ الجیش ہے اور اسکے عقب میں فوج ارہی ہے _

اس نے فورا واپسی کے ارادہ سے رخ موڑا اور شام کی جانب بھاگ کھڑا ہوا (۳۴)

۲_ سفیان بن عوف

قلمرو علوی میں لشکر شام کی جانب سے دوسری لوٹ کھسوٹ سفیان بن عوف کی سربراہی میں انجام پائی _

اس نے جنگوں اور فتوحات شام میں ابو عبیدہ جراح کے ساتھ اہم کردار ادا کیا تھا معاویہ نے مدتوں بعد رومیوں کے مقابلہ میں جو جنگ و جہاد کا بازار گرم تھا اس کی رہبری سفیان بن عوف کے حوالہ کر دی ، اخر سرزمین روم ۵۲ ھ میں دنیا سے گیا _

سفیان بن عوف نے معاویہ کی طرف سے دوسری ماموریت بھی انجام دی ہے جن میں عراق کی سرزمین پر حملہ ہے یہ حملہ ۳۹ ھ میں وقوع پذیر ہوا _

معاویہ نے سفیان بن عوف سے چلتے وقت کچھ باتیں کہی تھیں کہ ، اگر تمھاری سفر میں کسی سے جنگ چھڑ جائے اور مخالف تمھارا دوست نہیں ہے یعنی خاندان اموی کو دوست نہیں رکھتا ہے تو بغیر خوف و ہراس کے اسکو قتل کر دینا ، جس

۳۳_ اسد الغابہ ج۵ ص ۲۳ ، اصابہ ج۳ ص ۵۲۹

۳۴_ طبری ج۶ ص ۱۷۷ _ ابن اثیر ج۳ ص ۱۵۰ _ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص ۲۱۳ ، ابن کثیر ج۷ ص ۳۱۹ _ ۳۲۴

قریہ اور ابادی سے گذرنا اسکو ویران کرکے مال کو لوٹ لینا ، کیونکہ تخریبی نقطہ نظر سے مال کا لوٹنا قتل کے برابر نہیں ہے چاہے تمہاری جان اس راہ میں چلی ہی کیوں نہ جائے (۳۵)

طبری اور ابن اثیر نے اس غارتگری کی اس طرح منظر کشی کی ہے کہ ، معاویہ نے سفیان بن عوف کی سر کردگی میں چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ھیت و انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا معاویہ نے سفیان کو ہدایت کی کہ حملہ کر کے انھیں تباہ و برباد کردے سفیان نے حسب دستور پہلے ھیت کا رخ کیا ـ

جب سفیان کا لشکر ھیت پھونچا تو کیا دیکھا کہ شہر خالی ہے کسکو قتل کرے اور کسے لوٹے اخر مجبور ہو کر اس جگہ سے کوچ کیا اور شہر انبار اگیا ، یہاں پر سو ادمیوں کا ایک دستہ شہر کی حفاظت کے لئے متعین تھا ، جب اسے معلوم ہوا کہ فوج کی تعداد کم ہے تو اپنے لشکر کی صف بندی کرکے حملہ کردیا ، کافی لڑتے جھگڑتے قتل ہو گئے ـ

اب شامیوں کی چیرہ دستیوں کو روکنے کے لئے کوئی نہ تھا انہوں نے ایک ایک گھر کو لوٹا اخر سفیان اموال کثیر کے ساتھ معاویہ کے یہاں پلٹ گیا (۳۶)

ادیب شہیر و مورخ ابو الفرج نے کتاب اغانی میں سفیان کے حملے کی داستان کویوں بیان کیا ہے "مرد غامدی نے شہر انبار پر حملہ کیا حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو بے رحمانہ قتل کیا اس دلخراش حادثہ کی خبر امیر المومنین (ع) کو معلوم ہوئی ـ اپ نے ایک خطبہ دیا کہ ، تم لوگوں نے ہمارے فرمان کو پس پشت ڈالدیا ہے یہی وجہ ہے کہ تمھارے اس پڑوس کے لوگ تم پر حملہ کر رہے ہیں ، یہ مرد غامدی جو شہر انبار میں اکر حاکم شہر اور کثیر تعداد میں مرد و زن کو موت کے گھاٹ اتار کر چلا گیا ، خدا کی قسم ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس نے مسلمان عورتوں اور اہل کتاب پر حملہ کیا اور عورتوں کے زیورات نیز جو کچھ ہاتھ لگا اسکو سمیٹ کر چلتا بنا ہے ، شام کے ڈاکو اپنے شہر کی طرف اس طریقے سے پلٹ رہے ہیں کہ انکے ہاتھ اموال سے لبریز اور ایک چھوٹا سا زخم بھی ان کے جسم پر نہیں ہوتا ہے اگر ایک غیور مسلمان اس ضد انسانی اور خلاف اسلام عمل سے رنجیدہ ہو کر مر رہا ہے تو بھتر ہے کہ اسکی مذمت و سرزنش نہ کی جائے (۳۷)

۳۵ـ شرح النہج ج۲ ص ۹۰

۳۶ـ عیون الاخبار ج۲ ص ۲۳۶

۳۷ـ اغانی ج ۱۵ ص ۴۳

۳_ عبد اللہ بن مسعدہ

عبد اللہ بن مسعدہ انھیں میں سے ایک ہے جسکو معاویہ نے مملکت امام (ع) کی تاخت و تاراجی کے لئے بھیجا تھا ، یہ کمسنی میں جو زید بن حارثہ کی جنگ قبیلہ بنی فراز سے ہوئی تھی اس میں اسیر ہوا تھا، رسول اسلام نے اسکو اپنی بیٹی فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا ، لیکن اپ نے اسکو ازاد کر دیا _

عبد اللہ ابتداء میں امیر المومنین(ع) کے چاہنے والوں میں سے تھا ، لیکن مدت کے بعد معاویہ کے پاس دمشق چلا گیا _

اس نے اپنی فکر کو اس طرح بدل ڈالا کہ امام (ع) کے سر سخت دشمنوں میں اس کا شمار ہونے لگا ، عبد اللہ بن مسعدہ نے اتنی طولانی عمر پائي کہ یزید بن معاویہ کے لشکر کے ساتھ واقعہ حرہ کے حملہ میں شریک ہوا یہ جنگ تمام تر قساوت قلبی اور ہتک حرمت و ذلت کا مظاہرہ تھی اور اس طرح یزید اور خلافت بنی امیہ کے دامن پر دوسرا دھبہ لگا _

عبد اللہ نے اسکے علاوہ بھی شام کی جانب سے عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی اور اسی جنگ میں بری طرح زخمی ہوا ، مورخین نے اس واقعہ کے بعد کے اسکے حالات قلمبند نہیں کئے ہیں[۳۸] معاویہ نے عبد اللہ بن مسعدہ فرازی کو سترہ سو ادمیوں کے ساتھ قلمرو امام (ع) کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ مکہ و مدینہ تک بڑھتا چلا جائے اور راستے میں جو بستیاں پڑیں وہاں کے باشندوں سے زکواۃ و صدقات کو جمع کرلے اور اگر کوئي انکار کرے تو بے دریغ انھیں قتل کر دے _

۴- ضحاک بن قیس

قریش سے ضحاک بن قیس کا شمار معاویہ کے جنگی سربراہوں میں ہوتا تھا ، اس کی ولادت رسول اکرم کی وفات سے سات سال قبل ہوئی تھی _

اس نے معاویہ کی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سارے اسیروں کو اپنا ہمنوا بنا یا تھا ، ایک مدت تک شہر دمشق کا داروغہ رہا پھر ۵۳ھ میں کوفہ کا حاکم بنا اور چار سال تک کوفہ پر حکومت کی ، ضحاک بن قیس نے معاویہ کے امور کو مرتے تک انجام دیا ، یزید جو شکار کے لئے گیا تھا ، اسکے باپ کے مرنے کی خبر اسی ضحاک نے اس تک پہونچائي تھی ،

۳۸_ اسد الغابہ ج۳ ص ۲۵۵ ، اصابہ ج۲ ص ۳۵۹، جمہرۃ انساب العرب ص ۲۴۵ ، طبری ج۴ ص ۸۳ ، یعقوبی ج۲ ص ۴۴

لیکن معاویہ بن یزید کے مرتے ہی اس نے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لی ، مروان بن حکم کے خلاف "مرج راہط" کے مقام پر اس سے جنگ کی اسی مقام اور اسی جنگ میں ماہ ذی الحجہ کے وسط ٦٤ھ ،میں قتل ہوا (۳۹)

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ واقصہ کے بادیہ نشین عربوں کو جو علی (ع) کی اطاعت قبول کر چکے ہوں انکو قتل کر دے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لے ۔

ضحاک نے معاویہ کے حکم کو جان و دل سے قبول کیا اور سرزمین ثعلبیہ کی جانب چل دیا اور اس مقام کے قبائل کا مال و اسباب لوٹا ، اسکے بعد کوفہ کی تاخت و تاراجی کے لئے رخ کیا ، قطقطانہ کے نزدیک عمرو بن قیس بن مسعود جو حج کے لئے جا رہے تھے ان پر حملہ کر کے سارا زاد راہ ان سے اور انکے قافلہ والوں سے چھین کے حج کرنے سے روک دیا (۴۰)

ثقفی کتاب غارات میں داستان ضحاک کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

ضحاک عراق کی جانب روانہ ہوا اور ہر جگہ اموال و اسباب کو لوٹا اور بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ، جب سرزمین ثعلبیہ پر پہونچا تو اس مقام سے کچھ حاجیوں کا قافلہ حج کے لئے مکہ جا رہا تھا ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا پورا مال و اسباب چھین لیا ، پھر کچھ دور چلا اس مقام پر عمرو بن قیس جو مشہور صحابی رسول (ص) عبد اللہ بن مسعود کے بھتیجے تھے انکو اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اسکے بعد ان لوگوں کے ساز و سامان کو لوٹ لیا ۔

۳۹_ اسد الغابہ ج۳ ص ۳۷ ، تہذیب ابن عساکر ج۷ ص ۹

۴۰_ طبری ج۶ ص ۷۸ ، ابن اثیر ج۳ ص ۱۵۰

۵- بسر بن ارطاۃ

بسر بن ارطاۃ قبیلہ قریش سے ایک انتہائي خونخوار و سفاک سردار تھا، جس کو معاویہ نے عراق و حجاز کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بھیجا تھا، معاویہ کے سر سخت ہوا خواہوں اور جنگ صفین میں لشکر معاویہ کی سرداری کرتے ہوئے شریک ہوا_

جنگ کے دوران ایک روز معاویہ نے اس سے کہا کہ تم علی (ع) سے تنہا مقابلہ کرنے جائو گے اور ہم نے سنا ہے کہ تمھیں اس سے مقابلہ کرنے کی بہت ارزو ہے لہذا اب جا کر طاقت ازما لو، اگر خدا وند عالم نے تم کو اس پر فتح و پیروزی عطا کی تو تمھاری دنیا و اخرت سنور جائے گی؟

معاویہ نے کہا البتہ میں جانتا ہوں کہ علی (ع) سے تنہا لڑنا گویا بھیڑیئے کے منھ میں جانا ہے اور کوئي بہادر علی (ع) سے ٹکرا کے اپنی جان کو سلامت نہیں بچا سکا ہے لہذا بسر تمام عربی تعصب و جاہلی جسارت سے اپنے قدم کو کھینچ لے اور اس کام کو انجام نہ دے_

ایک دن بسر نے جنگ کرتے ہوئے حضرت علی (ع) کو اپنے سامنے دیکھا تو ان پر حملہ کر دیا لیکن قبل اسکے کہ امیر المومنین (ع) پر اسکی ضرب کاری اثر انداز ہو امام (ع) نے ایسا حملہ بسر پر کیا کہ زین سے زمین پر اگیا جب اس نے اپنی جان کو شیر کے پنجہ میں احساس کیا تو فوراً ذلیل و شرم اور حرکت انجام دی کہ اپنے لباس کو اتار ڈالا، یہاں تک کہ اسکی شرمگاہ ظاہر ہو گئي_

امام علی (ع) نے فوراً اپنی انکھ بند کر کے پھیر لیا اور اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا_

اپ ہم جانتے ہیں کہ اسی طرح کا دوسرا واقعہ اسی جنگ صفین میں عمرو بن عاص کے ساتھ پیش آیا تھا، امام (ع) نے اس دن بھی اپنا منھ گھما لیا تھا اور میدان جنگ میں اپنی جان بچانے کے لئے ایسی گھٹیا حرکت کی تھی کہ اپ اسکو قتل کرنے سے باز آئے_

ان دونوں حادثوں کا ادبیات عرب میں بہت برا اثرپڑا اور بہت سارے شعراء نے اس سلسلہ میں شعر بھی کہے جن میں ایک حارث بن نضر سہمی ہے وہ کہتا ہے :

تم لوگ جنگ کے دنوں میں ہر روز سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتے ہو ، میدان جنگ کے گرد و غبار کے درمیان اپنی شرمگاہ کو ظاہر کرنے کے لئے ،یہی وہ وقت ہے جو حضرت علی (ع) اپنے نیزے کو تم لوگوں پر نہیں مارتے ہیں اور معاویہ تنہائي میں تم دونوں پرہنستا ہے گذشتہ دنوں عمرو کی شرمگاہ ظاہر ہوگی اسکی یہ رکیک حرکت ہمیشہ مثل دستار کے اسکے اوپر بندھی رہے گی اور اج کے دن بسر نے بھی عمرو بن عاص کی طرح اپنی شرمگاہ کو ظاہر کردیا_

عمرو اور بسر سے کوئي کہدے کہ اپنی راہ پر خوب غور و فکر کریں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر شیر کے مقابلہ میں چلے جائیں ، تم لوگوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی شرمگا ہوں کا شکریہ ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم ، اگر تمھاری شرمگاہیں نہ ہوتیں تو کوئي تمہاری جان کو نجات نہیں دے سکتا تھا_

یقینا تم لوگوں کی شرمگاہیں تھیں کہ جس نے تمھاری جان بچائي ، اسی واقعہ نے تم لوگوں کو بار دیگر میدان جنگ میں جانے سے روک دیا ہے ،(۴۱)

جنگ صفین کے قہرمان مالک اشترنے بھی اس سلسلے میں شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

جنگ کے دنوں میں ایک روز تمھارے بزرگوں میں سے کسی ایک کے میدان جنگ سے قدم اکھڑ گئے تو جنگ کے گرد و غبار کے درمیان شرمگاہ نظر ائي ، صاحب نیزہ کی ضربت شدید نے ان پر وہ ظلم و ستم کیا کہ خوف کے مارے اپنی شرمگاہ کو اشکار کر دیا ، کس کی شرمگاہ ؟ عمرا و ربسر کی جنکی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئي (۴۲)

۴۱_ استیعاب ص ۶۷ ، صفین ص ۵۲۷

۴۲_ شرح نہج البلاغہ ج۲ ص ۲۰۱

مورخین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ ، آیا بسر صحابی رسول (ص) میں تھایا نہیں ؟ اور رسول (ص) سے شرفیاب ہونے کی صورت میں کوئي حدیث سنی یا نہیں ؟

لیکن مورخین کا بیان ہے کہ وفات رسول (ص) کے بعد اپنے دین سے منحرف اور مرتد ہو گیا تھا ، جب امام علیہ السلام کو اسکی عراق و حجاز میں ظلم وسفاکی کی خبر معلوم ہوئي کہ بسر نے بچوں تک کو قتل کیا ہے تو اسکے حق میں بد دعا کرتے ہوئے فرمایا ، خدایا اس سے دین و عقل کو چھین لے ، امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئي، مرنے سے پہلے اپنی عقل کو کھو بیٹھا مگر اس بد حواسی کے عالم میں بھی یہ کہتا کہ مجھے تلوار دو ، اخر لکڑی کی ایک تلوار اسے دی گئي اور مشک میں ہوا بھر کر اسکے سامنے رکھ دی گئي وہ اس مشک پر تلوار چلاتا اور جذبہ خون اشامی کی تسکین کا سامان کرتا تھا ، اخر اسی دیوانگی کے عالم میں معاویہ کے زمانے میں مر کھپ گیا (۴۳)

طبری لکھتا ہے :

معاویہ نے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاۃ کے سربراہی میں ایک فوج امام کے علاقے میں بھیجی اس نے اپنے لشکر کے ساتھ شام سے حرکت کی ، جب مدینہ پہونچا تو اس درندہ صفت انسان نے باقی انصار جو سالہا سال اسلام کی طرف سے جنگ کئے تھے اور اس راہ میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی ان پر حملہ کر کے ان لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا اس حملہ کے نتیجہ میں شہر مدینہ کے اکثر گھر ویران ہو گئے اور نہ جانے کتنے لوگ بے گھر ہو گئے ـ

پھر مدینہ سے نکل کر یمن کی طرف چل دیا حاکم یمن عبید اللہ بن عباس جو اپنے بچوں کو ایک شخص کے حوالہ کر گئے تھے بسر کے لشکر نے اس شخص سے ان بچوں کو چھین لیا پھر اس خونخوار و سفاک انسان نے اپنے ہاتھ سے ان دونوں بچوں کو تہ تیغ کیا ، بسر نے اسی جنایت و غارتگری پر اکتفا نہیں کیا تھا ، بلکہ اکثر شیعیان علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتارا ان لوگوں کا گناہ صرف اتنا تھا کہ محب علی (ع) تھے (۴۴)

۴۳ـ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵ ، تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲۲

۴۴ـ طبری ج ۶ ص ۷۸

ابراہیم بن محمد ثقفی اپنی کتاب غارات میں لکھتے ہیں

معاویہ نے بسر کو تین ہزار کی فوج کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جب مدینہ پہونچ جانا تو لوگوں کو پریشان کرنا اور جس سے ملاقات ہو اسکو خوب ڈرانا دھمکانا جو لوگ ثروتمند ہوں اور ہماری اطاعت کو قبول نہ کرتے ہوں انکے اموال کو غارت کر دینا ، بسر نے معاویہ کے حکم کے مطابق ان امور کو انجام دیا چنانچہ بسر اور اسکے لشکر والے جہاں کہیں اونٹوں اور جانوروں کو دیکھتے تھے انکے مالکوں سے چھین کر ان پر سوار ہو جاتے تھے یا پھر اسکو ہنکا کر ساتھ لے جاتے تھے، جب لوٹ گھسوٹ کرتے ہوئے مدینہ پہونچا تو اس نے اہل مدینہ کے درمیان تقریر کی ، اور ان لوگوں کو خوب برا بھلا کہکر بہت ڈرایا دھمکایا (۴۵)

معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو ۴۰ھ کے اوائل میں یمن و حجاز کے لئے بھیجا ، اور اس نے بسر سے کہا کہ ، جو بھی امام (ع) کی اطاعت میں ہو اسکو قتل کر دینا ، اس خونخوار بھیڑیئے نے معاویہ کے حکم سے مکہ و مدینہ جو اسلام کی زادگاہ اور جہاں وحی نازل ہوئی تھی ضد انسانیت اور عظیم جنایت کا ارتکاب کیا (۴۶)

ابن عساکر نقل کرتے ہیں

بسر نے قبیلوں کے لوگوں پر حملہ کیا اور جو بھی امام (ع) کی محبت کا دم بھرتا تھا اسکو قتل کر دیتا تھا جیسے قبیلہ بنی کعب کا جو مکہ و مدینہ کے مابین ایک ابادی میں زندگی گزار رہے تھے قتل عام کیا اور اخر میں لاشوں کو کنویں میں پھینک دیا (۴۷)

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

بسر نے مدینہ میں اور مدینہ و مکہ کے درمیان بہت سارے قبیلہ خزاعہ اور ان کے علاوہ افراد کو قتل کیا _

جب مقام جرف پر آیا تو یہاں بہت سے اعراب زندگی گذارتے تھے جو ابناء سے مشہور تھے ، ان کو قتل کیا اور اس نے جسکو بھی محب امام (ع) پایا زندہ نہیں چھوڑا (۴۸)

۴۵_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱

۴۶_ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۳۶

۴۷_ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۴ ، تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲۵

۴۸_ جمہرۃ انساب العرب ص ۲۳۱

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی کتاب اغانی میں بیان کرتے ہیں :

معاویہ نے واقعہ تحکیم کے بعد، بسر کو حکومت امیر المومنین (ع) کی جانب بھیجا انحضرت (ص) ان دنوں با حیات تھے _

معاویہ نے بسر سے کہا کہ مختلف شہروں میں گھومتے پھرتے رہنا اور جس مقام پر شیعیان و اصحاب امام (ع) کو پانا انکو قتل کر دینا نیز قتل عام کے بعد انکے اموال و اسباب کو لوٹ لینا ، حتی عورتوں و بچوں پر بھی رحم نہ کرنا ، بسر معاویہ کے حکم کے مطابق تاخت و تاراجی کے لئے روانہ ہوا _

جب مدینہ پہونچا تو اس مقام پر اصحاب امیر المومنین (ع) کے ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور اکثر گھروں کو ویران کر دیا ، پھر مکہ کی جانب رخ کیا اس جگہ پر فرزندان ابو لہب کے کچھ افراد کو مارڈالا اخرمیں سراة کی طرف حرکت کی اس مقام پر امام (ع) کے چاہنے والے رہتے تھے ان کو قتل کیا اسکے بعد نجران کی طرف روانہ ہوا اس جگہ پر عبد اللہ بن مدان حارثی اور انکے فرزند کو جو خاندان عباس کے رشتہ داروں میں تھے ، قتل کیا ، پھر یمن آیا امام (ع) کی جانب سے اس سرزمین کے حاکم و والی عبید اللہ بن عباس تھے ، جو اس ہنگام ارائي کے وقت موجود نہ تھے ، بعض مورخین کے بقول بسر کی امد کو سنکر فرار ہو گئے تھے [۴۹] جب بسر نے انکو نہیں پایا تو ان کے دو بچوں کو دستگیر کیا اور ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا پھر لشکر کو لیکر شام واپس چلا آیا [۵۰] _

مورخین لکھتے ہیں :

ایک عورت نے بسر بن ارطاة سے کہا کہ اج تک مردوں کو تو قتل کیا جاتا رہا ہے مگر اسلام تو اسلام دور جاہلیت میں بھی بچوں کو قتل نہیں کیا گیا وہ حکومت کبھی قائم رہ سکتی جسکی بنیاد ظلم و جور پر ہو اور جس میں بچوں اوربوڑھوں پر بھی ترس نہ کھایا جاتا ہو [۵۱] کہتے ہیں کہ : ان دو بچوں کی غمخوار ماں نے جب اپنے جگر پاروں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا تو اپنے

۴۹_ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵ ، اسد الغابہ ج۳ ص ۳۴۰

۵۰_ مروج الذھب ج ۶ ص ۹۳ ، نہایة الادب ص ۳۳۰

۵۱_ ابن اثیر ج۳ ص ۱۵۴، ابن عساکر کی تہذیب ج ۳ ص ۲۲۵

ہوش و حواس کھو بیٹھی اور والہانہ طور پر اس طرح گھومتی پھرتی تھی کہ گویا اپنے بچوں کو تلاش کر رہی ہو،، وہ اپنے دردناک اشعار سے لوگوں کے دل ہلا دے رہی تھی ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ:

ہاں کون ہے جو ہمارے دو فرزند دلبند کی داستان سے اگاہ نہیں ہے ؟ کہ جو دو قیمتی ہیرے تھے، جو تازے صدف سے باہر آئے تھے، یہ دونوں ہمارے قلب کی دھڑکن اور سننے کی طاقت تھے، لہذا ان دونوں کے حالات سے کوئی با خبر ہے، ارے یہ میرے دونوں بچے ہماری ہڈیوں کے گودے کی طرح تھے اب تو گودے کو ہماری ہڈیوں سے نکال دیا گیا ان کے چلے جانے سے ہم پریشان ہیں اور کف افسوس کے کوئی چارہ نہیں ہے یہ ہماری پریشانی اس لئے ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان دونوں بچوں کے دل پر کیا گذری جو باپ کی عدم موجودگی میں ذبح کر ڈالے گئے، مجھ سے کہا گیا لیکن ان کے کہنے پر مجھے یقین نہیں آیا، لوگوں نے ان مظالم کو بیان کیا جو میرے اوپر پڑے تھے کہ بسر کی شمشیر برّان نے میرے دونوں بیٹوں کو تہ تیغ کر دیا، اہ، کیا اس طرح کی بیداد گری ممکن ہے ؟ (۵۲)

کتاب استیعاب و اسد الغابہ میں مرقوم ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے ایک وحشیانہ حملہ قبیلہ ہمدان پر کر کے ان کے مردوں کو قتل کر ڈالا، پھر انکی عورتوں کو اسیر بنا یا گیا اسلام میں یہ پہلی عورتیں تھیں جو اسیر بنائی گئیں، اسکے بعد بیچنے کی خاطر ان عورتوں کو بازار میں لے جایا گیا (۵۳) اور کتاب غارات میں ہے کہ، مارب سے چند لوگوں پر مشتمل ایک گروہ کا بسر اور اسکے لشکر سے راستہ میں مڈ بھیڑ ہو گئی اس درندہ صفت انسان نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا، صرف ایک ادمی اسکے پنجہ خونین سے اپنی جا ن بچا کر اپنے قبیلے میں پہونچا، اس نے اس ظلم عظیم کو ایک جملہ میں بیان کیا کہ، ہم تمام پیر و جوان کی خبر مرگ اور قتل عام کی تم لوگوں کے لئے سنانی لیکر آئے ہیں (۵۴) ـ

۵۲ـ اغانی ج ۱۵ ص ۴۵

۵۳ـ استیعاب ج ۱ ص ۶۶، اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۸۰

۵۴ـ شرح نہج البلاغہ، تحقیق محمد ابو الفضل ج ۲ ص ۱۵

لشکر علوی (ع) کا ایک سپاہی جاریہ بن قدامہ

اب ہمیں جاننا چاہیئے کہ لشکر معاویہ کے سربراہ بسر بن ارطاۃ کے حملات اور خونزیزیوں کے مقابلے میں امام علیہ السلام نے کیا اقدام کیا ؟

امیر المومنین (ع) نے ہمیشہ کی طرح ان لوگوں سے ظلم و بربریت کا اور ان عوامل کو نیست و نابود کرنے کے لئے کھڑے ہونے کو کہا :

کوفیوں نے گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی حکم امام (ع) کی تعمیل میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا ،، سارے مجمع میں سناٹا چھایا ہوا تھا ، امیر المومنین (ع) کی درد بھری آواز کوفہ و مسجد کوفہ کے درو دیوار میں گونج رہی تھی لیکن مردہ روح اور بے حس کوفیوں کو بیدار نہ کر سکی _

تھوڑی دیر گذری کہ ایک اسلام کا سپاہی جاریہ بن قدامہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور امام (ع) کی آواز پر لبیک کہا :

یعقوبی کے بقول امام (ع) نے جاریہ کو بھیجتے وقت ان کویوں حکم دیا

" کبھی زخمی کو قتل نہ کرنا اگر مجبور ہو جائو تو خود بھی اور اپنے لشکر کو بھی راستہ پیدل طئے کرانا ہرگز لوگوں کے جانوروں کو زور زبر دستی سے نہ چھین لینا ، ابادی و بیابانی چشموں سے صاحبان اب سے پہلے استفادہ نہ کرنا ، اپنے لشکر کی خوشنودی کی خاطر ہرگز مسلمانوں پر سب و شتم نہ کرنا اگر ایسا کرو گے تب جا کر دوسرے لوگ تمھارا احترام و ادب کرینگے اور یاد رکھو ہرگز اہل کتاب جو مسلمانوں سے عہد و پیمان کئے ہوئے ہیں ان پر ظلم و ستم نہ کرنا _

دوسرے مقام پر اس فرمان کویوں بیان کیا گیا ہے

سوائے ان مقامات کے جہاں پر حق تم کو حکم دیتا ہے کسی کے خون کو نہ بہانا ، اسی طرح تمہاری ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے خون کی خاطر حق کا خیال و محافظت کرو (۵۵)

کتاب غارات میں جاریہ کی دفاعی جنگ کی داستان اس طرح نقل ہوئی ہے

۵۵_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۳

جاریہ کوفہ سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے بصرہ آئے یہاں سے کوچ کر کے حجاز گئے اور اس طرح بڑھتے ہوئے یمن پہونچ گئے ، اس موقع پر بسر بن ارطاۃ جاریہ کی امد سے مطلع ہو گیا ، لہذا اپنے راستہ کو پگڈنڈیوں سے طئے کرتا ہوا یمامہ پہونچا ، جاریہ بن قدامہ اپنی تیز رفتاری سے اگے بڑھتے چلے جا رہے تھے ، اور کسی شہر یا قلع میں نہیں اترے تمام جگھوں پر بسر کو ڈھونڈھ رہے تھے اور بسر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا تاکہ مملکت امام (ع) کی سر حدوں سے باہر ہو جائے _

جب لوگوں نے بسر ارطاۃ کو بھاگتا ہوا دیکھا تو چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا کیونکہ لوگوں نے اسکی تباہکاری و ظلم و زیادتی کو بہت دیکھا تھا _

بسر کے وحشیانہ حملے میں تقریبا تیس ہزار افراد قتل ہوئے اور نہ جانے کتنے قبیلوں کو اگ میں جھونک دیا گیا _

ایک عرب شاعر بسر کی درندگی نیز اس حادثہ کے پس منظر میں ایک بیت کہتا ہے جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

جس جگہ بسر اپنے لشکر کو لے گیا جب تک قتل کی طاقت رہی قتل کرتا رہا ورنہ اگ لگا دی [۵۶]

دو متضاد سیاستیں

معاویہ نے اور دوسرے لٹیروں کو بھی امام (ع) کی حکومتی سرحدوں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا تھا جس کو ہم نے اپ حضرات کے لئے بیان نہیں کیا _

اگر تفصیل سے دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخ کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں :

معاویہ کی فوج نے ہمیشہ امام (ع) کے سپاہیوں سے مقابلہ نہ کرنے کے لئے صرف ان مقامات پر حملہ کیا جو انکی دسترس سے دور تھا یا انکے فوجی ٹھکانے اسلحوں یا سپاہیوں کے لحاظ سے بہت کمزور تھے جب بھی لشکر کوفہ نے ان لٹیروں کا پیچھا کیا تو ان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے _

حقیقت میں یہ لوگ تخریب کار اور پیشہ ور ڈاکو تھے ، منجملہ وہ لٹیرے شامی جنگی لشکر امام (ع) سے مڈبھیڑ ہوئي معاویہ نے

۵۶_ اغانی ج ۱۷ ص ۷۲

انکو بین النہرین بھیجا تھا، اس مقام پر امام(ع) کی طرف سے جو حاکم تھے انھوں نے کمیل بن زیاد سے جو شہر ہئیت کے والی تھے فوجی مدد مانگی، کمیل چھ سو سواروں کا ایک دستہ لیکر انکی مدد کو چل دیئے، دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی لشکر شام معمول کے مطابق اپنے کشتہ ہائے نجس کو وہیں چھوڑ کر فرار کر گئے۔

کمیل نے حکم دیا، خبردار بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور نہ ہی زخمیوں کو جان سے مارا جائے اس جھڑپ میں لشکر کمیل سے صرف دو افراد شھید ہوئے۔

دوسرا واقعہ

امام (ع) کے ایک والی نے معاویہ کے لٹیرے دستہ کا پیچھا کیا، تعاقب کرتے کرتے فرات سے اگے نکل گئے تو اپنے لشکر والوں کو شام کے مختلف علاقوں میں لوٹنے کے لئے بھیج دیا یہاں تک کہ لوٹ مار کرتے ہوئے رقہ کے قریب پہونچ گئے جو عثمان کے ہوا خواہوں کا مرکز تھا اس مقام پر بھی لوٹ گھسوٹ کی اور کافی مقدار میں ہتھیار گھوڑے وغیرہ چھینے، معاویہ نے ان لوگوں کا پیچھا کرنے کے لئے ایک چھوٹا دستہ روانہ کیا مگر یہ لوگ ان کے ہاتھ نہ آئے کیونکہ اپنے مرکز نصیبین میں صحیح سالم پلٹ آئے تھے، اس سردار لشکر نے واپس انے کے بعد امام (ع) کو ساری روداد لکھکر بھیجی، اس حاکم شہر کی گذارش سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس نے اپنے امور کو کسی صورت میں غیر شرعی نہیں جانا تھا۔

کیونکہ معاویہ کے خونخوار بھڑیئے ور لٹیرے لشکر کے مقابلہ میں اس نے بہت چھوٹا انتقام لیا تھا شاید اس انتظار میں تھا کہ حضرت امیر المومنین (ع) ہمیں انعام و اکرام سے نوازیں گے۔

لیکن امام (ع) علیہ السلام نے نہ یہ کہ اسکی شاباشی نہ کی جواب میں یہ لکھا کہ:

ائندہ ایسی حرکت نہ کرنا دشمن کے اموال کو اس وقت لینے کا حق رکھتے ہو جب جنگ ہو اور دشمن ہاتھوں میں تلوار لیکر سامنے اجائے اس وقت تمھیں حق ہے کہ دشمن کے اموال کو تصرف کرو۔

جیسا کہ اج بھی دیکھنے میں اتا ہے کہ جہان اسلام اسی دو متضاد سیاستوں کی شکار ہے

(۱)

سیاست امیر المومنین (ع)

صرف جنگجوئوں سے جنگ کرنا لوگوں کے جانوروں کو نہ چھیننا ، اگر مجبور ہو جائو تو راستہ کو پیدل طئے کرنا چشموں اور کنویں کے پانی کو نہ پی لینا ان لوگوں سے پہلے جو اس علاقہ کے افراد ہیں۔

مسلمانوں کو برا بھلا نہ کہنا ، عہد و پیمان والوں کو مورد ستم قرار نہ دینا اگر چہ اہل کتاب یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں ، صرف حق و قانون کے مطابق کسی کے خون کو بہا سکتے ہو ، دشمنوں کے مال و اسباب پر حق تصرف نہ جتانا سوائے ان چیزوں کے جو میدان جنگ میں گھوڑے و ہتھیاروں کو اپنے ساتھ لیکر آئے ہوں [۱]

(۲)

سیاست معاویہ

اگر کوئی شخص تمھارا ہم خیال و ہم عقیدہ نہیں ہے تو اسکو مار ڈالنا تمام ابادیوں کو خاک میں ملا دینا اموال کو لوٹ لینا ، اگر کوئی شخص ہماری اطاعت میں نہیں ہے اور ثروتمند ہے تو زور زبردستی سے اسکے مال کو چھین لینا ، لوگوں کو بے جھجک اذیت و تکلیف پہونچانا ، محبان علی (ع) کو موت کے گھاٹ اتار دینا یہاں تک کہ انکے بچوں اور عورتوں پر بھی رحم نہ کرنا [۲]

***

تجزیہ و تحلیل

ان دو سیاستوں کے درمیان ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جس نے لوگوں کے اموال کو محترم جانا تھا اس انسان کی سیاست پر جس نے اسباب و اموال کو غارت کرنے کا حکم دیا تھا کامیاب ہو۔

لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اور جو لوگ زندگی کو ازاد اور قانون و انسانیت سے کوسوں دور رکھنا چاہیئے تھے ان افراد پر جو خود کو

۱_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲

۲_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱

پابند اسلام اور فضیلت و انسانیت کی معرفت رکھتے تھے کامیاب ہوئے ۔

لیکن یہ کامیابی حقیقی معنوں میں کامیابی نہیں ہے بلکہ چند روزہ کامیابی ہے ، اس لئے کہ پہلے گروہ کو اپنے افکار و نظریات کو کامیاب بنانے کے لئے قاعدہ و قانون کی ضرورت نہیں ہے ، جبکہ دوسرا گروہ انسانیت کے قید و بند میں جکڑا ہوا ہے ۔

یہی وہ پابندیاں تھیں جو لشکر علوی (ع) میں پائی جا رہی تھی اہل عراق و لشکر امام (ع) نے اسلامی پابندی اور انسانی حقوق کی رعایت کی بناء پر بہت تساہلی کی اور امام (ع) کی آواز پر لبیک نہیں کہا ، کیونکہ ان لوگوں کے پیش نظر وہ جنگ تھی جس کا دنیا میں سوائے موت کے کوئی دوسرا نتیجہ نہ تھا ۔

اگر کامیاب ہوتے تو لشکر مغلوب کے اموال کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے اور نہ کسی کو قتل کر سکتے تھے نیز عورتوں و بچوں کو اسیر بھی نہیں بنا سکتے پھر ایسی صورت میں کیوں جنگ کریں ؟

کیونکہ ان لوگوں کو اس راہ میں کوئی مادی فائدہ نظر نہیں ارہا تھا اور مقابلہ میں موت خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی ، پس اگر ایک جذبہء خدائی اور فضیلت انسانی کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو میدان جنگ میں جانا بے فائدہ ہو جائے گا ۔

مگر معاویہ کی آواز پر اہل شام جلدی سے لبیک کہنے لگتے تھے ، کیونکہ ان کے سامنے وہ جنگ تھی ۔ جو تمام غرائز حیوانی کو پورا کر رہی تھی جسے چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں یا جسکو چاہیں اسیر و غلام بنا ڈالیں ، انکی مالی درامد لوگوں کے لوٹے ہوئے اموال و اسباب ہیں پھر اس صورت میں کیوں نہ معاویہ کے حکم پر شانہ بشانہ چلیں اور معاویہ کی خواہشات کو کیوں نہ پورا کریں ؟ ایک خاص بات یہ ھیکہ اہل شام اخلاق اسلامی سے بالکل عاری تھے کیونکہ بادشاہ روم کے بعد اس شہر کا حاکم معاویہ بن گیا تھا ۔

البتہ اگر امام (ع) بر فرض محال حق کے راستے کو چھوڑ دیتے اور خدا و اسلام کو (العیاذ باللہ) بھلا ڈالتے اور اپنے لشکر والوں کو معاویہ کی طرح ہر کام میں ازاد چھوڑ دیتے تو معاویہ کی ساری کی ساری مکارانہ سیاست نقش بر اب ہو کر رہ جاتیں ، لیکن امام (ع) اسکی طرح نہ تھے انھوں نے اہل کوفہ سے خطاب کیا کہ :

خدا کی قسم ، تم لوگوں کی اصلاح جس طرح ہم کر رہے ہیں اسکے بارے میں خوب جانتے ہیں لیکن کیا کروں اس کام

میں اپنا اور اپنوں کی تباہی و بربادی دیکھ رہا ہوں [۳]

ہاں ، امام علیہ السلام چاہتے تو پیسے سے لوگوں کو خرید سکتے تھے اگر چاہتے تو چاپلوسی ، اور احکام خدا سے چشم پوشی کر کے قبیلوں کے بڑے اور قدرتمند افراد کو اپنی طرف کھینچ سکتے تھے ، لیکن ان تمام امور میں اپنی اور اپنے دین و اخرت کی تباہی دیکھ رہے تھے ، انھوں نے کبھی برائي کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ اپ پاکیزگی کی تمام چاشنی کو گہرائي سے چکھے ہوئے تھے ، کیا معاویہ نے خون عثمان کے انتقام کے لئے امام (ع) سے جنگ کی تھی ؟

کیا تمام مسلمانوں کی بستیاں جیسے سرزمین عراق ، حجاز ، حتی یمن قتل عثمان میں شریک تھیں ؟ آیا ہزاروں شامی لٹیروں نے خون عثمان کے انتقام میں جو ایک شخص سے زیادہ نہ تھا قتل کیا ؟ کیا عثمان کے خون کے گناہ میں اسیر کی گئي مسلمانوں کی عورتوں اور قتل کئے گئے چھوٹے بچے کے کاندھوں پر تھا ؟

ہر گز نہیں

لیکن معاویہ باپ کی وصیت کے مطابق اپنی جاہ طلبی و حکومت کی تلاش میں تھا اسکی ارزو اسلام کی وسیع و عریض سرزمین پر حاکم بننے کی تھی ـ

معاویہ نے اس ہدف تک پہونچنے کے لئے ہر وسیلہ کو استعمال کرنا ، روا جانا اور ہر برائی کو بے دریغ انجام دیا ـ

حقیقت میں قصاص خون عثمان کا مدعی اپنے مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے بہانہ تھا کہ جس سے اس نے فائدہ بھی اٹھایا ، یہ تمام چیزیں امام علی (ع) کے زمانے میں معاویہ کے ایک بڑے نقشے کی چھوٹی سی جھلکی تھی جسکو ہم نے اپکی خدمت میں پیش کیا ہے ـ

۳ـ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۲

معاویہ امام حسن (ع) کے زمانے میں

جب امیر المومنین(ع) ابن ملجم کی تلوار سے شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں دوسری مرتبہ ایک ازاد بیعت کر کے امام حسن (ع) کو اپنا خلیفہ بنا لیا تو اپ نے ایک خط معاویہ کو تحریر کیا اور اس سے اطاعت و بیعت کا مطالبہ کیا، کیونکہ ایک طرف امام بر حق تھے دوسری طرف لوگوں نے اپکی بیعت کر لی تھی، لیکن جیسا کہ اپ حضرات جانتے ہیں کہ ـ

معاویہ نے جس طرح سے اپنی تمام عمر میں حق کی پیروی نہیں کی اسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ حق کے سایہ میں جائے ـ یہی وجہ تھی جو اس نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی ـ اور اپ سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر عظیم کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گیا ـ امام مجتبی (ع) بھی سر براہ کفر و جاہلیت کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ کوفہ سے نکل پڑے ـ

مقدمۃ الجیش کے عنوان سے اپنے چچا زاد بھائي عبید اللہ بن عباس کو عراق و کوفہ کے بہترین بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا ـ اور انکے ساتھ فداکار و مومن شجاع قیس بن سعد کو بھیجا ـ

امام علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباس سے کہا کہ ہرگز قیس سعد بن کی رائے کو رد نہ کرنا اور تمام امور میں انکی نظر کو مقدم رکھنا ـ چند دنوں بعد لشکر نے امنے سامنے پڑائو ڈالا نیز چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی ہوتی رہی ـ لیکن معاویہ بجائے جنگ کے چاہتا تھا کہ چالاکی و دھوکہ دھڑی سے کام لے ـ اسی لئے ایک ایسا پروپیگنڈہ کیا کہ لشکر امام (ع) کی بنیاد متزلزل ہو گئي ـ

شب کے سناٹے میں عبید اللہ بن عباس کے پاس معاویہ کا ایک ایلچی آیا ـ اس نے معاویہ کا پیغام دیا کہ حسن (ع) نے ایک خط صلح کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیجا ہے اگر تم اس وقت ہماری اطاعت کو قبول کر لو گے تو ہم تم کو والی و حاکم بنا دینگے اگر اس پیشنہاد کو ٹھکرائو گے اور مسئلہ صلح اشکار ہو جانے کے بعد ہمارے پاس ائو گے تو دوسروں کی طرح تمھیں بھی مقام و ریاست نہیں دیں گے اور سوائے کف افسوس کے کوئي چارہ نہیں رہے گا، اگر اس وقت ہمارے ہمنوا بن جائو گے تو دس لاکھ درہم تمھیں دینگے جو کہ پہلی تھیلی پانچ لاکھ درہم کی ابھی تمہارے ہاتھوں میں پہونچ جائے گی اور باقی جب ہماری فوج کوفہ میں پہونچ جائے گی تو تمھیں دیدیگی ـ

عبید اللہ شب کے سناٹے میں معاویہ کے دام فریب میں اگئے جو ہوا پرستوں کو ڈانوا ڈول کرنے کے لئے کافی تھا_

عبید اللہ سوچنے لگے کہ_ معاویہ کی باتیں صحیح و درست ہیں_ جب امام (ع) صلح پر امادہ ہو ہی گئے ہیں تو ہمارے لئے سوائے دو راہوں کے کچھ نہیں ہے_

اگر معاویہ کی طرف جاتے ہیں تو احترام و اکرام اور دولت و ثروت ہے_ اگر اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں تو جان کا خطرہ اور جنگ کی زحمت ہے_ پھر ہم کیوں قتل ہوں اور زحمت جنگ کو برداشت کریں_ یہی شیطانی اور تاجرانہ فکر تھی جو عبید اللہ کو لے ڈوبی_

چنانچہ رات کی تاریکی میں ایک دستہ کے ساتھ لشکر اموی سے جا ملے اور لشکر بغیر سردار کے ہو گیا [۴]

انھیں آیام میں معاویہ نے جو دوسری چال چلی وہ یہ تھی کہ_ مخفیانہ طور سے ایک سفیر کو عمرو بن حریث، اشعث بن قیس_ حجار بن ابجر اور شبث بن ربعی کے پاس بھیجا_ یہ تمام لوگ قبائل کوفہ کے سردار اور لوگوں میں اچھا رسوخ تھا_ مگر اہلبیت (ع) سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے کوئي خاص اہمیت کے حامل نہ تھے، معاویہ کے جاسوس نے ہر ایک کو اس طرح پیغام دیا کہ اگر تم لوگوں نے حسن (ع) بن علی (ع) کو قتل کردیا تو ابھی ایک لاکھ درہم نیز لشکر شام کی سرداری اور حاکم شہر نیز اپنی بیٹیوں کو اس کام کے عوض میں دینگے_ اسکی خبر امام حسن (ع) کو معلوم ہوئي تو اپ اپنے لباس کے اندر زرہ پہننے لگے تاکہ ناگہانی حملے سے بچ سکیں حتی امام (ع) اسی حالت میں نماز بھی پڑھتے تھے اور زرہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی جسم سے جدا نہیں کرتے تھے_ امام (ع) کا یہ احتیاط بجا تھا کیونکہ انہیں میں سے ایک ضمیر فروش نے انحضرت (ع) پر حالت نماز میں تیر سے نشانہ بنایا تھا لیکن چونکہ امام حسن (ع) کے جسم پر زرہ تھی لہذا تیر نے اپنا کام نہیں کیا اور امام علیہ السلام بچ گئے [۵]

۴_ مقاتل الطالبین ص ۶۵

۵_ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۰۷

یعقوبی لکھتے ہیں :

معاویہ نے جاسوسوں کا ایک گروہ لشکر امام (ع) میں چھوڑا تاکہ انحضرت (ص) کے لشکر میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ قیس بن سعد جنھوں نے عبید اللہ بن عباس کے لشکر کی سرداری کا عہدہ سنبھال لیا تھا معاویہ سے صلح کرلی ہے۔

دوسری طرف ایک جاسوسی دستہ کو قیس کے لشکر میں چھوڑا تاکہ اس بات کا پروپیگنڈہ کریں کہ امام (ع) معاویہ سے صلح کرنے پر تیار ہوگئے ہیں۔

معاویہ نے اس حربہ سے کوشش یہ کی کہ دونوں لشکروں کے نظم و نسق اور اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیں اور ان کے لشکر کے مختلف دستوں کو فکر و عمل میں الجھا کر رکھ دیں۔

معاویہ نے دوسری چالاکی یہ کی کہ۔ ایک حکومتی وفد کو امام (ع) کے پاس روانہ کیا جو ان لوگوں پر مشتمل تھا، مغیرہ بن شعبہ، عبد اللہ بن عامر، عبد الرحمن بن حکم، یہ تمام حضرات شہر مدائن میں جو امام (ع) کے فوجی افسروں کا اڈہ تھا امام حسن (ع) سے ملاقات کی اور گھنٹوں بات کرنے کے بعد یہ لوگ ہنستے ہوئے نکلے، اور ایک دوسرے سے بلند آواز میں گفتگو کر رہے تھے تاکہ سبھی لوگ باتوں کو سن لیں ان لوگوں نے کہا، خداوند کریم نے پسر رسول (ص) کے ہاتھوں لوگوں کے خون کو بہنے سے بچا دیا، اور فتنہ و فساد کی اگ کو خاموش کر کے صلح و اشتی کو قائم کر دیا۔

جب ان باتوں کو لشکر امام (ع) نے سنا تو بہت حیرت میں پڑ گیا، خاص طور سے وہ لشکر جس کو خود امام (ع) نے تیار کیا تھا، کیونکہ جن لوگوں نے صرف جنگ کرنے کو سوچا تھا اور امام (ع) کے ساتھ اسی لئے ہوئے تھے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے جائینگے وہ امام (ع) کی قدر و منزلت اور انکی رہبریت کو مان کے تھوڑے ساتھ ہوئے تھے۔ ورنہ معاویہ جیسے ظالم و جابر کا نمائندہ مغیرہ بن شعبہ جو سیاست کار اور بدکار تھا اسکی باتوں میں اجاتے ؟

یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ انکی باتوں کو سنتے ہی اس طرح اگ بگولا ہوئے کہ چاروں طرف سے سردار لشکر کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔

امام علیہ السلام ان لوگوں سے بچنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حاکم مدائن کے گھر کی طرف چل دیئے

شہر مدائن کے نزدیک خوارج کا ایک شخص بنام جراح بن سنان اسدی اندھیری گلی میں چھپا ہوا تھا تاکہ امام (ع) پر حملہ کر کے انکو قتل کر دے لہذا جس وقت امام حسن (ع) کا کوچہ سے گذر ہوا تو اس نے خنجر سے ایسا حملہ کیا کہ اپکی ران پر زخم لگا اور اپ بری طرح زخمی ہو گئے_

امام (ع) کے وفادار ساتھیوں نے اسکو وہیں پکڑ لیا اور اسی مقام پر قتل کر ڈالا_

امام علیہ السلام کو مدائن کے دار الامارہ لیجایا گیا تاکہ اپ کے زخم کا مداوا ہو سکے_ اپ کے جسم سے اس قدر خون بہہ گیا تھا کہ اپ کافی کمزور ہو گئے، اسی وجہ سے صحتیاب ہونے میں کافی وقت لگا_

لشکر بھی بغیر سردار کے ہو گیا تھا بلکہ ان لوگوں نے صحیح معنوں میں حقیقی ہدف کو نہیں پہنچانا تھا اور نہ ہی حوادث زمانہ میں ثابت قدم رہے تھے ورنہ تتر بتر نہ ہوتے (۶)

طبری اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں

جب لوگوں نے امام (ع) کی بیعت کر لی تو اپ ان لوگوں کو لیکر معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے اور مدائن کی طرف حرکت کی، مدائن پہونچنے کے بعد لشکر کی جمع اوری کرنے میں مشغول ہو گئے اچانک ایک آواز بلند ہوئی کہ اگاہ ہو جائو کہ قیس بن سعد مار ڈالے گئے اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ فوج میں بھگڈر مچ گئی، فتنہ پروروں نے موقع غنیمت جانا اور امام (ع) کے خیمہ پر چڑھائی کر دی یہاں تک کہ انحضرت (ص) کے پیر کے نیچے سے چٹائی کو چھین کر بھاگ کھڑے ہوئے (۷)

ایک روایت کے مطابق انحضرت (ص) کی کنیزوں کے پا زیب اتار کر لے گئے (۸)

۶_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۶

۷_ طبری ج ۶ ص ۶۹

۸_ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۱۶ بہ نقل ابن ابی الحدید

طبری مزید لکھتا ہے:

امام (ع) کی بیعت کو زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ اپ پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے اپ بری طرح زخمی ہو گئے_

مشہور ادیب و مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

معاویہ نے اپنے ادمی کو امام حسن کے پاس صلح کرنے کے لئے بھیجا اپ نے اس سلسلے میں چند شرطیں رکھیں جن میں کچھ یہ ہیں

۱_ پہلے کی طرح کسی کو اذیت نہ دیا جائے

۲_ شیعیان امیر المومنین (ع) کو ازاد چھوڑا جائے

۳_ حضرت علی (ع) پر سب و شتم نہ کیا جائے

امام حسن (ع) نے صلح اس لئے کر لی کہ ایک طرف معاویہ کی مکارانہ چال تھی تو دوسری طرف اہل کوفہ کی سستی لہذا جب معاویہ نے صلح کرنے کے بعد علوی مرکز خلافت کوفہ پر قدر تمندانہ انداز میں قدم رکھا تو جلسہ عام کو ان الفاظ میں خطاب کیا_ خدا کی قسم، ہم نے تم لوگوں سے نماز روزہ وحج و زکاۃ کی خاطر جنگ نہیں کی تھی، تم لوگ تو خود اس کام کو انجام دیتے ہو، بلکہ میں نے جنگ اس لئے کی تھی کہ تمھارے اوپر حکومت کروں خداوند عالم نے میری دلی تمنا پوری کر دی درانحالیکہ تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو[9] پھر بے جھجک کہا کہ، اگاہ ہو جائو جو کچھ ہم نے حسن (ع) سے عہد و پیمان کیا تھا اب یہ دونوں میرے قدم تلے جاتے ہیں[10] _

۹_ مقاتل الطالبین ص ۷۰، تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶

۱۰_ مقاتل الطالبین ص ۶۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶

صلح کے اسباب و علل

جس طرح قیام امام حسین (ع) دین کی بقاء اور اسلام کی حقیقی تصویر کو باقی رکھنے میں موثر ثابت ہوا ہے اسی طرح صلح امام حسن (ع) دین کی بقاء نیز اسلام حقیقی کو زندہ رکھنے میں کافی موثر ثابت ہوئ‍ی ہے ـ

ہم نے اس کتاب کی تمام بحثوں میں حتی الامکان اختصار سے کام لیا ہے لہذا صرف وجوہات کو اپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جو مختلف جہات سے ضروری و لازم ہیں، البتہ ان علتوں کی تفصیل کے لئے خود ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، جسکو چند سطروں کے اندر بیان کرنا بہت مشکل ہے ـ

۱ـ اپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ، معاویہ نے عثمان کے خون الود کرتہ سے کس طرح ماہرانہ انداز میں فضا کو مکدر کیا اور کوشش کی کہ امام (ع) کے پاک و مقدس دامن کو قتل عثمان سے متہم کر کے داغدار کر دے، وہ اہل شام کی اچھی خاصی جمعیت، خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اکٹھا کر کے انحضرت (ص) اور ان کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے لئے میدان صفین میں لے آیا، اس نے اپنے امور کی اساس جھوٹ، فریب اور چالاکی پر رکھی تھی، اسکے ذریعہ چاہتا تھا کہ تمام سرزمین اسلامی کے سادہ لوح افراد کو کم و بیش دھوکہ دیدے یا کم از کم شک و تردید میں ڈال دے حتی عمار یاسر جیسے

انسان کا وجود جو اس زمانے میں لشکر علوی (ع) کی حقانیت کی دلیل تھے اور جو بھی ان سے ٹکرا تا ، حدیث رسول (ص) کے لحاظ سے گمراہ و باغی ہوتا اس نے بھی سادہ لوح افراد اور معاویہ کی نیرنگی و مکاری کے مقابلہ میں سو فیصد فائدہ نہیں پہونچایا تھا ، لہذا ضروری تھا کہ ایک ایسا کام کیا جائے تاکہ معاویہ اپنی مکارانہ چال سے باہر آئے اور اسکی سیاہکاری و بدکاری ظاہر ہو جائے ـ

صلح امام حسن (ع) نے اساسی و بنیادی کام یہی کیا جسکو اوپر بیان کیا جا چکا ، جو معاویہ کی پہلی بد کرداری و سیاہ اندیشی کی نشاندہی کرتی ہے ـ

یہ تمام خون کا دریا اور غارتگری کا بازار جو قصاص خون عثمان کے نام پر زمین پر بہایا اور انجام دیا گیا حقیقت میں معاویہ کی جاہ طلبی اور اسکی ریاست خواہی تھی ـ

معاویہ کی تمام کوششیں سو فیصد جوش و جذبہ مادی اور ریاست و حکومت کی خاطر تھی اور بس، انتقام خون عثمان کی داستان جھوٹی نمائشے اور چالاکی کے علاوہ کچھ نہ تھی ، یہ مسئلہ جب یہاں تک پہونچ گیا اور رفتہ رفتہ لوگوں کو احساس ہونے لگا تو زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ لوگ عدل و مساوات اور حکومت علوی کی طرف بھاگنے لگے ، یہاں تک کہ جو شام میں پناہ گزین تھے اور معاویہ کے عقیدتمندوں میں تھے ہر روز گوشہ و کنار سے خاندان علی (ع) کی فردکی رہبری میں امویوں کے خلاف ہنگامہ کھڑا کرنے لگے [۱۱]

حقیقت میں حکومت معاویہ کے زمانے میں اور اسکے بعد والے سربراہان مملکت نے اتنی تباہی و بربادی اور جنایت عظیم کا بازار گرم کیا کہ مخالفین نے بھی احساس کیا کہ حکومت علوی (ع) تمام عدالت و مساوات کے لحاظ سے تنہا حکومت تھی اگر چاہتی تو ہم لوگوں کو سعادت حقیقی تک پہونچا دیتی ـ

۲ـ دوسرا مسئلہ جو بڑا عامل صلح کے لئے بنا وہ سپاہ کوفہ کی تساہلی اور فکر و عمل میں نا ہماھنگی تھی ، اپ نے اس سے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ یہی لشکر اتنا قوی تھا کہ اس نے معمولی سی بات پر ہزاروں ادمیوں پر مشتمل فوج کو درہم و برہم کر کے انکے نظم و اتحاد کو بکھیر دیا تھا اور سبط رسول (ص) کے قتل کی سازش کو ایک معمولی حادثہ سمجھا تھا کہ اگر اس راہ میں موانع پیش نہ

۱۱ـ مقاتل الطالبین ص ۱۱۷، ۵۱ ، مقالات اسلامیین ج ۲ ص ۱۶۶

اتے تو ممکن تھا کہ معاویہ کا تمام نقشہ باور ہو جاتا _

ان مطالب پر غور کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ نے پہلے چند سردار لشکر کو خریدا جیسا کہ تیر اندازی کے واقعہ میں دیکھا گیا ، پھر امام حسن (ع) کو انکی سپاہ کے ذریعہ قید کروایا اسکے بعد بڑی منت و سماجت کے بعد ازاد کیا یہ رسوائي ائمہ اہلبیت اور رہبران معصوم (ع) کے دامن پر تا ابد رہے گی کہ جنھوں نے کفر و نفاق کے جانے پہچانے چہروں کو فتح مکہ کے موقع پر ازاد کیا تھا وہ اج اپنی جان کے لئے خاندان اموی کے مدیون ہو گئے (۱۲)

۳_ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کے ہمراہ (جیسا کہ ائندہ بیان ہو گا) اکثر اصحاب رسول (ص) تھے جن کی تعداد مورخین نے دو ہزار سے زیادہ بتائي ہے _

ستر بدر کے جنگجو تھے جو پیغمبر اسلام (ص) کے قدیم صحابی تھے ، سات سو یا اٹھ سو وہ افراد تھے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی اور قران مجید میں خداوند عالم نے ان لوگوں کی تعریف و تمجید بھی کی ہے _

مہاجرین و انصار میں سے چودہ سو افرادوہ تھے جنھوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی (۱۳) یہ تمام لوگ رسول (ص) کے زمانے کو دیکھے بھی تھے اور نزول قران کے وقت موجود بھی تھے اور اسلام حقیقی کو خود پیغمبر سے لیا پھر برسوں امیر المومین (ع) کی خدمت میں رہے جو خود مجسمہ اسلام اور ہمدوش قران تھے _

۱۲_ اخبار الطوال ص ۲۲۱، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۹

۱۳_ یعقوبی ج ۲ ص ۱۶۴ ، ابن خیاط کی تاریخ ج ۱ ص ۱۸۰

لیکن معاویہ کے ساتھ انصار و مہاجرین کے بدنام زمانہ دو ادمی کے سوا کوئی نہ تھا ، اس نے ان ضمیر فروشوں کے ذریعہ اسلام کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق یہ نقشہ تیار کیا کہ سادہ لوح افراد کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ کو بھر دے ، ہاں ، اس نے ابو ھریرہ ، انس بن مالک ، مغیرہ بن شعبہ ، عمرو بن عاص ، عبد اللہ بن عمرو اور خاص طور سے ام المومنین عائشہ کی مدد سے ایک جعلی حدیث کا بڑا کارخانہ معرض وجود میں لایا ، ان تمام ہوا پرستوں نے معاویہ کی حکومت کے زمانے میں متعدد کوشش کیں کہ اسلام کے اصلی خد و خال کو داغدار کردیں اور اکثر حدیثیں ابو ہریرہ ، انس بن مالک اور عبد اللہ بن عمر نے مختلف میدانوں میں گڑھیں اگر اہلبیت (ع) کے فداکاروں کی جد وجہد نہ ہوتی تو اسلام صفحہء ہستی سے مٹ گیا ہوتا اور کفر و جاہلیت کی تمام ناپاک تمنائیں رائج ہو جاتیں ۔

امام حسن (ع) نے معاویہ سے جنگ کرنے کے بجائے جو صلح کرلی اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انحضرت (ص) نے اسکے ذریعہ سے اکثر اصحاب رسول (ص) و یاران امیر المومنین (ع) کو موت کے منھ سے نکال لیا ، کیونکہ اگر امام حسن (ع) معاویہ سے جنگ کرلیتے تو اپ کے لشکر میں وہ افراد تھے جو مومن حقیقی تھے اگر میدان جنگ میں چلے جاتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سارے کے سارے مار ڈالے جاتے یا خاتمہ جنگ کے بعد معاویہ کے ہاتھوں اسیر ہوکر خون عثمان کے جرم میں تہ تیغ کردیئے اتے ، اور معاویہ اطمینان کے ساتھ حقائق اسلام کو توڑ مڑوڑ کے پیش کرتا اور اسکو کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہ ہوتا اس مقدمے کے بعد اتنا تو ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام حقیقی کی صورت کو تحریف سے بچانے کے لئے صلح کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا ۔

یہی وہ راستہ تھا جو حضرت امام حسن (ع) نے اپنایا اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے ۔

فصل سوم

دشمنوں کے ساتھ نرمي

معاويہ کسی طرح حکومت پر بیٹھ گیا ، حضرت علی (ع) کے شہید ہو جانے اور امام حسن (ع) کے صلح کی وجہ سے اسکی راہ کی تمام اڑچنیں ختم ہو گئیں ، لیکن معاویہ کو دوسرا مسئلہ جو کھائے جا رہا تھا اور اس کا حل نکالنا بہت ضروری تھا وہ یہ تھا کہ تمام سر زمین اسلامی میں جو شام کے لٹیروں نے قتل و غارتگری کا بازار اسکے حکم سے گرم کر رکھا تھا نیز اسکے بعد قصاص خون عثمان کے نام پر اکثر گھروں کو خاک و خون میں غلطاں کر کے باپ بھائي بیٹے سبکو داغدار کر دیا تھا اور اسکی وجہ سے لوگوں کے دل بغض و کینہ سے بھر گئے تھے _

ایسے حالات میں اس (معاویہ) نے ایک نئي سیاست اپنائي اور وہ نیکی و بردباری تھی خواہ سامنے دشمن ہی کیوں نہ ہو _

کیونکہ اسکو ہر لحہ خطرہ تھا کہ عراق و حجاز میں رہنے والے مسلمان کہیں شورش برپا نہ کر دیں اور رات دن کی محنت سے حاصل ہوئ‍ي حکومت ہاتھ سے نکل نہ جائے _

یعقوبی لکھتے ہیں :

معاویہ ۴۱ ھ میں شام واپس آیا تو اسی وقت بری خبر موصول ہوئي کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر سر زمین اسلام کی طرف ارہا ہے ، اس خبر نے حکومت دمشق کی چولیں ہلا کر رکھ دی ، کیونکہ ایک طرف ان تمام مسلمانوں سے خطرہ تھا جو بلاد اسلامی میں جمی رہے تھے ، دوسری طرف یہ بری خبر پہونچ گئي_ ان تمام خطروں نے معاویہ کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اب ایسی صورت میں کیا کیا جائے ؟

معاویہ نے یہ کیا کہ اپنے ایک نمائندہ کو امپراطور روم کے پاس بھیجا اور اسکو سرخ سونے کا ایک لاکھ درہم دیا تاکہ واپس چلا جائے اور ذلت و رسوائي سے چھٹکارا مل جائے [۱۴]

معاویہ نے اپنی حکومت کے زمانے میں سیاست داخلی کی بنیاد خاطر و مدارات پر رکھی تھی تاکہ اسکے ذریعہ اپنی حکومت کی

۱۴_ تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۲۱۷ ، دولۃ العربیہ ص ۸۶

بنیاد مستحکم و مضبوط بنا سکے (۱۵)

مگر مظلومیت عثمان کی داستان جو اسکی تمام ہنگامہ ارائیوں کے لئے بہانہ تھی حکومت کے ہاتھ اتے ہی ایسے بالائے طاق رکھ دی گئي جیسے ایسی کوئي بات ہوئي نہیں تھی ؟

ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں

"معاویہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد مدینہ آیا تو عثمان کے گھر بھی گیا ، عائشہ بنت عثمان نے جب معاویہ کو دیکھا تو باپ کی مصیبت کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا ، وہ اسکے ذریعہ چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے معاویہ کو یاددہانی کرائے ، مگر معاویہ پر اس چیخ و فریاد کا کوئي اثر نہیں پڑا اور بڑئے اطمینان سے کہا :

اے بھائي کی اولاد ، لوگوں نے زمام حکومت ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے جس کی وجہ سے ہم نے بھی انکو امان دیدیا ہے ، ہم نے اپنے غضب کو بردباری کے لباس میں چھپا رکھا ہے اور ان لوگوں نے اپنے بغض و کینہ کو ذلت کے سایہ میں پنہاں کر رکھا ہے ۔

ہر ادمی اپنے ہمراہ تلوار بھی رکھتا ہے اور اپنے رفیق و دوست کو اچھی طرح سے پہچانتا بھی ہے اگر ہم لوگوں نے عہد شکنی کر کے اپنی رفتار کو بدل ڈالا تو یاد رکھو وہ لوگ بھی دوسرا بھیس بدل کر ہم سے مقابلہ کے لئے اجائینگے ، پس ایسی صورت میں جبکہ نہ ہم اپنی قسمت سے اگاہ ہیں اور نہ ہی اس بات کا یقین ہے کہ ہنگامہ ارائي و سرکشی کا فائدہ ہمارے حق میں ہو گا یا ان لوگوں کے حق میں ۔

بہتر ہے کہ خاموش رہیں تاکہ اگر ہماری حکومت قائم رہی تو تم دختر خلیفہ کی حیثیت سے رہو گی اور اگر حکومت ہاتھوں سے نکل گئي تو تم ایک عام عورت کی حیثیت سے پہچانی جاؤگی (۱۶)

۱۵_ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۱

۱۶_ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۲۶ چاپ مصر_ ۱۳۳۱ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۲ ، البیان التبین ج ۲ ص ۱۸۲

عرب کے مکار معاویہ کے جال میں

معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے لئے جو دوسرا کھیل کھیلا وہ یہ تھا کہ مکار و حیلہ گر افراد کو شہر کے گوشہ و کنار سے بلوا کر جاہ و جلال اور دولت و ثروت یا دوسرے راستے سے انکو خرید نا شروع کر دیا ، اور ان لوگوں کو اپنی حکومت کے مفاد میں استعمال کیا ، معاویہ نے اپنی سیاست کی بنیاد اس پر رکھی کہ بیت المال کے خزانے کو بزرگان قریش اور رئیسان شہر کی جھولی میں ڈالدیا تاکہ اسکے ذریعے گذشتہ دنوں کے کینے ختم ہو جائیں اور ان لوگوں کا دل اس سے قریب ہو جائے ، وہ خوب جانتا تھا کہ لوگ بندہ زر ہیں اور قلب حطام دنیا کا خریدار ہے ۔

طبری لکھتے ہیں :

" کچھ سردار قبائل جن میں حتات بن یزید مجاشعی بھی تھا معاویہ کے پاس آئے ، معاویہ نے سبکو ایک ایک لاکھ دینار دیا مگر حتات بن یزید کو صرف ستر ہزار دینار دیا ۔

جب یہ لوگ شام سے جانے لگے تو ہر ایک نے اپنی اپنی تھیلی کا جائزہ لیا اور ایک دوسرے کو اپنا اپنا مبلغ بتایا ، حتات جسکو معاویہ نے ان لوگوں سے کم رقم دی تھی وہ اس حرکت سے اتنا ناراض ہوا کہ اسی مقام سے واپس آیا اور معاویہ کے پاس گیا اور اسکو دل کھول کر سنایا کہ تم نے کس بناء پر ان لوگوں سے کم رقم مجھے دی ہے ۔

معاویہ نے کہا ہاں ، ہم نے ان لوگوں سے انکے دین کو خریدا ہے اسی بناء پر انکو ایک جیسی رقم دی ہے لیکن تم کو اس لئے ان سے کم دیا کہ میں جانتا ہوں کہ تم عثمان کے عقیدتمندوں میں سے ہو ، حتات نے کہ ، اگر ایسی بات ہے تو پھر مجھ سے بھی میرے دین کو خرید لو ۔

معاویہ نے حکم دیا کہ جو رقم کم دی گئی تھی اسکو پورا کر دیا جائے ۔

وہ لوگ جو معاویہ کے دام زریں میں پھنس گئے اور نئی حکومت اموی کی بنیاد کو مستحکم کرنے میں جٹ گئے ان میں مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص بھی تھے ۔

معاویہ نے عرب کا مشہور و معروف مکار مغیرہ بن شعبہ کو حکومت کوفہ کے لئے منصوب کر دیا اور عمرو عاص کو مصر کی حکومت دیکر اپنے جال میں پھنسا لیا ، اور عمرو عاص نے اس سلسلہ میں شرط رکھی کہ جب تک زندہ رہوں گا اس شہر کی

باگ ڈور ہمارے ہاتھوں میں رہے گی، مزید اس جگہ کا ٹیکس بھی ہمارے پاس رہے گا_

لیکن ان کے درمیان ایک زبردست مکار تھا جو معاویہ کے چنگل میں نہیں اپا رہا تھا، جسکے وجود سے حکومت اموی کو بہت بڑا خطرہ لاحق تھا_

اسی لئے معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی ذات سے بے بہرہ رہے اور تمامتر سعی و کوشش یہی تھی کہ کسی صورت سے اس شخص کو جس کا نام زیادہ تھا اپنے پرچم کے سایہ میں لے آئے تاکہ اسکی مکارانہ چال سے اپنی حکومت کو مزید ٹھوس کر سکے، اور اسکی ذات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکے_

لہذا بجائے اسکے کہ دین و احکام اور فرمان الہی سے خوف کھائے ایک بہانہ ڈھونڈ نکالا، در اصل معاویہ کی تمام زندگی میں دنیا کی دھوکہ دھڑی اور زودھنگام لذتوں نے اس پر حکمرانی کی ہے کہ اس مقام پر بھی سوائے دنیا پرستی کے اسکو کچھ نظر نہیں آیا ہے_

زیاد بن ابیہ، ظاہری اعتبار سے غلام عبید کا بیٹا تھا جس نے مشہور بدکار عورت سمیہ سے شادی کی تھی اور کچھ دنوں بعد اس سے زیاد پیدا ہوا اس طرح زیاد خاندان کے اعتبار سے عربی معاشرہ میں کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا_

زیاد کا باپ غلام تھا اور ایسا شخص پست شمار ہوتا تھا لہذا باپ کے غلام ہونے کی وجہ سے قبیلائی اعتبار سے عربی خون نہیں رکھتا تھا_

باپ کا غلام ہونا اور غیر عرب ہونے کیوجہ سے زیاد اپنے کو ذلیل و حقیر سمجھتا تھا، اس بات نے اسکو بہت اذیت پہونچائی تھی اور رفتہ رفتہ حقیقت سے اگاہ بھی ہو گیا تھا لہذا اس سے چھٹکارا پانے کے لئے اسکے دل میں امنگیں کروٹیں لے رہی تھیں_

معاویہ ان تمام مسائل سے بخوبی اگاہ تھا لہذا اس نے اپنے نقشہ کے تحت زیاد کی دکھتی رگ کو پکڑا اور اسکو پیشکش کی کہ وہ اپنا بھائی بتائے گا، مگر ایک شرط پر کہ حکومت اموی کے زیر اثر اجائے اور سرپیچی و نافرمانی سے باز آئے_

زیاد نے ایک طرف نسب پر نگاہ دوڑائی تو مشہور ترین عرب معاویہ کا بھائی ہوتا نظر ارہا تھا اور دوسری طرف اسکا باپ عبید غلام نہیں رہے گا بلکہ رئیس قریش ابو سفیان اس کا باپ کہلانے لگے گا وہ کل تک معمولی خاندان کی فرد تھا لیکن اج خلیفہ کا بھائی بن جائے گا_

مسعودی اور ابن اثیر نیز دیگر مورخین نے خاندان اموی سے زیاد کے ملنے کی داستان اس طرح نقل کیا ہے ـ

"زیاد کی ماں سمیہ عرب کا مشہور طبیب حرث بن کلدہ ثقفی کی کنیز تھی بدکاری میں مشہور زمانہ تھی شہر طائف میں پیشہ ور عورتوں کے درمیان ایک گھر لیا اسکی چھت پر سرخ رنگ کا جھنڈا لگایا جو طوائفوں کے اڈہ کی علامت تھا ، یہ جب حرث کی کنیز تھی تو رسم جاہلیت کے مطابق اپنی امدنی سے اسکو کچھ رقم دیتا تھا کیونکہ وہ عبید کی زوجیت سے نکال کر لے آیا تھا ـ

دور جاہلیت میں ابو سفیان کا طائف شہر سے جب گذر ہوا تو شراب فروش ابو مریم سلّولی کے یہاں آیا اور اس سے اپنی خواہشات جنسی کا اظہار کیا ، ابو مریم نے کہا ، آیا سمیہ کو چاہتے ہو ؟

ابو سفیان نے کہا ، ـ ارے اسی کو لے ائو تا کہ ....

ابو مریم نے سمیہ کو ابو سفیان کے پاس پہونچا دیا اور خود کمرہ سے باہر چلا آیا ، سمیہ اس سے حاملہ ہو گئي اور ۱ھ میں زیاد پیدا ہوا ـ

جب حضرت امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر آئے تو زیاد کی تقریر و شجاعت اور اداری امور میں ماہر ہونے کی وجہ سے فارس کی وسیع و عریض سرزمین کا حاکم بنا دیا ، یہاں پر خوب اچھے طریقے سے حکومت کو چلا رہا تھا ، یہ بات معاویہ کے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھی ، اس نے کافی خطوط زیاد کو لکھے اور ان خطوں میں امید بخش اور تہدید امیز باتیں بھی تحریر کیں ، یہاں تک کہ ایک خط میں ابو سفیان کا بیٹا بنانے کے لئے لکھا ، لیکن زیاد نے حکومت علوي(ع) کے رہنے تک کوئ خاص توجہ نہیں دی ، اور اسکے دام فریب میں نہیں آیا ، مگر جب حضرت امیر المومنین (ع) شہید کر دیئے گئے اور امام حسن (ع) نے جانگداز عوامل کی بناء پر صلح کرلی ، جسکے نتیجہ میں اکثر مملکت اسلامی معاویہ کے ہاتھ میں الگئي ; ایک فارس تھا جس پر زیاد کی حکمرانی تھی اس پر کسی کا بس نہیں چل رہا تھا ، تو معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا جو زیاد کا قدیم دوست تھا پھر اپنی رائے کو پیش کیا کہ زیاد ایک طاقتور اور ہوشیار شخص ہے جو ابھی تک حکومت فارس پر برا جمان ہے ، اور اموال کثیر سے اپنی جگہ کو مستحکم کئے ہوئے ہے جسکی بناء پر ہمارا بس نہیں چل پا رہا ہے ـ

ہمیں ہر لمحہ خطرہ ہے کہ کہیں لوگ خاندان رسول (ص) کی کسی فرد کی بیعت کر کے بار دیگر ہم سے نبرد ازما نہ ہو جائیں ـ

چنانچہ یہ تمام باتیں کہہ کر مغیرہ بن شعبہ کو زیاد کو اپنے چنگل میں لینے کے لئے روانہ کیا ـ مغیرہ معاویہ کی مکارانہ فکر کو لیکر اپنے دوست زیاد کے پاس پہونچا ، ایک عرصے کے بعد جب دونوں گفتگو کے لئے بیٹھے تو مغیرہ نے زیاد سے کہا کہ ، اسوقت

جہان اسلام کے حالات دگر گوں اور گذشتہ کی نسبت کافی تبدیل ہو گئے ہیں ، اور تنہا شخص جو خلافت کو حاصل کر سکتا تھا وہ حسن بن علی (ع) ہیں لیکن انھوں نے معاویہ سے صلح کرلی ہے لہذا قبل اسکے کہ تم پر کوئی خطرہ لاحق ہو اپنے لئے پناہ گاہ ڈھونڈھ لو _

مغیرہ نے جواب دیا کہ ، میری نظر میں بہتر یہی ہے کہ تم اپنے نسب کو خاندان اموی سے جوڑ کر معاویہ کے رشتہ دار بن جائو _

زیاد نے کہا ، گویا جڑ کو چھوڑ کر شاخ کو پکڑ لوں _

دونوں کے درمیان اسی طرح کی گفتگو ہوتی رہی ، لیکن زیاد کو قبیلائي اور خاندانی تعصب بہت ستا رہا تھا ان جرح و بحث نے زیاد کے وجدان و ضمیر کو کافی جھنجھوڑ کر رکھ دیا ، خاص طور سے جب ذہن میں حکومت کا ہاتھ سے نکل جانا اور جان کا خطرہ میں پڑ جانے کا تصور کیا تو اس پر زیاد مات کھا گیا اور مغیرہ کی پیشنھاد کو قبول کر کے اپنی حکومت کو خیر اباد کر دیا اور دمشق کی طرف روانہ ہو گیا ، جب زیاد نے اموی سلطنت میں قدم رکھا تو معاویہ کے حکم پر اسکی بہن (جویریہ) اس سے ملاقات کرنے گئي اور دوران ملاقات اپنے سر سے اوڑھنی ہٹا دیا اور کہا کہ ، تم ہمارے بھائي ہو لہذا مجھ پر تم سے پردہ واجب نہیں ہے ؟

ہم نے اس حقیقت کو ابو مریم سلّولی سے سنا ہے ، جویریہ کی ملاقات نے زیاد کے اوپر اچھے تاثرات چھوڑے اور اسکے پس منظر میں معاویہ نے شہر دمشق کی جامع مسجد میں ایک جلسئہ عام رکھا اس میں زیاد کو دعوت دی گئي نیز شاہدین کو بھی بلایا گیا جن میں ایک ابو مریم سلّولی تھا _

معاویہ نے ابو مریم سے کہا کہ تم کیسے اور کس چیز کی گواہی دو گے

ابو مریم سلّولی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ، میں گواہی دیتا ہوں کہ دور جاہلیت میں جب میں شراب فروش تھا تو ایک روز ابو سفیان شہر طائف سے گذرا ، میرے پاس اکر اس نے اپنی خواہشات جنسی کو مٹانے کے لئے کہا ، پیشہ ور عورت کی فرمائشے کی میں نے کہا ، اسوقت حرث کی کنیز سمیہ کے علاوہ کوئي نہیں ہے ،

ابو سفیان نے کہا _ اسی کو لے ائو اگر چہ وہ ایک بدبودار و کثیف عورت ہے ، زیاد غصے میں اگیا اور کہنے لگا ، ابو مریم چپ ہو جائو تم گواہی دینے کے لئے آئے ہو نہ کہ برا بھلا کہنے کے لئے ؟

ابو مریم سلّولی نے کہا، ٹھیک ہے اگر تم کو برا لگ رہا ہے تو ہم اس داستان کو بیان نہیں کرینگے لیکن میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسکو بیان کیا ہے۔

خدا کی قسم، ابو سفیان نے سمیہ کی استین پکڑی اور خالی کمرے میں لے جا کر دروازہ کو بند کر لیا اور میں اسی مقام پر بیٹھا رہا، تھوڑی دیر بعد ابو سفیان کمرے سے باہر آیا تو میں نے کیا دیکھا کہ پسینہ میں شرابور تھا، میں نے کہا، ابو سفیان یہ عورت کیسی تھی ؟

ابو سفیان نے جواب دیا۔ ہم نے اس عورت کی طرح کسی کو نہیں دیکھا اگرچہ زیاد کھڑا ہوا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، اے لوگو، اس میں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے مجھے نہیں معلوم لیکن جو کچھ جانتا ہوں وہ یہ ہیکہ اگر میرا باپ عبید تھا تو ایک ایسا باپ تھا جونہایت شریف و نیک تھا اور اگر اسکو مربی مانا جائے تو وہ میرا حقیقی باپ تو نہیں تھا البتہ ایک اچھا مربی ضرور تھا، جس نے زحمتیں برداشت کر کے مجھ پر احسان کیا، البتہ گواہ حضرات اپنی بات کی حقیقت سے زیادہ اگاہ ہیں۔

یونس بن عبید ثقفی جو سمیہ کا بھائی تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہو ا اور اس نے کہا، معاویہ رسول(ص) اسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے، الولد للفراش و للزانی الحجر لیکن اس قانون کے ہوتے ہوئے تم نے ابو سفیان کے زنا کو ابو مریم کی گواہی پر حکم دیا ہے اور غیر شرعی فرزند کو اس کے حد کے بدلے میں بیٹا بنا رہا ہے جبکہ اس طرح کا قانون نہ کتاب خدا میں ہے اور نہ ہی حدیث پیغمبر (ص) میں۔

معاویہ نے جب ماحول کو خطرناک دیکھا تو ڈرا دھمکا کر کہا، اے یونس اپنا منہ بند کر لو ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

یونس نے جواب دیا کہ، آیا قتل کے علاوہ کچھ اور کر سکتے ہو۔

جب یونس نے معاویہ کی تہدید کو اٹل دیکھا تو خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ، ہم اپنے پروردگار سے طلب مغفرت کر لینگے
اس واقعہ نے جہان اسلام میں کافی ہنگامہ مچایا ، اور شعراء عرب نے مذمت امیز اشعار کہے ، جن میں ایک عبد الرحمن بن حکم کا شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ھیکہ :_ معاویہ بن حرب سے کہدو کہ میں مرد یمانی ہوں ، آیا ناراض تو نہ ہو جاؤ گے ، اگر یہ کہیں کہ تمہارا باپ عفیف و پاک دامن ہے_ اور خوش ہو جاؤ گے اگر یہ کہا جائے کہ تیرے باپ نے (زیاد کی ماں سمیہ سے) زنا کیا تھا_
میں گواہی دیتا ہوں کہ تمھاری رشتہ داری زیاد سے اسی طرح ہے جس طرح ہاتھی کی گدھے کے بچے سے [۱۷]
مشہور دانشور اور مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں :
زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دینا یہ پہلا حکم تھا جو علنی طور پر شریعت مقدس کے قوانین کے بر خلاف بیان کیا گیا ، جبکہ رسول اسلام (ص) کا ارشاد گرامی ہے کہ ، بچہ شوھر کا ہوگا اور زانی کے لئے سنگساری ہے_ الولد للفراش وللعاھر الحجر [۱۸]

سنگین ٹیکس

جیسا کہ اپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا کہ معاویہ نے اس وقت کے مکاروں کو مختلف ذریعوں سے اپنے قبضے میں کر لیا تھا_
کسی کو عہدے دیکر کسی کو دولت و ثروت دے کر اور کسی سے رشتہ ناطہ جوڑکر ان سبھوں کو کفر و جاہلیت کی فوج بنا کر اموی پارٹی سے ملحق کر دیا تھا_
دوسری طرف طاقتور قبیلوں کے سرداروں نیز دشمنوں سے چاپلوسی ، نرم دلی ، بخشش اموال اور بردباری کا اظہار کر کے اس لئے ان لوگوں کو خاموش کر دیا تھا ، کہ یہ لوگ اسکی حکومت کے خلاف سازش نہ کر سکیں_
البتہ اس کی ضمیر فروش حکومت کے اتے ہی شروع ہوگئي تھی ، لیکن جب ستون حکومت مضبوط ہو گیا اور ماحول سازگار ہو گیا تو اس وقت اپنے کینہ و عناد کو نکالنے کے لئے سارے حکرانوں کو حکم دیا کہ تمام سرزمین اسلامی کے اموال جمع کر لئے جائیں تاکہ گذشتہ کی طرح روساء قوم کے پاس زر و جواہر نہ رہے [۱۹]
معاویہ کی طمع دن بدن بڑھتی جا رہی تھی ، چنانچہ مسلمانوں کے اموال کو ہڑپنے کے لئے ایک نیا حیلہ تلاش کر کے ایک دن حکم دیا کہ ساسانی بادشاہوں کی زمینوں پر جو کوفے کے اطراف میں تھی اس پر کھیتی کی جائے اور اسکا خراج ہمیں بھیج دیا

۱۷_ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹ ، طبری ج ۴ ص ۲۵۹

۱۸_ مروج الذھب ، انساب الاشراف

۱۹_ تاریخ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۲ ، سیر اعلام النبلاج ۲ ص ۳۴۰

جائے ، ان زمینوں کاسالانہ ٹیکس تقریبا پانچ لاکھ درہم ہوتا تھا _

دوسری مرتبہ حکم دیا کہ بصرہ کے اطراف کی پیداوار بصرہ سے متعلق ہے اور اسکا حاکم عبد الرحمن بن ابو بکر ہے _

تیسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے یہ حکم دیا کہ _ آیام نوروز میں ایرانی، گذشتہ بادشاہوں کو تحفہ و تحائف دیتے تھے اس سال میرے پاس تحفے بھیجیں ، گویا وہ عصر جاہلیت کا امپراطور بنا ہوا تھا ، اور اپنے باپ کی وصیت کہ" خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر دینا" کو عملی جامہ پہنا رہا تھا _

ایران و عراق کے غریبوں کو جو آیام نو روز میں تحفہ دینا ضروری تھا تقریبا لاکھوں درہم تک پہونچتا تھا [۲۰]

معاویہ نے صرف کوفہ و بصرہ کی پیداوار کو غصب نہیں کیا بلکہ یمن ، شام ، اور بین النہرین پر بھی ہاتھ مار کر ان زمینوں کو جو حکومتی تھیں ہڑپ لیا ، اس طرح اکثر بلاد اسلامی کی دولت و ثروت خاندان اموی اور معاویہ کے رشتہ داروں میں چلی گئی _

معاویہ کی ہٹ دھرمی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ دو مقدس شہروں مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان دونوں شہروں سے اسکے پاس خرما اور گیہوں اتے تھے اسی میں فدک بھی تھا جو معاویہ نے مروان بن حکم کو دیدیا تھا [۲۱]

جب حکومت اموی مضبوط ہو گئی تو معاویہ کی سیاست بھی بدل گئی ابھی تک دشمنوں سے اچھے روابط تھے لیکن جب انکو دولت و ریاست کے ذریعہ رام کر دیا تو اپنے کینہ دیرینہ کو اشکار کیا ، لہذا جب مدینہ آیا اور بنی ہاشم اپنی مشکلات کو لیکر گئے تو انکو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ _ کیا کام ہے آیا اس میں راضی نہیں ہو کہ ہم تمھارے خون کو (قتل عثمان کے باوجود) محترم جانے ہوئے ہیں ؟

خدا کی قسم _ تم لوگوں کا خون بہانا جائز ہے ؟

معاویہ کا لب و لہجہ اتنا برا تھا کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے اور عثمان کی مدد میں گویا اپنی کوتاہی بھول بیٹھا ہے ؟

بات اتنی بڑھ گئی کہ امیر المومنین کے شاگرد ابن عباس (حبر امۃ) بول اٹھے

۲۰_ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۸ چاپ بیروت

۲۱_ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۴

اے معاویہ_ جو کچھ تم نے ہماری نسبت کہا ہے تیری شرارت و خباثت باطنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے_
خدا کی قسم، پہلے تم اس سزا کے مستحق ہو کیونکہ تم نے خون عثمان کے نام پر لوگوں کو بھڑکایا اور اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تم اٹھے_

ابن عباس نے اتنا سنایا کہ معاویہ کو پانی پانی کر دیا، پھر انصار ملنے گئے تو معاویہ نے ان لوگوں سے سخت لہجہ میں گفتگو کی اور انکو ذلیل کرنے کے لئے ایک جملہ چست کیا کہ وہ تمہارے پانی ڈھونے والے اونٹ کیا ہوئے ؟

انصار نے غصہ میں جواب دیا، جس وقت جنگ بدر میں باپ بھائي اور دادا کو مارا تھا اس وقت انکو ہاتھ سے کھو دیا_

پھر انصار نے کہا کہ_ ہم صرف خدا و رسول کے حکم کی بنا پر چھوڑ رہے ہیں_

معاویہ نے پوچھا_ یہ بتائو تم کو کیا وصیت کیا ہے ؟

ان لوگوں نے کہا صبر و نیکی کا حکم دیا ہے معاویہ نے کہا_ تو پھر صبر کرو

جس گھڑی مدینہ سے معاویہ شام واپس ہونے لگا تو اس کی کوئي خواہش پوری نہیں ہوئي [۲۲]_

اسی سفر میں معاویہ نے یہ حکم دیا کہ منبر و عصاء رسول (ص) کو شام لے چلو کیونکہ اہل مدینہ نے عثمان کو قتل کیا ہے لہذا ان چیزوں کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے مامورین ایک طرف عصاء رسول(ص) کو تلاش کر رہے تھے تو دوسری طرف منبر کو اٹھا رہے تھے مورخین کہتے ہیں_

جیسے ہی مامورین نے منبر کو اٹھایا تو آواز انے لگی اور سورج کو گہن لگ گیا لہذا انھوں نے اسکو چھوڑ دیا [۲۳]

بعض کہتے ہیں کہ اصحاب پیامبر(ص) نے منع کیا اور اس طرح نقشہ معاویہ نقش بر اب ہو کر رہ گیا، جس زمانے میں معاویہ نے اپنی سیاست بدل دی تھی، اور اپنی پرانی عادت پر اگیا تھا، تو اکثر شیعیان حیدر قید و شکنجے میں تھے، کیونکہ معاویہ نے تمام حکمرانوں کو دستور دے دیا تھا کہ منبروں سے امام (ع) بزرگوار پر نفرین کی جائے، لہذا امام (ع) کے چاہنے والوں کے لئے ان دو راستوں کے علاوہ کوئي چارہ نہیں تھا، _۱_ یا جنگ کریں تو اس صورت میں یا قتل کئے جاتے ہیں یا زندان کی زندگی گزارتے ہیں_ ۲_ یا چپ رہیں تو پھر دل دکھتا ہے_

جب مغیرہ بن شعبہ حاکم کو فہ بن کر جا رہا تھا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ، ہمیں تم سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنی تھی

۲۲_ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۳

۲۳_ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۹ _ مروج الذهب ج ۳ ص ۳۵ چاپ سعادت

لیکن ان تمام باتوں کو چھوڑتا ہوں کیونکہ تم ایک فہیم و چالاک انسان ہو ، مگر ایک بات جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی (ع) پر نفرین کرنا نہ بھولنا_ اور عثمان کے حق میں ضرور دعا کرنا اس کے بعد شیعیان علی (ع) کے بارے میں کہا کہ ان پر کڑی نظر رکھنا اور ان سے سختی سے پیش انا اور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور انکو ہم مصاحب بنانا ؟

معاویہ کے اس بدترین دستور نے خون کا بازار گرم کر دیا تاریخ اسلام اسکی شاہد ہے جسکی تفصیل ائندہ بیان ہو گی_

شیعہ شکنجہ و ازار میں

اس سے پہلے اجمالی طور پر بیان ہو ا کہ معاویہ نے اپنے تمام حکمرانوں کو حکم دے دیا تھا کہ موالیان امیر المومنین (ع) کو ایذاء و اذیت دی جائے اور حضرت امیر المومنین (ع) پر علی الاعلان لعنت بھیجی جائے_ یہ حکم تمام بلاد اسلامی میں نافذ ہو گیا تھا اور ان امور کی انجام دہی میں خلافت کی بڑی مشیزیاں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگی تھیں_

مغیرہ بن شعبہ جو کوفے پر حکومت کر رہا تھا اس نے کبھی اس کام سے پہلو تہی نہیں کی اور جب تک حاکم کوفہ رہا اس نے حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہا_ البتہ اس کی باتوں کا منھ توڑ جواب حجر بن عدی جیسے بہادر نے ہمیشہ دیا_ مگر مغیرہ کے جہنم واصل ہونے کے بعد حکومت کوفہ پر زیاد بن ابیہ حاکم منصوب ہوا_ اس نے بھی حسب دستور قدیم وہی کیا جس کی بناء پر کوفہ میں بار دیگر لعن طعن کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک روز زیاد نے کچھ کہا تو شیر دل حجر بن عدی نے اس کا منھ توڑ جواب دیا_

مورخین لکھتے ہیں :

ایک روز زیاد بن ابیہ نے خطبہ کو بہت طول دیدیا حجر بن عدی ڈرے کہ کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے_ لہذا با واز بلند کہا نماز_ پھر بھی کان نہیں دہرا_ جب تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو حجر بن عدی نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر زیاد کے اوپر پھینک دی اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی نماز پڑھنے لگے_ زیاد نے مجبوراً اپنے خطبہ کو تمام کر کے ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا_

جب نماز تمام ہو گئي تو زیاد نے اپنے چوکیداروں سے کہا کہ حجر بن عدی کو گرفتار کر لو_

لیکن ان کے رشتہ داروں (قبیلہ کندہ) نے ان کو کہیں چھپا دیا_ لہذا حکومتی مامورین حجر بن عدی کو گرفتار نہ کر پائے_

زیاد نے حجر بن عدی کو گرفتار کرنے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا کہ_ قبیلہ کندہ کے سرداروں کو بلا کر یہ کہا کہ ہم حجر بن عدی کو امان دیکر معاویہ کے پاس بھیجیں گے_ تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے_

ان لوگوں نے اس کی بات مان لیا_ زیاد نے حجر اور ان کے گیارہ ساتھیوں کو لیکر قید خانہ میں ڈالدیا پھر شہر کے مشہور ضمیر فروشوں کی گواہی و دستخط لے کر حجر اور ان کے ساتھیوں پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے خلیفہ وقت معاویہ کو برا بھلا کہا ہے اور لوگوں کو اپ کے خلاف جنگ اور حاکم کوفہ کے خلاف ورغلایا ہے_

ان دستخطوں میں قاضی شہر شریح بن بانی کی بھی جعلی دستخط کر کے زیاد نے معاویہ کے پاس ان لوگوں کے ساتھ خط بھی روانہ کیا،_ جب شریح کو یہ بات معلوم ہوئي تو شہر سے نکلا اور ان لوگوں کا پیچھا کیا اور جب ملاقات ہو گئي تو ایک خط ان کے ہاتھ سے معاویہ کے پاس بھیجوایا جب زیاد کے مامورین حجر اور انکے ساتھیوں کو لیکر معاویہ کے پاس پہونچے تو ان لوگوں نے زیاد کا خط دیا اور ساتھ ہی ساتھ قاضی شریح کا بھی خط دیا_

جب امیر شام معاویہ نے جھوٹی گواہی اور شریح کا خط پڑھا جس میں یہ لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیاد نے میری طرف سے جھوٹی گواہی اپنے خط میں لکھی ہے جبکہ میری گواہی یوں ہے حجر عابد، شب زندہ دار، زکات دینے والا اور ہر سال حج و عمرہ کو انجام دیتا ہے، امر با لمعروف و نہی از منکر کرتا ہے، یہ وہ شخص ہے جو دوسروں کے جان و مال پر تجاوز، حرام جانتا ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہے قتل کرو یا اسکو چھوڑ دو_

معاویہ نے شریح کا خط پڑھنے کے بعد کہا کہ اس شخص نے اپنی شہادت کو ان لوگوں سے الگ کر لیا ہے معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو "مرج غدرائ" میں جو دمشق کے نزدیک تھا قید کر دو_

مگر حجر کے ساتھی زیادہ دن قید خانہ میں نہیں رہے، کیونکہ بعض لوگوں نے سفارش و پیروی کر دی تو معاویہ نے انکو ازاد کر دیا، لیکن کچھ افراد کے لئے معاویہ نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ اپنے سپاہیوں کے ذریعہ سے ان لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا تاکہ یہ لوگ حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہنے لگیں تب جا کر ازاد کرے گا_

اس مقام پر باقیماندہ افراد دو گروہ میں بٹ گئے، وہ افراد جو حقیقی معنوں میں امام (ع) کے چاہنے والے تھے اور اسلام انکی نظروں میں تھا ان لوگوں نے کہا نہیں

چنانچہ معاویہ کے مامورین نے انکی انکھوں کے سامنے قبر کھودی کفن تیار کیا لیکن حجر اور ان کے بعض ساتھی ٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ، اپنی زندگی کی اخری رات کو عبادت الہی میں گزاری، جی نہیں، بلکہ جو مخلص و مومن ہوتے ہیں وہ صرف اخری لمحات کو عبادت میں نہیں گزارتے بلکہ انکی پوری زندگی یاد خدا میں گذرتی ہے تاکہ جب اپنے محبوب سے ملاقات کریں تو سب سے با فضیلت شمار ہوں۔

صبح سویرے ان لوگوں کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا، حجر نے سپاہیوں سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیدو کہ وضو کر کے نماز پڑھ لوں، اس لئے کہ جب بھی ہم نے وضو کیا ہے ضرور نماز ادا کی ہے سپاہیوں نے نماز کی اجازت دی اپ نے نماز زیادہ طولانی نہیں پڑھی اسکے بعد بارگاہ خداوندی میں دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے کہا، پروردگارا، ہم مسلمانوں کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتے ہیں، اسکے بعد کہا، خدا کی قسم، اگر تم لوگوں نے مجھے اس سرزمین پر قتل کیا تو یاد رکھو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس سرزمین پر تکبیر بھی کہی اور اتے ہی مار ڈالا بھی گیا۔

جب جلاد شمشیر لیکر اگے بڑھا تو حجر بن عدی کا جسم تھوڑا سا کانپنے لگا، ان لوگوں نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے ہیں اب بھی موقع غنیمت ہے اپنے اقا مولی سے بیزاری اختیار کر لو تاکہ جان بچ جائے۔

حجر بن عدی نے کہا، اخر ہم کیوں نہ خوف کھائیں قبر کھودی ہوئی ہے کفن امادہ اور اپنے سامنے تلوار کونپی ہوئی دیکھ رہا ہوں، پھر بھی موت سے نہیں ڈر رہا ہوں بلکہ زبان سے وہ بات نکل نہ جائے جس سے خدا غضبناک ہو جائے۔

حجر اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے

لیکن حجر کے دو ساتھیوں نے سپاہیوں سے کہا کہ ہم لوگوں کو معاویہ کے پاس لے چلو ہم لوگ امیر المومنین (ع) سے بیزاری کرتے ہیں۔

یہ دونوں معاویہ کے یہاں لائے گئے تو معاویہ نے ایک سے مخاطب ہو کر کہا، آیا علی کے دین سے تم بیزار ہو؟

اس نے سکوت اختیار کر لیا تو اسکے رشتہ دار نے معاویہ سے سفارش کر کے اسکو چھوڑ الیا اور حکم دیا کہ انکو شہر موصل جلا وطن کر دیا جائے۔

معاویہ دوسرے شخص سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا، اے برادر ربیعی تم علی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو اور اس سوال سے در گزر کرو کیونکہ تیرے حق میں بہتر ہے، معاویہ نے کہا، خدا کی قسم

ہم تم کو کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے اس مرد کوفی نے للکارتے ہوئے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی (ع) وہ تھے جو عبادت گذار اور انھوں نے حق کی تلقین کی عدالت کو قائم کیا اور لوگوں کی خطائوں کو معاف کیا _

امیر شام معاویہ نے پوچھا ، عثمان کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے _

مرد کوفی نے کہا ، عثمان پہلا شخص تھا جس نے ظلم و ستم کے دریچے کو باز کیا اور راہ حق کو مسدود کیا ،معاویہ نے کہا ، تم نے خود کو موت کے منہ میں ڈالا ہے _

کوفی شیر نے کہا ، جی نہیں ، ہم نے تم کو مار ڈالا ہے

پھر عرض کیا اس مقام پر قبیلہ ربیعہ کا کوئي فرد نہیں ہے جو ہماری مدد کرے ، اس وقت معاویہ نے کہا کہ زیاد بن ربیعہ کے یہاں بھیجدو اور معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ اس شخص کو اذیت و تکلیف کے بعد قتل کرنا ، زیاد پلید نے معاویہ کے دستور کو انکھوں پر لگایا اور اس مرد کوفی کو امیر المومنین کی محبت کے جرم میں زندہ در گور کر دیا گیا [(۲۴)]

ابن عبد البر اپنی مشھور کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں :

جس وقت حجر بن عدی قتل کئے جا رہے تھے تو انکے خاندان کے افراد وہاں موجود تھے انھوں نے وصیت کی کہ جب ہم قتل کر دیئے جائیں تو میری ہتھکڑیوں کو ہاتھ سے نہ اتارنا اور نہ ہی غسل دینا تاکہ اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملاقات کریں اور اسکی محشر میں اسی عالم میں شکایت کریں [(۲۵)]

معاویہ نے جس طرح حجر اور انکے ساتھیوں کو قتل کیا اسی طرح اکثر شیعیان علی (ع) کو خاک و خون میں غلطاں کیا ، کیونکہ ایک طرف ان لوگوں سے اپنے کینہ دیرینہ کو نکالا تو دوسری طرف اپنی حکومت کے ستون کو مضبوط کیا اس لئے کہ ہر گھڑی ممکن تھا کہ جاہلیت کے لئے دوسرا وبال جان کھڑا نہ ہو جائے ، اور شورش و فتنہ کی اگ بھڑک نہ اٹھے ورنہ حکومت کے لئے خطرہ کی گھنٹی بجنے لگے گی ، ہاں _ امیر شام معاویہ نے اپنی حکومت کو ٹھوس کرنے کے سلسلے میں کسی منکرات سے رو گردانی نہیں کی ، معاویہ نے دور جاہلیت کا طور طریقہ اپنا رکھا تھا جب جہالت حکومت کرے اور کوئي

۲۴_ طبری ج ۶ ص ۱۵۵

۲۵_ استیعاب اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۶

قانون نہ رہے تو با عظمت انسانوں کی کوئي قدر و قیمت نہیں رہتی ہے ، اس نے اپنے ابتدائي بیس سالہ خلافت کو حکومت میں تبدیل کیا اور جب حکومت مستحکم ہو گئي تو اسکو موروثی بنا کر اپنے بیٹوں میں سونپنا چاہا جسکی تفصیل ائندہ آئے گي

حکومت خاندانی ہوتی ہے

جب معاویہ کی حکومت قائم ہو گئي اور اسکے ستون استوار ہو گئے اور اسکو کسی چیز کا خطرہ نہیں رہا تو ایک فکر نے جنم لیا ، اور شاید کہا جا سکتا ہے یہ کوئي نئي بات نہیں تھي، بلکہ اسکے باپ ابو سفیان کی وصیتوں میں سے ایک تھی جس کو اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ حکومت اموی کو خاندانی بنانے کی فکر تھی _ اس ہدف تک پہونچنے کے لئے معاویہ نے بہت ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مقصد کے حصول کی خاطر حیلہ و مکاری اور جنایت کا سہارا لیا _

مشہور دانشور ابن عبد ربہ اندلسی لکھتے ہیں :

معاویہ نے مسلسل سات سال تک مکار سیا ستمداروں کو بڑھایا اور دولت و ثروت کے ذریعہ لوگوں کو قریب کیا پھر مکاران وقت پر لطف و مہربانی کر کے انکو اپنے ہاتھوں میں لیا ، تب جا کر اس بات کی کوشش کی کہ لوگوں کو بیعت یزید پر امادہ کرے _

امیر شام معاویہ نے جس طرح اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں تمام فریبانہ الات سے کام لیا تھا اسی طرح یزید کی بیعت کے سلسلے میں ہو بہو انھیں وسائل کو بروئے کار لایا ، یہ وہ وسائل تھے جو معاویہ کی راہ میں کام ارہے تھے ، اور اگر اسکی مکاری و دھوکہ دھڑی مات کھا جاتی تھی تو فورا حربہ کو استعمال کر لیتا تھا حتی مسالمت امیز دشمن کو بھی قتل کرنے سے خوف نہیں کھاتا تھا_

بعض مورخین نے حکومت کو موروثی بنانے کی یوں منظر کشی کی ہے

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ :یزید کی بیعت کے سلسلے میں جس شخص نے سب سے پہلے پیشنہاد کی وہ مغیرہ بن شعبہ ہے جب معاویہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اسکو حکومت کوفہ سے بر خاست کر کے اسکی جگہ سعید بن عاص کو جس کا شمار امویوں میں ہوتا تھا اس شہر کا حاکم منصوب کر دے ، اور اسکی خبر مکار مغیرہ کو ہو گئي تو یہ چند، ساتھیوں کے ساتھ شام آیا ، جب شہر دمشق

میں داخل ہوا تو اپنے ساتھیوں سے کہا ، اگر ہم لوگ اس ملاقات میں اپنی حکومت کو نہ بچا سکے تو یاد رکھو کہ ہمیشہ کے لئے سنہرا موقع ہاتھ سے کھو دینگے ۔

پہلے یزید کے پاس آیا اور اس سے یوں گفتگو کی کہ ، اصحاب رسول (ص) و بزرگ سردار قریش سب کے سب دنیا سے رخت سفر باندھ چکے ہیں اب صرف ان کی اولادیں رہ گئي ہیں ، ان میں سب سے بہتر تم ہو اور سنت رسول اکرم (ص) سے واقفیت بھی رکھتے ہو نیز حکومت چلانے کی صلاحیت بھی تم میں پائي جاتی ہے ؟

مگر مجھے نہیں معلوم کہ امیر المومنین (معاویہ) کو کن مشکلات کا سامنا ہے جو لوگوں سے تمہاری بیعت نہیں لے رہے ہیں ؟

یزید نے کہا ، اگر اس کام کو انجام دیا جائے تو بہتر ہوگا ؟

مغیرہ نے کہا ، جی کیوں نہیں ، ملاقات تمام ہو گئي ، ان تمام باتوں کو یزید نے معاویہ سے بیان کیا ، معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بلایا اور اس سے حالات معلوم کئے مکار مغیرہ نے کہا ، کہ تم تو خود حالات کو جانتے بھی ہو اور اس کا مشاہدہ بھی کئے ہوئے ہو کہ عثمان کے بعد ان تمام خونریزیوں و جنگوں کے ذریعہ تخت حکومت پر آئے اوریزید تیری جانشینی کا حقدار بھی ہے ، لہذا اس میں دیرنہ کرو اور اسکے لئے لوگوں سے بیعت لو ، اگر کوئي مہم درپیش ہوئي تو لوگوں کی پشت پنا ہی سے تمہارا جانشین بن جائے گا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہیں گرے گا ۔

معاویہ نے کہا، اسکی ذمہ داری کو ن قبول کرے گا ۔

مغیرہ نے جواب دیا ، کوفہ کی ذمہ داریوں کو میں سنبھالتا ہوں اور زیاد کو بصرہ کی ذمہ داری سونپ دی جائے ، پھر ان دونوں شہروں کے بعد کسی میں ہمت و جرائت نہیں ہے کہ تمھاری مخالفت کرے ۔

معاویہ نے کہا ، تم کوفہ چلے جائو اور اس سلسلہ میں اپنے دوستوں سے صلاح و مشورہ کرو ، پھر دیکھا جائے گا کہ حالات کس کروٹ لیتے ہیں ۔

مغیرہ بن شعبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا آیا اور عرض کیا ہم نے معاویہ کو اس سرکش مرکب پر سوار کردیا ہے جسکی منزل بہت دور ہے اور امت محمد (ص) کے امور کو اس طرح پارہ پارہ کردیا ہے کہ ہرگز جڑ نہیں سکتا ۔

مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ پہونچتے ہی کچھ دوستداران بنی امیہ کو اپنے فرزند موسی کے ہمراہ شام بھیجا ، اور ان لوگوں میں تین لاکھ درھم تقسیم کئے تاکہ معاویہ کے پاس جا کریزید کی بیعت کے لئے پیشکش کریں ۔

جب معاویہ سے ملاقات کرنے گئے اور اس بات کو اسکے سامنے رکھا تو اس نے جواب دیا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو البتہ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ اپنی رائے کو بھول بیٹھو پھر فرزند مغیرہ کو چپکے سے بلایا اور اس سے کہا ،کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا ہے ، موسی نے کہا ، تین لاکھ درہم میں ۔

معاویہ نے کہا ۔ ان لوگوں نے بہت سستے میں اپنا دین بیچ ڈالا ہے [۲۶]

یزید کی بیعت بصرہ میں

جس زمانے میں مغیرہ بن شعبہ اہل کوفہ کو بیعت یزید پر ابھار رہا تھا تو اس وقت معاویہ نے حاکم بصرہ زیاد بن ربیعہ کو یوں خط لکھا :

مغیرہ اہل کوفہ سے یزید کی بیعت لے رہا ہے جبکہ تم مغیرہ سے ان امور میں زیادہ حقدار ہو کیونکہ یزید تمہارے بھائی کا بیٹا ہے ، لہذا جیسے ہی میرا خط ملے فورا بصرہ والوں سے یزید کی خلافت و ولیعہدی کے سلسلے میں بیعت لو ۔

جب معاویہ کا خط زیاد کو ملا تو اس نے اسکو پڑھنے کے بعد اپنے جگری دوست کو بلایا اور اس سے کہا کہ ہم تمہارے اوپر بھروسہ کرتے ہوئے ایک پیغام تمہارے حوالے کرنا چاہتے ہیں اور اس پیغام کے پہونچانے کا حق تمہیں کو ہے ۔

معاویہ کے یہاں جا کر کہنا کہ تمہارا خط ملا اور اس میں جس چیز کے سلسلہ میں لکھا ہے اگر اسکی طرف لوگوں کو دعوت دوں تو اہل بصرہ کیا کہیں گے جبکہ یزید کتا اور بندر سے کھیلتا ہے ۔ اور ہر روز رنگ برنگ کا فاخرہ لباس زیب تن کرتا ہے اور ہمیشہ شراب میں مست رہتا ہے ، نیز گانے بجانے سے بھی پرہیز نہیں کرتا درانحالیکہ اسکے مقابلے میں حسین بن علی (ع) ، عبد اللہ بن عباس ، عبد اللہ بن زبیر ، اور عبد اللہ بن عمر ، جیسے افراد موجود ہیں ، لہذا ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم اس سے کہو کہ ایک دو سال اپنے رقیبوں کی طرح اخلاق سے اراستہ و مزین ہو اس صورت میں جا کر شاید ، ہم لوگوں کو فریب دینے کی کوشش کریں زیاد کے فرستادہ نے ان باتوں کو معاویہ سے بیان کیا ۔

معاویہ نے کہا ۔ وائے ہو فرزند عبید پر خدا کی قسم میں نے سنا ہے کہ گانے والی عورتوں نے اسکے بارے میں کہا کہ

---

۲۶ ۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵ ، طبری ج ۶ ص ۱۷۰

میرے بعد امیر زیاد ہوگا_

خدا کی قسم_ اسکے نسب کو اسکی ماں سمیہ اور غلام عبید سے بار دیگر جوڑ دونگا [۲۷]

طبری و ابن اثیر نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس داستان کی تفصیل کو یوں بیان کیا ہے_ زیاد کے دوست نے کہا :

تم معاویہ کے حکم کو نظر انداز نہ کرو اور یزید کو اس طرح برا بھلا نہ لکھو ، ہم یزید کے پاس جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ خلیفہ (معاویہ) نے تمہاری بیعت کے سلسلہ میں زیاد سے صلاح و مشورہ لیا ہے ، لیکن زیاد لوگوں کی مخالفت سے ہراساں ہے کیونکہ تمہارے اعمال نا شائستہ کو لوگ دیکھ رہے ہیں لہذا زیاد کی رائے یہ ھیکہ تم ان افعال سے دستبردار ہو جائو تاکہ امکان بیعت اور تمہاری خلافت کی راہ ہموار ہو جائے زیاد نے اپنے جگری دوست کی رائے کو پسند کیا اور اسکو شام بھیجا ، اس نے یزید سے ملاقات کی اور زیاد کی رائے کو بیان کیا ، یزید نے بھی زیاد کے مشورے کو سراہا پھر وقتی طور پر منکرات سے دستبردار ہو گیا_

جب فرستادہ زیاد نے معاویہ کو خط دیا تو اس میں زیاد نے لکھا تھا کہ ابھی اس کام میں جلدی نہ کرو اس نے بھی زیاد کی رائے کو پسند کیا لیکن جب زیاد اس دنیا سے چلا گیا ، تو معاویہ نے بیعت یزید کے لئے اپنی کمر کس لی اور سب سے پہلے اس کام کے لئے عبد اللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درھم بھیجوایا ، جب عمر کے سپوت نے اس بھاری رقم کو قبول کر لیا تو فرستادہ معاویہ نے یزید کی بیعت کرنے کے لئے کہا : عبد اللہ بن عمر نے کہا ، اچھا معاویہ کی یہ خواہش تھی اگر ہم اس قلیل رقم میں یزید کی بیعت کر لیں تو گویا اپنے دین کو بہت سستے میں فروخت کر دیا ہے [۲۸]

شام میں یزید کی بیعت

مشہور عالم ابن اثیر لکھتے ہیں :

"جس گھڑی معاویہ نے خلافت یزید کا مصمم ارادہ کر لیا تو اہل شام کے درمیان یوں خطبہ دیا_ اے لوگو_ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور موت تعاقب کر رہی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص کی تم لوگوں سے بیعت لے لوں ، مگر شرط یہ ہے

۲۷_ استیعاب ابن کثیر

۲۸_ مسند احمد ج۴ ص ۹۲

کہ تم لوگ بھی ہماری طرح اسی جگہ پر اپنی رائے کو پیش کرو تاکہ بغیر رائے کے اس کام کو انجام نہ دیا جائے، حاضرین نے متفق الرائے ہو کر کہا کہ ہم لوگ عبد الرحمن بن خالد کی حکومت و خلافت سے راضی ہیں۔

اس رائے نے معاویہ کو چکرا دیا کیونکہ اس نے سوچا تھا کہ لوگ ضرور یزید کو اس کام کے لئے منتخب کریں گے، اس نے اپنی موجودگی میں دیکھ لیا کہ لوگوں نے یزید کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔

معاویہ اس پر اگ بگولا تو ہو گیا تھا لیکن لوگوں پر اظہار نہیں کیا، کیونکہ اہل شام چالیس سال سے اس کی حکومت و سلطنت کے سائے میں زندگی گزار رہے تھے اور ہمیشہ خطرناک موقع پر اس کا ساتھ بھی دیئے تھے اسی بنا پر اپنے غصے کو پی گیا۔

اب صرف فکر یہ تھی کہ اس کانٹے کو کیسے صاف کیا جائے، جب عبد الرحمن بن خالد مریض ہوا تو معاویہ نے اپنے یہودی طبیب کو اس کی عیادت و علاج کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ طبیب .... معاویہ کا رازدار بھی سمجھا جاتا تھا لہذا معاویہ نے اسکو حکم دیا تھا کہ کسی حیلہ و بہانہ کے ذریعہ سے عبد الرحمن کو زہر دیدے۔

ضمیر فروش طبیب نے حکم معاویہ کے مطابق عبد الرحمن بن خالد کو مسموم کر دیا زہر اتنا خطرناک تھا کہ عبد الرحمن کا شکم چاک ہو گیا اور اس طرح دنیا سے چلا گیا (۲۹)

طبری و ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

معاویہ نے اپنے عیسائی طبیب جس کا نام ابن اثال تھا اسکو حکم دیا کہ جسطرح بھی ممکن ہو عبد الرحمن کو قتل کر دے، اور اسکے بدلے میں تمام عمر کا ٹیکس معاف ہو جائے گا نیز شہر حمص کا ٹیکس وصول کرے گا، اس جنایت کار طبیب نے عبد الرحمن کو زہر دیکر معاویہ کی دلی مراد پوری کر دی۔

معاویہ نے اس خدمت کے عوض میں اپنا وعدہ، وفا کیا (۳۰)

ابن عبد البر مزید لکھتے ہیں کہ، عبد الرحمن کی موت کے بعد اسکا بھائی جو دوسری جگہ رہتا تھا خفیہ طور پر دمشق آیا اور اپنے

۲۹۔ صحیح بخاری ج۳ ص ۱۲۶

۳۰۔ ابن اثیر ج۳ ص ۱۹۹، اغانی ج ۱۶ ص ۹۱، مستدرک ج۴ ص ۴۸۱، ابن کثیر ج۸ ص۸۹، تہذیب ابن عساکر ج۴ ص ۲۲۶

غلام کے ساتھ یہودی طبیب کے کمین میں بیٹھ گیا _
جب طبیب شب کے سناٹے میں معاویہ کے یہاں سے جانے لگا تو اس پر حملہ کر دیا جو اسکے ساتھی تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے لہذا اسکو وہیں پر مار ڈالا _

ابن عبد البراس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ یہ واقعہ دانشوروں کے درمیان بہت مشہور و معروف ہے _

یزید کی بیعت مدینہ میں

کتاب امامہ والسیاسۃ میں ابن قتیبہ نے یوں لکھا ہے :

" معاویہ نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کو خط میں لکھا کہ اہل مدینہ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو ، یہ بات مروان پر گراں گذری تو تھی ہي، دوسری طرف مدینہ کے سردار قریش کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتے تھے ، لہذا مروان نے معاویہ کے پاس ایک خط روانہ کیا اور اس میں یہ لکھا کہ تمہارے رشتہ دار یزید کی بیعت سے کترا رہے ہیں لہذا تم اپنی رائے کو میرے پاس لکھ کر بھیجو _

معاویہ مروان کے منفی جواب سے بہت غضبناک ہوا اور اسکو حاکم مدینہ کے عہدہ سے معزول کر دیا _ اور اسکی جگہ حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بنا ڈالا _

مروان بنی امیہ کے چند افراد کے ساتھ شام آیا اور غصے کے عالم میں معاویہ سے ملاقات کی اور خوب معاویہ کو برا بھلا کہا ، لیکن سیاستمدار معاویہ نے نہایت ٹھنڈے اور نرم لہجے میں مروان سے گفتگو کی اور اس کی تنخواہ مزید بڑھا کے راضی کیا اور واپس مدینہ بھیجدیا [۳۱] _

معاویہ نے اس واقعے کے بعد ،یزید کو بطور ولیعہد بنانے کی نئي چال چلی کہ ، تمام سرداران بنی امیہ کے درمیان پھوٹ ڈالدیا ، ایک خط حاکم مدینہ سعید بن عاص کو بھیجا اور اس میں دستور دیا کہ مروان کے گھر کو مسمار کر دیا جائے اور تمام

۳۱_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۶ ، اصابہ ج ۲ ص ۴۰۰

اموال منجملہ باغ فدک بھی لے لیا جائے_

ابن اثیر لکھتا ہے:

امیر شام معاویہ نے ۴۵ھ میں سعید بن عاص کو حکومت مدینہ سے برخاست کر کے بار دیگر مروان بن حکم کو حاکم مدینہ بنا دیا، سعید بن عاص کو حاکم مدینہ کے عہدے سے معزول کرنے کی علت یہ تھی کہ معاویہ نے اس کو خط لکھا تھا، کہ مروان کے گھر کو منہدم کر دے اور اسکی تمام جائیداد حتی فدک کو بھی چھین لے، لیکن سعید بن عاص نے معاویہ کے حکم سے سرپیچی کی، دوسری بار لکھا پھر بھی سعید نے نہیں سنا، اور ان دونوں خطوط کو اپنے پاس محفوظ کر لیا، جب حکومت مدینہ سے معزول ہو گیا اور اسکی جگہ مروان حاکم بن گیا تو معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ سعید بن عاص کے گھر مسمار کر دے اور تمام جائیداد کو چھین لے_

مروان اپنے چند ساتھیوں سمیت سعید کے گھر کو ڈھانے کے لئے چل دیا_ سعید اپنے گھر سے نکلا اور مروان سے پوچھا اے فرزند عبد الملک_ تم ہمارے گھر کو ڈھانے کے لئے آئے ہو؟

مروان نے کہا_ جی ہاں_ امیر المومنین معاویہ نے ایسا ایسا خط لکھا ہے اور اس میں اس طرح کا حکم دیا ہے اگر وہ تم کو اس طرح کا حکم دیتا تو تم بھی ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا_ ہم نے تو ایسا نہیں کیا؟

مروان نے کہا_ جی نہیں_ خدا کی قسم اگر تمہیں معاویہ اس کام کو انجام دینے کے لئے لکھتا تو تم ضرور اس کام کو انجام دیتے؟

سعید نے کہا، ہم ہرگز ایسا نہیں کرتے، پھر معاویہ کے ان دونوں خطوں کو اسے دکھلایا اور کہا_ معاویہ چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان اختلاف کی دیوار کھڑی کر دے_

جب مروان نے سعید کے سلوک کو اس طرح پایا تو کہا، خدا کی قسم تم ہم سے بہتر ہو؟

اس واقعے کے بعد سعید بن عاص نے ایک خط معاویہ کو یوں لکھا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو، تم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہمارے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بغض و کینہ کی دیوار کھڑی کر کے دشمن بنا دو_ امیر المومنین (معاویہ) تم نے ان تمام بردباری و صبر کے باوجود غصہ و عجلت سے کام لیا ہے

۔ بجائے عفو و بخشش کے اپنے رشتہ داروں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کینے کو ہمارے فرزند میراث میں بانٹ لیں ۔ ٹھیک ہے ہم ایک خلیفہ زادے نہیں ہیں اور نہ کوئی قریبی رشتہ داری ہے البتہ ہم نے قصاص خون عثمان میں تمھاری نصرت کی ہے لہذا بہتر تھا کہ تم ہمارے ان حقوق کی رعایت کرتے جو تمھاری گردن پر تھے ۔

امیر شام معاویہ کا جب یہ نقشہ ناکام ہو گیا تو بہت شرمندہ و پشیمان ہوا لہذا دکھانے کے لئے ایک خط سعید کے پاس لکھا اور اس سے معافی مانگی [۳۲]

یزید کی بیعت بلیدان چاہتی ہے

معاویہ یزید کو اپنا جانشین بنانے کے سلسلے میں بہت پریشان ہو رہا تھا اسکو اس راہ میں روکاوٹیں پیش ارہی تھیں جن کا حل بہت مشکل تھا ، لہذا ان موانع دور کرنے کی فکر میں لگ گیا ایک طرف اس وقت امام و پیشواء سبط رسول (ص) حضرت امام حسن (ع) تھے ، دوسری طرف عمر بن خطاب کی چھ رکنی کمیٹی کا ایک ممبر اور بڑا سردار سعد بن ابی وقاص موجود تھا جسکو بعض لوگ اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

مشہور مورخ ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں :

معاویہ اپنے فرزند (یزید) کی بیعت کا بہت خواہاں تھا ، لیکن اس راہ میں سب سے بڑی اڑچن حضرت امام مجتبی (ع) اور سعد بن ابی وقاص تھے ، اس نے ان دونوں کو ہٹانے کے لئے خفیہ طور پر ان لوگوں کو زہر دلوایا اور یہ دونوں زہر کی بناء پر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے [۳۳] امام حسن (ع) اور سعد بن ابی وقاص جو معاویہ کے ہدف میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے اسکی علت یہ تھی کہ سعد بن ابی وقاص عمر کی اس چھ رکنی کمیٹی کا اخری ایک ممبر تھا ، جو خلیفہ کے تعین کے لئے وجود میں ائی تھی ، اسکے بعد ان لوگوں کا دماغ اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ گویا خلافت و حکومت کے چلانے کی تمام صلاحتیں انھیں لوگوں میں منحصر تھیں ۔

۳۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳

۳۳۔ طبری ج ۵ ص ۱۱

لیکن امام حسن (ع) جو اپنی گذشتہ فضیلت و عظمت کے خاص مالک تھے انھوں نے معاویہ سے صلح کرتے وقت شرط رکھی تھی کہ امیر شام معاویہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کر سکتا ہے اور اسکو حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو اپنا ولیعہد بنائے [۳۴]
مورخین نے سعد بن ابی وقاص کے مارے جانے کی وضاحت نہیں کی ہے ، بس اتنا لکھا کہ انکو معاویہ نے زہر دلوایا ہے_ لیکن سبط رسول (ص) امام حسن (ع) کی شہادت کے سلسلے میں چند دلیلیں پائي جاتی ہیں ، جو اس سانحے کی کسی حد تک وضاحت کرتی ہے_

مسعودی لکھتا ہے :

" امیر شام " معاویہ نے خفیہ طور پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی کے پاس زہر بھیجا تاکہ امام (ع) کو مسموم کردے اور ساتھ میں کچھ پیغامات بھی ارسال کئے کہ اگر تم نے امام حسن (ع) کو زہر دیدیا تو ایک لاکھ درہم ،مزید اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شادی کردوں گا ، یہی وہ دو باتیں تھیں جو جعدہ بنت اشعث کے لئے باعث ذلت بنیں اور اس نے اس کام کو انجام دیا ،جب امام علیہ السلام کو زہر دیدیا تو معاویہ نے بعض وعدے پورے کئے جس میں ایک لاکھ درہم شامل تھا ، اور جعدہ کے پاس پیغام بھجوایا کہ ہم یزید کی زندگی چاہتے ہیں_

لہذا دوسرا وعدہ جو تم سے شادی کرنے کا تھا اس سے معذور ہیں_ یعنی تم نے جس طرح اپنے شوہر کو وعدہ پر مسموم کردیا ہے ممکن ہے اسی طرح میرے بیٹے کو بھی زہر دیدو_ لہذا انھیں اسباب کی بناء پر ہم اپنے وعدے کو پورا نہیں کر سکتے ہیں [۳۵] معاویہ کی جنایتکار سیاست نے حضرت مجتبی (ع) اور سعد بن ابی وقاص کو درمیان سے صاف کردیا تاکہ خلافت یزید کی راہ ہموار ہو جائے اور جس طرح عبد الرحمن بن خالد کو نابود کیا تھا اسی طرح ان دونوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا ، ہم سمجھتے ہیں کہ عبد الرحمن بن خالد اسی راہ میں مارے گئے ہیں جسکی تفصیل ائندہ بیان ہوگی_

۳۴_ اسد الغابہ ج۳ ص ۲۸۴ ، طبقات ابن سعد ج۵ ص ۱ ، صحیح بخاری ج۳ ص ۱۱

۳۵_ بلاغات النساء ص ۸ ،تذکرة الخواص

یزید کی تاج پوشي

معاویہ نے بڑی جدو جہد کر کے مملکت کے گوشہ و کنار سے سرداروں اور بزرگان قبائل نیز با رسوخ افراد کو دمشق بلوایا اور یزید کی زبردستی بیعت لی ۔

مخالفین کو ڈرا دھمکا کر، تو کبھی منھ مانگی رقم دیکر، تو کبھی ریاست کی لالچ دیکر لوگوں کو بیعت یزید پر راضی کیا ، چند سال تک ایسا ہی ہوتا رہا ۔

مملکت اسلامی کے اکثر اہم علاقے امویوں کے اشارے پر چلنے لگے لیکن اس وقت دو اہم شہر مکہ و مدینہ کے لوگ اس اشارے پر نہیں چل رہے تھے اور یزید کی بیعت تسلیم نہیں کر رہے تھے ۔

امیر شام معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حجاز کا سفر کیا تاکہ ان لوگوں سے یزید کی بیعت لے ، اہل مکہ و مدینہ نے یزید کی بیعت اس لئے نہیں کی کہ یہ لوگ اسلام سے اچھی طرح واقف تھے دوسری طرف حسین بن علی (ع) ، عبد اللہ بن زبیر ، عبد اللہ بن عمر ، اور عبد الرحمن بن ابو بکر جیسے با رسوخ افراد اس شہر میں موجود تھے ۔

ابن اثیر لکھتا ہیں :

" معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے لوگوں کو منھ مانگی رقم دیکر راضی کیا اور مخالفین سے خاطر و مدارات کر کے یزید کی بیعت کروائي ، وہ اپنی سیاست میں یوں کا میاب رہا کہ لوگوں نے اپنے سرداروں پر بھروسہ کر کے یزید کی بیعت کر لی ۔

جب اہل شام و عراق نے یزید کی بیعت تسلیم کر لیا تو معاویہ نے ہزاروں سواروں کے ساتھ حجاز کا سفر کیا ، مدینہ میں سب سے پہلے حضرت امام حسین (ع) سے ملاقات ہوئي ۔

ابن اثیر مزید لکھتا ہے :

حضرت امام حسین (ع) کے علاوہ تین دوسرے افراد جو روساء شہر تھے انکی معاویہ سے تلخ کلامی ہوئي تو ان لوگوں نے اسکو منھ توڑ جواب دیا ۔

اس کے بعد ابن اثیر لکھتا ہے کہ ، معاویہ نے ان چاروں افراد سے مدینہ میں بیعت نہیں لی جب عائشہ سے ملنے گیا تو

انکو اس مڈبھیڑ کی خبر معلوم ہو گئی تھی ، لہذا ام المومنین عائشہ نے معاویہ سے کہا :

یہ لوگ کسی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کرینگے ، معاویہ نے ان لوگوں کی شکایت عائشہ سے کی تو انھوں نے اسکو خوب سمجھایا بجھایا ؟

ابن اثیر نے معاویہ کے سفر مکہ کی داستان یوں نقل کیا ہے :

معاویہ جب مکہ انے والا تھا تو اہل مکہ کے ساتھ وہ چاروں افراد بھی استقبال کرنے کے لئے گئے معاویہ ان لوگوں سے کافی مہربانی سے پیش آیا اور ان لوگوں سے بار دیگر بیعت کا مطالبہ کیا عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، ہم تم کو تین پیشنھاد کرتے ہیں ان میں سے ایک قبول کر لو_

۱_ جس طرح رسول اکرم (ص) نے اپنا جانشین نہیں بنایا اسی طرح تم بھی مت بنائو_

۲_ جس طرح ابو بکر نے قریش کے ایک فرد کو خلافت کے لئے چن لیا اور اپنے خاندان کے کسی فرد کو خلیفہ نہیں بنایا _

۳_ عمر بن خطاب کی طرح کرو کہ انھوں نے خلافت کی کمیٹی تشکیل دیدی تھی لیکن اس میں اپنے فرزند کو نہیں رکھا تھا ، معاویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ اسکے علاوہ کوئی اور پیشکش نہیں ہے _

زبیر نے جواب دیا ، نہیں_

معاویہ نے کہا ، ہم تم کو با خبر کر رہے ہیں کہ اگر تم نے کسی دوسرے کو اس رائے سے اگاہ کیا تو یاد رکھو کہ ہم تم کو معذور کردیں گے_

ابھی تقریر کرنے جا رہا ہوں خدا کی قسم _ اگر تم میں سے کسی نے ہم پر اعتراض کیا تو قبل اسکے کہ تمھارا کلام ختم ہو سر تن سے جدا ہو جائے گا ، لہذا بہتر یہی ہے کہ تم لوگ اپنی اپنی حفاظت کرو ، پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک ادمی پر دو شمشیر باز مسلط رہیں کہ اگر ایک حرف بھی اعتراض کا زبان سے نکلے فورا قتل کر دیا جائے _

ان لوگوں کو اسی حالت میں مسجد الحرام لایا گیا ، معاویہ منبر پر گیا حمد الہی کے بعد اپنی تقریر شروع کی ، ابتدائے تقریر میں یوں کہا کہ ، یہ لوگ سردار و بزرگان اسلام نیز باعظمت افراد ہیں کسی بھی وقت انکی رائے کے خلاف کام انجام دینا نہیں چاہیئے ، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی ہے ، اب تم لوگ خدا کے نام پر کھڑے ہو جاو اوریزید کی بیعت کرو ، یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے مجمع ٹوٹ پڑا اوریزید کی بیعت ہوگی _

بیعت جیسے ہی تمام ہوئي فورا حکم دیا کہ سواریوں کو امادہ کرو پھر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل دیا ، اہل مدینہ سے بھی مکہ والوں کی طرح بیعت لی پھر شام پلٹ گیا _

مگر حضرت امام حسین (ع) اور انکے دوسرے ساتھیوں کی جھوٹی بیعت کا راز فاش ہو گیا ، لوگوں نے جب ان لوگوں سے سوال کیا کہ تم لوگوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہرگز بیعت نہیں کریں گے پھر کیوں بڑی سادگی کے ساتھ یزید کی بیعت کرلي_

ان لوگوں نے معاویہ کی مکارانہ چال کو بیان کیا اور ان لوگوں کو جو جان لینے کی دھمکی دی تھی اسکو بیان کیا [۳۶]

ہم نے معاویہ کی زندگی میں انے والے حوادث کا بہت غور سے جائزہ لیا تو ہم اس نتیجہ تک پہونچے کہ معاویہ کے دور میں جھوٹی حدیثوں کے گڑھنے کی وجہ کو سمجھنے کے لئے اسکے علاوہ کوئي چارہ نہیں ہے کہ

۱_ معاویہ کی پیچیدہ شخصیت کو پھر سے جانچا جائے

۲_ معاویہ کی ام المومنین عائشہ سے دانٹ کاٹی دوستی کن وجوہات کی بناء پر ہوئي ، یہ وہ مباحث ہیں جو ہم ائندہ پیش کریں گے _

۳۶_ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱۸ ، عقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱

فصل چہارم

عائشہ اور امویوں میں دوستی کے اسباب

اپ نے پہلے دیکھا کہ معاویہ نے حضرت علی (ع) سے دشمنی و عناد رکھنے کی وجہ سے کتنا ان سے ٹکر لیا اور انکی حکومت کے زمانے میں کس قدر جنگ اور مقابلہ کیا _

لیکن جب حضرت امیر المومنین (ع) (علی (ع)) نے مسجد کوفہ میں جام شہادت نوش فرمالیا تو اپنی مقاومت کو جنگ سرد میں تبدیل کر کے ایک لمحہ بھی امام علیہ السلام کو برا بھلا کہنے سے باز نہ آیا _

نیز اپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ عائشہ نے امیر المومنین (ع) سے کتنی بھیانک جنگ لڑی ، اور جب امام (ع) ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور اسکی خبر عائشہ کو معلوم ہوئي تو خوشی کے مارے سجدہء شکر ادا کیا [۳۷] پھر اس شعر کو پڑھا کہ جس کا ترجمہ یہ ہے_

علی (ع) گزر گئے اور اب انکی واپسی نہیں ہوگی مجھے انکی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئي مسافر اپنا عزیزتر رشتہ دار گھر واپس انے سے خوش ہوتا ہے_ہاں_ علی (ع) کی موت سے میری انکھیں ٹھنڈی ہو گئیں_

فالقت عصا ھا و استقر بھا النوی کما قر عینا بالایاب المسافر

خاندان علوی (ع) سے عائشہ کی عداوت اتش اتنی بھڑکی ہوئي تھی کہ حتی شوہر کے نواسے سے پردہ کر لیا اور ان سے ملاقات نہیں کی [۳۸]

جو کچھ یعقوبی اور ابو الفرج اصفہانی نے اس زمانے کے واقعات بیان کئے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عائشہ کی دشمنی خاندان علوي(ع) سے اسی طرح باقی رہی اور اس میں ذرا برابر کمی نہیں ائي یہی وجہ تھی جو عائشہ اور بنی امیہ کے درمیان بطور عموم اور خاص طور پر معاویہ سے گٹھ بندھن رہا _

۳۷_ طبری ج۶ ص ۱۶۰ _ ۱۵۵

۳۸_ طبقات الکبری ج۸ ص ۷۳

یعقوبی لکھتے ہیں:

امام حسن (ع) نے وقت احتضار اپنے بھائي امام حسین (ع) سے کچھ وصیتیں کیں، ان میں ایک یہ تھی کہ اگر میں اس دنیا سے چلا جائوں تو مجھے جدّ بزرگوار رسول اکرم (ص) کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ مجھ سے زیادہ کوئي حقدار نہیں ہے، لیکن اگر کوئي ممانعت پیش آئے اور میری اخری ارزوپوری نہ ہو سکے تو اس وقت حتی الامکان کوشش کرنا کہ ایک قطرہ خون زمین پر نہ گرنے پائے، جب امام علیہ السلام کی شہادت ہوگئي اور تجہیز و تکفین کے بعد اہل خاندان جسد مبارک کو لیکر قبر رسول (ص) کی طرف جانے لگے تو بقول مقاتل الطالبین ام المومنین عائشہ خچر پر سوار ہوئیں اور انکے ساتھ بنی امیہ جنھوں نے اپنے گناہ کو انکے کاندھے پر ڈالدیا تھا جسد مبارک اور جو لوگ جنازہ میں شریک تھے انکو قبر رسول (ص) کی جانب جانے سے روک دیا اس فعل نا شائستہ پر ایک مشہور شعر کہا گیا۔

ایک دن خچر پر تو ایک روز اونٹ پر سوار ہوئیں، فیوماَ علی بغل و یوماَ علی جمل [۳۹]۔

یعقوبی لکھتا ہے:

مروان بن حکم اور سعید بن عاص سوار ہوئے اور فرزند رسول (ص) کے جنازہ کو جد بزرگوار کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کیا، عائشہ خچر پر سوار ہو کر مجمع عام میں ائیں اور واویلا مچانا شروع کردیا کہ یہ گھر میرا ہے اور اس میں کسی کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

ابو بکر کا پوتا قاسم نے جواب دیا، اے پھوپھی۔ ہمارے سر ابھی تک جنگ جمل کے خون سے صاف نہیں ہوئے ہیں آیا اپ چاہتی ہیں کہ انے والا دن خچر کا دن کہلائے۔

لیکن لشکر علوی (ع) بھی خاموش نہیں بیٹھا بلکہ بعض لوگ حضرت امام حسین (ع) کے پاس گئے اور عرض کیا اقا ہم لوگوں کو ال مروان سے نپٹنے کے لئے جانے دیجئے خدا کی قسم۔ یہ لوگ ہماری نظروں میں ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے بھائي نے وصیت کی ہے کہ میرے جنازے کی خاطر ایک قطرہ بھی خون کا نہ بہانا، اسکے بعد امام حسن (ع) کا جنازہ قبرستان بقیع لیجایا گیا اور دادی فاطمہ بنت اسد جو حضرت امیر المومنین (ع) (علی (ع)) کی ماں تھیں

۳۹۔ مقاتل الطالبین ص ۷۵، یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۰

کے پہلو میں دفن کیا گیا [۴۰]

ام المومنین عائشہ کی یہ تمام کارکردگی اہلبیت (ع) سے کینہ و دشمنی کی علامت تھی یہی وجہ تھی جو عائشہ اور بنی امیہ خاص طور سے معاویہ کے درمیان دانت کاٹی دوستی کی باعث بنی۔ معاویہ اور اس کے حکمرانوں نے خوب تعظیم و تکریم کی اور اپ (عائشہ) کو ہدیہ و تحفے بھیج کر مالی تعاون کیا۔

معاویہ کے تحفے

جس گھڑی محقق، معتبر تاریخ کے متون کو بغور دیکھتا ہے تو عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان گہری دوستی کی شگفت امیز علامت پاتا ہے۔

جبکہ یہ دونوں گروہ پہلے اپس میں ایک دوسرے کے بہت مخالف تھے، اور قتل عثمان کے مسئلہ میں ایک دوسرے سے نوک جھونک بھی ہوئی تھی، لیکن مصلحت وقت نے ایک دوسرے کو کافی نزدیک کر دیا تھا اور وہ ایک لشکر کی شکل میں ہو گئے تھے۔

حکومت اموی کی مراعات مالی نے عائشہ سے زیادہ قریب کر دیا اور متعدد بار اموال کثیر نیز قیمتی تحفے معاویہ کی طرف سے اور دوسرے روساء حکومت اموی نے انکی خدمت میں بھیجے، ہم نے ان تمام دلیلوں کو معتبر تاریخ سے جمع کیا ہے اور اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے اپکی خدمت میں چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ اولیاء میں عبد الرحمن بن قاسم سے نقل کرتے ہیں

ایک مرتبہ معاویہ نے عائشہ کی خدمت میں مختلف تحفے بھیجے جن میں لباس و پیسے نیز قیمتی چیزیں بھی تھیں [۴۱]

یہی ابو نعیم اصفہانی عروہ بن زبیر سے نقل کرتا ہے۔

معاویہ نے دوسری مرتبہ ایک لاکھ درہم نقد عائشہ کے پاس بھیجا [۴۲]

۴۰۔ یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۰ کے بعد

۴۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۸

۴۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۷

اٹھویں صدی کا مشہور مورخ ابن کثیر عطاء سے روایت کرتا ہے۔

معاویہ نے مکہ سے عائشہ کے پاس ایک قیمتی ہار بطور ہدیہ بھیجا جسکی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور اس تحفہ کو ام المومنین عائشہ نے قبول کیا (۴۳)

طبقات الکبری میں یوں آیا ہے کہ ، منکدر بن عبد اللہ ام المومنین عائشہ کے یہاں گیا تھوڑی دیر گفتگو کے بعد عائشہ نے پوچھا ، آیا فرزند رکھتے ہو ؟

منکدر بن عبد اللہ نے جواب دیا کہ ، نہیں۔

عائشہ نے کہا۔ اگر ہم اس وقت دس ہزار درہم کے مالک ہوتے تو تمھیں دے دیتی تاکہ اس سے کنیز خرید لیتے اور اس سے صاحب اولاد ہوتے ، یہ ملاقات تمام ہو گئی اتفاق سے اسی روز غروب کے وقت معاویہ کی طرف سے کافی مقدار میں رقم اگئی۔

عائشہ نے کہا۔ کتنی جلدی اپنی مراد تک پہونچ گئی

پھر ہمیں اپنے یہاں بلایا اور دس ہزار درہم دیئے میں نے اس رقم سے ایک کنیز خرید لی (۴۴)

ایک دوسرا واقعہ ابن کثیر سعد بن عزیز سے نقل کرتے ہیں :

معاویہ نے ایک بار عائشہ کا اٹھارہ ہزار دینار قرض چکایا جو انھوں نے لوگوں سے لے رکھا تھا (۴۵)

اپ حضرات نے یہاں تک معاویہ کی عائشہ کی نسبت مراعات مالی کا نمونہ ملاحظہ فرمایا۔ یہ صرف معاویہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اموی روساء بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور کبھی کبھار انکی خدمت میں تحائف بھیجتے رہتے تھے ، جن میں ایک حاکم بصرہ عبد اللہ بن عامر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ عائشہ کے پاس پیسے اور لباس کی شکل میں تحفے بھیجے۔ (۴۶)

صدیاں گذرنے کے بعد جب مورخین نے حکومت اموی کی طرف سے عائشہ کی مالی مدد کا اس مقدار میں تذکرہ کیا ہے تو یقینا اسکی مقدار اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی اور حکومت جو عائشہ کا احترام کرتی تھی وہ صرف دنیا وی مصالح اور

۴۳۔ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۷ ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۱

۴۴۔ طبقات الکبری ج ۵ ص ۱۸

۴۵۔ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۶

۴۶۔ مسند احمد ج ۶ ص ۷۷

مفادپرستی کیوجہ سے تھا اور وہ بھی جو کچھ احترام کرتی تھیں وہ اپنے مفاد کی خاطر تھا_
ان مفادپرستی کیوجہ سے اسلام و مسلمین کو جو نقصانات پہونچے ہیں انھیں ائندہ بیان کروں گا_
***

اموی حکومت میں، عائشہ کا رسوخ

قارئین کرام جو کچھ ہم نے عائشہ کی زندگی اور انکی سیاسی و اجتماعی کارنامے کو بیان کیا ہے اگر اپ حضرات اس پر غور کریں گے تو ان کی سیاسی سوجھ بوجھ پہچاننے میں کوئي دشواری نہیں ہوگی عائشہ سیاست اور معاشراتی نفوذ کے لحاظ سے ان صفات کی حامل تھیں جو ایک سیاستدان کے لئے بہت ضروری ہے وہ اپنے زمانے میں سب پر حاوی تھیں_ اس بات کو ہم بعد کے صفحات میں بھی مختلف طریقوں سے پیش کرینگے_

ان کی پہلی خاصیت یہ تھی کہ انکی بات سب کے دل میں اتر جاتی تھي

صاحب طبقات کبری لکھتے ہیں_مرہ بن ابی عثمان جو عبد الرحمن بن ابو بکر کا ازاد کردہ تھا، ایک روز عبد الرحمن کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ ایک خط زیاد کو لکھدیں تاکہ حاجت پوری ہو جائے_

عبد الرحمن نے خط یوں لکھا کہ زیاد کو بجائے ابو سفیان کا بیٹا قرار دینے کہ اسکو عبید کا فرزند لکھ دیا_ جب مروہ بن عثمان نے خط کو دیکھا تو عبد الرحمن سے کہا کہ ہم اس خط کو زیاد کے پاس لے کر نہیں جائیں گے کیونکہ ہماری حاجت اس خط سےپوری نہیں ہو سکتی پھر وہ عائشہ کے پاس آیا اور ان سے وہی درخواست کی_ ام المومنین عائشہ نے اس طرح زیاد کو خط لکھا_

یہ خط ام المومنین عائشہ کی طرف سے ہے زیاد بن ابو سفیان_ مرہ خط لیکر زیاد کے یہاں گیا، اس نے خط پڑھنے کے بعد کہا، تم ابھی چلے جائو اور کل صبح سویرے میرے پاس انا تو ہم تمہاری حاجت کوپورا کردینگے_

مرہ بن ابی عثمان دوسرے روز زیاد کے یہاں گیا تو کیا دیکھا کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد ہے زیاد نے اپنے غلام سے خط پڑھنے کو کہا، اس نے عائشہ کے خط کو پڑھا یہ خط ہے ام المومنین کی طرف سے زیاد بن ابو سفیان کو_ خط کے تمام

ہونے کے بعد زیاد نے مرہ بن عثمان کی حاجت پوری کر دیا [۴۷]

یاقوت حموی اسی داستان کو (نہر مرّہ) کے مادہ میں اپنی جغرافیائی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں۔

زیاد عائشہ کے خط سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے مرہ کا خوب اکرام کیا اور خط تمام ہونے کے بعد اس نے لوگوں سے کہا: یہ خط ام المومنین عائشہ نے میرے نام لکھا ہے، پھر حکم دیا کہ مرّہ بن عثمان کو سو (۱۰۰) ایکڑ زمین نہر ابلہ کے کنارے دیدیا جائے اور اس میں زمین کی ابیاری کرنے کے لئے ایک کنواں کھودا جائے، یہی وہ نہر ہے جو (مرّہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس واقعہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ زیاد نے نوشتہ عائشہ اور رسوخ کلام سے اپنا فائدہ اٹھایا، کیونکہ ام المومنین نے اسکو ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کیا، اور اپنے خط میں اسی عنوان سے مخاطب کیا، یہی وجہ تھی کہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ انکے خط کو مجمع عام میں پڑھا جائے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس بات کو جان لیں کہ دور حاضر کی بزرگ شخصیت عائشہ بھی اسکے نسب اعلی کو پہچانتی ہیں، اور سابق رئیس قریش ابو سفیان کا بیٹا اور خلیفہ وقت کا بھائی جانتی ہیں۔

عائشہ نے دیگر مواقع پر بھی زیاد کو خط لکھا اور اس میں لوگوں کی رعایت مالی کا خیال رکھنے کی تاکید کی جسکے جواب میں زیاد نے خط بھیجا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اپنے ماں باپ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں [۴۸]۔

عائشہ اور معاویہ کا ایک دوسرے پر چوٹ

عداوت علی میں اگرچہ عائشہ کی معاویہ سے ایک دانت کاٹی دوستی ہوگئی تھی۔ لیکن بعد میں ایسے اسباب پیدا ہو گئے جنکی وجہ سے ان دونوں میں دوری ہوگئی۔ اور رفتہ رفتہ ایک جنگ سرد میں تبدیل ہوگئی تھی۔

معاویہ نے شب و روز کی تگ و دو کے بعد زمام حکومت کو ہاتھ میں لے لیا مگر وہ اس پر بھی خوش نہیں تھا بلکہ اسکی خواہش یہ تھی کہ اپنی حکومت و سلطنت کو موروثی بنا ڈالے یہ مسئلہ اسوقت اور بھیانک ہوگیا جب اسکے قدیم دوست جو مختلف گروہوں میں بٹے تھے حکومت کو خاندانی بنانے میں کسی طرح راضی نہیں ہوئے لہذا معاویہ نے اپنے بھیانک

۴۷_ طبقات ج ۷ ص ۹۹

۴۸_ عقد الفرید ج ۴ ص ۲۱۷

چہرے کو ظاہر کر دیا_

ام المومنین عائشہ ان حالات میں معاویہ کے مخالف گروہ سے جا ملیں اور معاویہ سے اپنی دوستی توڑ ڈالی_

عائشہ اور معاویہ کے درمیان پہلا اختلاف اس بات پر ہوا کہ اس نے شیر کوفہ محب علی حجر بن عدی کو قتل کر دیا_

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں :

عائشہ نے اپنا نمائندہ عبد الرحمن بن حرث کو شام بھیجا تاکہ معاویہ سے حجر اور ان کے ساتھیوں کے لئے سفارش کرے مگر عبد الرحمن اسوقت دمشق پہونچا کہ معاویہ نے ان لوگوں کو شہید کرڈالا تھا_ فرستادہ عائشہ مایوس و نا امید ہو کر واپس چلا آیا اور اس نے پوری داستان بیان کی، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ،اگر ہم کو اس کا خوف لاحق نہ ہوتا کہ ہم ہی ہر بار اوضاع کو خراب کرتے ہیں تو اسکو بتا دیتی اور یہ نا گوار حادثہ پیش نہ اتا ، لیکن اس بار میں اس کو نہیں چھوڑں گی اور حجر کا انتقام ضرور لونگی ، خدا کی قسم ، حجر مومن اور مجاہد فی سبیل اللہ تھا (۴۹)

عائشہ کا یہ کہنا کہ اگر ہم کو اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ ہر بار ہمیں انقلاب برپا کرتے ہیں اور حالات کو دگرگوں بناتے ہیں تو اسکے امور کٹھنائي میں پڑ جاتے ، وہ یہ ہے کہ_ عثمان کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کی باگ ڈور اپ ہی کے ہاتھوں میں تھی ، اور جو انکی نظر میں امور سخت ہو گئے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین (ع) تخت خلافت پر بیٹھ گئے ، یہ مسئلہ ام المومنین عائشہ پر اسقدر گراں گذرا تھا کہ اپ دعا مانگتی تھیں کہ اسمان زمین پر پھٹ پڑے تاکہ سب نابود ہو جائیں_

لیکن خوش نصیبی یہ رہی کہ انکی ارزو نقش بر اب ہو کر رہ گئي اور امام علیہ السلام نے مسند خلافت کو زینت بخشی ،_ لہذا کمر ہمت باندھی تاکہ انقلاب برپا کر کے خلافت کو امام (ع) کے چنگل سے چھیڑا لیں اسی بناء پر خونین جنگ جمل برپا کر دی اور اس میں بھی کامیاب نہ ہو پائیں اور نتیجہ میں اپنے چچا زاد بھائي طلحہ اور انکے فرزند نیز بہنوئي زبیر کو ہاتھوں سے کھو ڈالا اس حادثہ نے انکو رنج و غم کا تحفہ پیش کیا لہذا انکو ڈر تھا کہ کہیں معاویہ کے خلاف محاذ ارائي کی تو شاید نا گوار حادثات پیش ائیں اور پہلے کی طرح پھر محنت پر پانی پھر جائے_

یہی وجہ تھی جو اپنے غصے کو پی گئیں اور معاویہ کے مقابلہ میں سکوت اختیار کر لیا_

۴۹_ طبری ج۴ ص ۱۹۲ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۰

قتل حجر کے سلسلے میں عائشہ کی دوسری باتیں تاریخ کی کتابوں میں یادگاری حیثیت سے موجود ہیں جو انکی سیاسی گہرائي کی نشاندہی کرتی ہیں۔

عائشہ نے کہا۔ خدا کی قسم۔ اگر معاویہ نے اہل کوفہ کی بزدلی کا احساس نہ کیا ہوتا تو ہرگز جرا،ت و جسارت نہ کرتا کہ حجر اور انکے ساتھیوں کو قید کر کے قتل کرتا۔ لیکن فرزند جگر خوار نے عرب کی غیرت و حمیت کو بھانپ لیا ہے کہ یہ لوگ اپنی غیرت و حمیت کو کھو بیٹھے ہیں۔

خدا کی قسم۔ حجر اور انکے ساتھی شجاعت و حمیت میں بہت بلند تھے۔

لبید شاعر نے کتنا اچھا شعر کہا ہے:

ذهب الذ ين يعاش فی اکنافهم

و بقيت فی خلف کجلد الاجرب

لا ينفعون ولا يرجی خيرهم

ويعاب قائلهم و ان لم يشعب

ترجمہ: وہ لوگ چلے گئے جنکے بل بوتے پر زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ جو نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے، انکے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئي برائي بھی نہیں پھیلائي ہے [۵۰]۔

قتل محمد بن ابی بکر

عائشہ اور معاویہ کے درمیان اختلاف کا دوسرا سبب جو بنا، وہ ان کے بھائي محمد بن بکر کا قتل ہے ابن عبد البر اور ابن اثیر نقل کرتے ہیں۔

جس سال معاویہ حج کرنے گیا تو زیارت قبر رسول (ص) کے نام پر مدینہ آیا۔ قیام کے دوران ایک دن عائشہ سے ملاقات کرنے گیا تو اپ نے سب سے پہلے جس بات کو چھیڑا وہ حجر بن عدی کا قتل تھا۔

اس سلسلے میں عائشہ نے معاویہ کو بہت کچھ سنایا اس پر معاویہ نے کہا:

اے ام المومنین مجھے اور حجر کو ھنگام حشر تک چھوڑ دیجئے [۵۱]

۵۰۔ اسد الغابہ ج۴ ص ۲۶۱، اغانی ج ۱۴ ص ۲۱۱

۵۱۔ اسد الغابۃ، استیعاب حجر کے شرح حال میں

بعض مورخوں نے اس ملاقات کی داستان کو تفصیل سے لکھا ہے کہ معاویہ جیسے ہی بیٹھا تو عائشہ نے کہا _ اے معاویہ تم کیسے اطمینان کے ساتھ میرے گھر میں اگئے ، تم نے خوف نہیں کھایا کہ کہیں ہم تم سے اپنے بھائي (محمد بن بکر) کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں _

معاویہ نے جواب دیا ، میں اپکے گھر میں امان کے ساتھ وارد ہوا ہوں _

عائشہ نے کہا ، اے معاویہ آیا حجر اور انکے ساتھیوں کو قتل کرنے میں خدا سے خوف نہ کھایا معاویہ نے کہا ، حققیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان لوگوں کے خلاف شہادت دی تھی ان ہی نے انھیں مارا ہے [1]

احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں :

عائشہ نے جب یہ کہا کہ اے معاویہ تم کیسے ہمارے گھر میں اگئے تو معاویہ نے جواب دیا اپ ہرگز ہم کو قتل نہیں کر سکتی ہیں کیونکہ گھر خانہ امن ہے اور ہم نے پیغمبر اسلام (ص) سے سنا ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والا ہرگز گھر میں قتل نہیں کر سکتا _

معاویہ نے عائشہ سے کہا _ اچھا یہ بتایئے کہ ہمارا برتائو اپ کے ساتھ کیسا ہے اور اپکی حاجت ابھی تک پوری ہوئي یا نہیں ؟

عائشہ نے کہا _ بہت اچھا ہے

معاویہ نے کہا _ پھر مجھکو چھوڑ دیجئے اب ہم دونوں ایک دوسرے سے بارگاہ خداوندی میں ملاقات کرلینگے [2]

جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے کہ عائشہ کے بھائي محمد بن ابی بکر ۳۷ھ میں اور حجر بن عدی ۵۰ھ میں قتل کئے گئے ، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ کیوں اور کیسے تیرہ برس تک خاموش بیٹھی رہیں ، اور اپنے بھائي کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک کلمہ بھی زبان پر نہ لائیں ، اور جب حجر اور انکے ساتھی مارے گئے تب اپنے بھائي کا دردناک قتل یاد آیا ، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسوقت پیش آیا ہو گا جب ان دونوں کے روابط خراب ہو گئے ہو نگے ، اور جیسا کہ اپ نے

۱_ استیعاب حجر کے شرح حال میں

۲_ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲

ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عبد الرحمن بن حرث کو مدینہ سے شام بھیجا تاکہ حجر اور انکے ساتھیوں کو معاویہ کے ہاتھوں چھوڑا لائیں اور اسکی خبر تمام بلاد اسلامی کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی ، اور اموی حکومت میں عائشہ کے نفوذ و رسوخ کا پہلے ہی سے لوگوں میں ڈھونڈھورا پٹا ہوا تھا ۔ اور لوگ کافی امید لگائے بیٹھے تھے کہ انکی سفارش حکومت اموی رد نہ کرے گی ، معاویہ انکو مایوس نہیں کرے گا چند دن نہیں گذرے تھے کہ اچانک نمایندہ نا امید ہو کر واپس چلا آیا اور پہلی مرتبہ عائشہ کو اپنے منہ کی کھانی پڑی ۔

اس واقعے نے تمام بلاد اسلامی میں عائشہ کی شخصیت کو کافی مجروح کیا کیونکہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں بھی اپ کافی با رسوخ تھیں اور خلافت کی مشینریاں (سوائے حکومت علوی کے) ہمیشہ انکی رائے کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی تھیں ۔

مگر یہ پہلا موقع تھا کہ انکی سفارش ردّی کی ٹوکری میں ڈال دی گئی

جب اپ نے انکی تمام مقام و منزلت کو پہچان لیا تو اس واقعہ نے ضرور انکے اوپر کوہ گراں کا کام کیا ہو گا اور خشم و کینہ نے انکو اتش فشاں پہاڑ بنا ڈالا ہو گا ، آیا یہی اسباب و عوامل باعث نہیں تھے کہ سالہا سال معاویہ سے گہری دوستی اور ان تمام مراعات مالی کے باوجود معاویہ سے جھگڑنے لگیں ، اور اسکے برے افعال سے نقاب کشائی کرنے لگیں ۔

نیز اپنے بھائی کے خون ناحق کو باوجودیکہ تیرہ برس گذر چکا تھا یاد کرنے لگیں ۔

مکار سیاستداں معاویہ نے بھی بھتری اسی میں دیکھی کہ عائشہ کے غصے کے سامنے ٹھنڈا رہے اور اپنی قدیم دوستی کو یاد دلائے نیز جو محبت اور تحفے انکی خدمت میں بھیجے تھے ان کو گوش گذار کرے ۔

لیکن جیسا کہ اس سے قبل اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ۔ عائشہ کوئی معمولی عورت نہ تھیں بلکہ ایک طاقتور ذہین عورت تھیں ابھی غصے سے ٹھنڈی بھی نہیں ہوئیں تھیں کہ معاویہ نے اسی وقت بجائے زخم پر مرہم کے انکے دل پر نمک چھڑک دیا کہ ، بیعت یزید کی خاطر اس نے انکے بھائی کو مروایا ہے ، اچانک عبد الرحمن بن ابی بکر کی خبر مرگ کی وجہ سے عائشہ اور معاویہ کے درمیان پھر سے غیظ و غضب کے تازے شعلے بھڑکنے لگے ۔

عبد الرحمن بن ابی بکر کو زہر دیا گیا

عائشہ اور معاویہ کے درمیان تیسرا سبب جو اختلاف کا سمجھ میں اتا ہے وہ انکے بھائی عبد الرحمن بن بکر کی ناگہانی موت ہے ۔

اپ نے اس سے پہلے دیکھا کہ جب معاویہ مسلمانوں کو بیعت یزید کے لئے امادہ کر رہا تھا تو ایک دن حاکم مدینہ مروان بن حکم نے خطبے میں یزید کا نام لے لیا اور اسکو ولیعہد بتانے لگا اس وقت عبد الرحمن کھڑے ہو گئے اور مروان کو خوب برا بھلا کہا :

مروان نے عبد الرحمن کو برا بھلا کہتے ہوئے ان جملوں کو استعمال کیا تھا کہ ۔ یہ وہی ادمی تو ہے جس کے بارے میں قران میں اس طرح آیا ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا تھا کہ تمہارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو "وَالَّذي قَالَ لولدَيه أُف لَّكُما أتعدَانني ...." ۔ سورہ احقاف ایۃ ۱۷

عائشہ گھر ہی کے اندر سے چیخنے لگیں کہ خداوند عالم نے ہمارے خاندان کے سلسلے میں کوئی چیز نازل نہیں کی ہے ۔ ہاں ۔ اگر نازل کیا ہے تو ہماری بے گناہی کو واقعہ افک میں بیان کیا ہے [۳]

مشہور مورخ ابن اثیر اس واقعہ کو یوں نقل کرتے ہیں :

معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کے لئے اپنے والی و حاکم مروان کو خط بھیجا ، اس نے حسب دستور اپنے خطبے میں کہا کہ ۔ امیر المومنین معاویہ نے اپنا ایک ولیعہد معین کر کے تم لوگوں پر احسان کیا ہے اور اس نیک کام میں کوتاہی نہیں کی اس عہدے پر اپنے فرزند یزید کو نامزد کیا ہے عبد الرحمن نے جیسے ہی سنا فورا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ۔

اے مروان ۔ معاویہ بھی جھوٹ کہتا ہے اور تم بھی جھوٹ بولتے ہو ، تم لوگوں نے عوام کی خیر و صلاح کو مد نظر نہیں رکھا ہے بلکہ تم لوگ خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتے ہو ۔ جس طرح قیصر و کسری کے بادشاہوں نے کیا کہ ایک مرا تو دوسرا بادشاہ اسکا جانشین ہو گیا اور تم لوگ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہو ۔

مروان نے کہا ۔ اے لوگو ۔ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں قران نے کہا کہ جس نے اپنے والدین سے یہ کہا کہ تمھارے لئے حیف ہے کہ تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو ۔

---

۳ ۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲۶

اس بات کو عائشہ نے پس پردہ سن لیا تو اسی مقام سے فریاد بلند کرنے لگیں ـ

اے مروان ـ اے مروان ـ تمام لوگ خاموش ہو گئے مروان نے بحالت مجبوری انکی طرف رخ کیا ـ

عائشہ نے کہا، آیا تم وہی ہو کہ جس نے عبد الرحمن کے بارے میں یہ کہا کہ اسکی قران میں مذمت ائي ہے، تم ایک نمبر کے جھوٹے ہو ـ

خدا کی قسم ـ وہ اس آیت کا مخاطب نہیں ہے بلکہ کوئي دوسرا شخص ہے، لیکن تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو (۴)

دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، خدا کی قسم، جو کچھ تم نے عبد الرحمن کی نسبت کہا ہے ان میں سے وہ نہیں ہے البتہ رسول اکرم (ص) نے تمہارے باپ پر اس وقت نفرین کی جب تم اس کے صلب میں تھے، اور اس طرح تم پر پہلے ہی سے خدا کی پھٹکا رہے ـ

یہی وجہ تھی کہ مروان بن حکم نے بار دیگر بیعت یزید کا بیڑا نہیں اٹھایا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لي ـ

معاویہ نے ایک مدت کے بعد لوگوں کو دکھانے کے لئے حج کا سفر کیا پھر مدینہ آیا جس کو ہم نے مدینہ میں وارد ہونے کے بعد جو واقعات پیش آئے اس کو مختصر طور پر بیان کیا ہے

لیکن اس وقت دوسرے نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانی ہے ـ

صاحب استیعاب ابن عبد البر لکھتے ہیں:

معاویہ مسجد نبوی کے منبر پر بیٹھا رہا اور لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی جس پر حضرت امام حسین، (ع) عبد اللہ بن زبیر، اور عبد الرحمن بن ابی بکر نے اس پر اعتراض کیا ـ اور ان لوگوں کے درمیان کافی تو تو میں میں ہوئي ـ

عبد الرحمن نے کہا ـ اے معاویہ ـ آیا خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئي ہے کہ ایک بادشاہ دنیا سے گیا کہ اسکی جگہ دوسرا بادشاہ اگیا ـ

کسی طرح لوگوں کی رضایت کا خیال نہیں ہے ہم ہرگز بیعت نہیں کریں گے ـ

اسی رات معاویہ نے عبد الرحمن کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجو آیا تاکہ بیعت یزید پر راضی ہو جائیں ـ لیکن انھوں نے اس رقم کو

۴ـ ابن اثیر ج۳ ص ۱۹۹

قبول نہیں کیا اور کہا_ ہم ہرگز اپنے دین کو دُنیا سے نہیں بیچیں گے ، اس کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف چل دیئے ، لیکن قبل اس کے کہ یزید کی بیعت مرحلہ اختتام تک پہونچے دنیا سے چل بسے (۵)

ابن عبد البر مزید لکھتا ہے :

عبد الرحمن مکہ کے اطراف میں مقام (حبشی) پر نا گہانی موت سے مرے جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے اور اسی جگہ دفن بھی ہوئے _

نیز کہتے ہیں کہ_ انھوں نے حالت خواب میں جان دی ، لیکن جس وقت عائشه انکی خبر مرگ سے مطلع ہوئیں تو انھوں نے مکہ کا سفر کیا ، جب مقام حبشہ پر پہونچیں تو قبر برادر پر گئیں اور خوب گریہ کیا ، اور ان اشعار میں بین و نوحہ کیا_ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

ہم دونوں ایک طویل مدت تک بادشاہ حیرہ (جذیمہ) کے دو ندیم کی طرح تھے جو دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمیشہ ساتھ رہتے تھے ، یہاں تک کہ لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ ان دونوں میں کبھی جدائي نہیں ہو سکتی ہے ، لیکن میرے بھائي کی موت نے اسوقت ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کردیا ہے ، ان تمام الفتوں و محبتوں کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ گویا ایک رات بھی ساتھ میں نہیں تھے (۶)

پھر روتے ہوئے کہا_ خدا کی قسم_ اگر تمھارے دفن کے وقت موجود ہوتی تو تمھارے ساتھ دفن ہو جاتی تاکہ تمھارے حال پر گریہ کناں نہ رہتی_

ہاں_ اس طرح عائشه اور بنی امیہ کے درمیان اختلاف کو نئي قوت مل گئي اور جنگ کے شعلے مزید بھڑکنے لگے ، لیکن عائشه نے ایسے حالات میں اپنے بھائي کو کھو دیا_

عبد الرحمن کو ناگہانی موت نہیں ائي تھی بلکہ اسکے اسباب و علل غور طلب ہیں_

اس کی شناخت اسی طرح ہوگی جس طرح مالک اشتر مصر کے راستے میں مار ڈالے گئے

عبد الرحمن بن ابی بکر اور سعد بن وقاص کی موت بھی اسی طرح ہوئي ، یہ تمام مشہور شخصیتیں یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ

۵_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳ ، اسد الغابۃ ج ۳ ص ۳۰۶ ، اصابۃ ج ۲ ص ۴۰۰

۶_ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳

سے ماری گئیں۔

یہی وہ مقامات ہیں جہاں سے عائشہ اور حکومت اموی کے درمیان اختلاف کی اگ بھڑکی کیونکہ انھوں نے اس راہ میں اپنے عزیز بھائیوں کو کھو دیا تھا، اس پر ظلم یہ ہوا کہ کس کے بل بوتے پر بنی امیہ سے جنگ کرتیں کیونکہ اب نہ طلحہ نہ زبیر و عبد الرحمن اور نہ ہی دوسرے مددگار،

عائشہ نے ان دو بیتوں کے سہارے اپنے دلی کوائف کو یوں بیان کیا ہے

ذهب الذ ين يعاش اكنافهم

و بقيت فی خلف كجلد الاجرب

لا ينفعون ولا يرجی خيرهم

و يعاب قائلم و ان لم يشعب

ترجمہ۔ وہ لوگ چلے گئے جن کے سایہ رحمت میں زندگی گزارتے تھے اور ہم انکے بعد اسی طرح ہیں جیسے جذام شخص کی کھال کہ نہ نفع بخش ہے اور نہ ہی خیر کی امید ہے۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا گویا عیب ہے جبکہ ان لوگوں نے کوئي برائي بھی نہیں پھیلائي ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ عائشہ کا پہلے کی طرح وہ سن بھی نہیں رہا کہ مرکب پر سوار ہو کر جنگل و بیابان کی خاک چھانیں، اور بنی امیہ کے خلاف اتش جنگ کو بھڑکائیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنے کینے اور دشمنی کو دوسری شکل میں ظاہر کیا۔

اور اپ نے پہلے دیکھا کہ حاکم مدینہ (مروان) جیسے ہی ان (عائشہ) کی چنگل میں آیا تو انھوں نے قول رسول (ص) کو جو کہ اسکے باپ کے سلسلے میں تھا کہ تم تو پہلے ہی سے ملعون خدا ہو اسکو بیان کر ڈالا، اور مدتوں اسی ڈگر پر چلتی رہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ عائشہ نے بنی امیہ کی مذمت میں جو احادیث رسول (ص) بیان کی ہے یہ سب اسی دور کی ہیں۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جو کچھ اہلبیت رسول (ص) اور انکے اصحاب کے فضائل و احادیث سنیں تھی اسکو بیان کیا، کیونکہ معاویہ و بنی امیہ کو اس دور میں چڑھانے کے لئے سوائے فضائل اہلبیت علیھم السلام کو بیان کرنے کے کوئي چارہ نہ تھا، اس عمل نے ان لوگوں کو سخت متحیر اور انکے دماغ کو چکرا ڈالا تھا۔

اس دور میں حضرت امام حسین (ع) سے کافی محبت سے پیش انے لگیں لہذا جو بھی حدیثیں ان لوگوں کے سلسلہ میں عائشہ سے نقل ہوئي ہیں اور کتب احادیث میں جو فضائل امیر المومنین (ع) اور صدیقہ طاہرہ نیز انکی والدہ گرامی خدیجہ کبری (ع) کے

سلسلہ میں بیان ہوئي ہیں ضرور بالضرور اسی دور کے ہیں ـ
میں سمجھتا ہوں کہ جو کلمات ندامت و شرمندگی کے عائشہ نے جنگ جمل کے بارے میں کہے ہیں اسی زمانہ کے ابتدائي دور کے ہیں اور مرتے دم تک اسی کا رونا روتی رہیں جسکی تفصیل ائندہ آئے گی ـ

جنگ جمل سے عائشہ کی شرمندگي

ابو جندب کوفی نے عائشہ سے اپنی ملاقات کی داستان یوں بیان کیا ہے

جب ہم عائشہ کے گھر گئے تو انھوں نے پوچھا ، تم کون ہو ؟ میں نے کہا ، میں قبیلہ ازد سے جو کہ کوفہ میں رہتا ہوں ـ

عائشہ نے پوچھا ، آیا تم نے جنگ جمل میں شرکت کی تھی ؟

جندب کوفی نے کہا جی ہاں

عائشہ نے کہا ، ایا ہمارے مخالف تھے یا موافق ؟

جندب نے جواب دیا ـ ہم اپکے مخالف لشکر میں تھے ـ

عائشہ نے کہا ـ آیا وہ کون شخص تھا کہ جس نے اپنے رجز میں یہ کہا تھا کہ اے ام المومنین ہم اپکو جانتے ہیں لیکن اپ ہم کو نہیں پہچانتی ہیں ؟

جندب نے کہا_ہاں_ وہ میرا چچا زاد بھائی تھا_
اسکے بعد اتنا روئیں کہ میں سمجھا کہ انکو گریہ سے ہرگز افاقہ نہیں ہو گا [۷]
ابن اثیر لکھتے ہیں:
ایک روز عائشہ کے یہاں گفتگو کے درمیان جنگ جمل کا تذکرہ آگیا تو عائشہ نے پوچھا لوگ ابھی تک اس جنگ کو یاد کئے ہوئے ہیں؟
حاضرین نے کہا_ہاں_
عائشہ نے کہا_ اے کاش اس جنگ میں شرکت نہ کئے ہوتی اور دیگر ازواج رسول (ص) کی طرح اپنے گھر میں رہتی ہمارے دس قیمتی فرزند رسول (ص) عبد اللہ بن زبیر، عبد الرحمن، بن حارث جیسے افراد نہ مارے جاتے [۸]
مورخین و مفسرین نے مسروق نامی شخص سے نقل کیا ہے_
عائشہ جس گھڑی سورہ احزاب کی اس آیت کو پڑھتی تھیں جسمیں ازواج رسول (ص) کو گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو اپ اتنا روتی تھیں کہ اوڑھنی انسو سے تر ہو جاتی تھی [۹]

''عائشہ مرنے سے پہلے''

صاحب کتاب طبقات الکبری محمد بن سعد نقل کرتے ہیں:
ایک روز ابن عباس عائشہ کے مرنے سے پہلے انکو دیکھنے گئے، تو انھوں نے انکی خوب تعریف و تحسین کی_ جب ابن عباس چلے گئے تو عائشہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا، ابن عباس نے میری تعریف کی ہے_ اب مجھے ذرہ برابر اچھا نہیں لگتا ہے کہ کوئی ہم کو اچھے نام سے یاد کرے_، میں چاہتی ہوں کہ لوگ ہمیں اس طرح سے بھلا دیں گویا دنیا میں قدم ہی نہیں رکھا تھا [۱۰]

۷_ طبری ج ۵ ص ۱۱ حوادث جنگ جمل

۸_ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۲۸۴، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱

۹_ طبقات ج ۸ ص ۵۶

کتاب بلاغات النساء میں آیا ہے کہ_ جس وقت عائشہ پر حالت احتضار کی کیفیت طاری ہوئي تو اپ بہت مضطرب و پریشان تھیں ، حاضرین نے ان سے کہا اپ اتنا پریشان کیوں ہیں اپ تو ابو بکر صدیق کی بیٹی اور ام المومنین ہیں ؟

عائشہ نے جواب دیا_ میں سچ کہتی ہوں کہ جنگ جمل میرے گلے کی ہڈی بن گئي ہے_

اے کاش اس دن سے پہلے مر کھپ گئي ہوتی یا فعان ہو جاتی [۱۱]

ایک مرتبہ کہا تھا کہ_ خدا کی قسم_ اچھا ہوتا کہ میں درخت ہوتی_ قسم خدا کی_ بھتر تھا کہ اینٹ پتھر ہوتی_ خدا کی قسم_ اچھا ہوتا کہ خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا_

کہتے ہیں کہ_ عائشہ مرتے وقت بہت حسرت و یاس سے کہتی تھیں کہ ہم نے بعد رسول(ص) حوادث ناگوار پیدا کئے لیکن اب اس دنیا سے جا رہی ہوں لہذا ہمیں ازواج رسول (ص) کے پہلو میں دفن کرنا_

عالم اہلسنت ذہبی لکھتا ہے :

حادثہ سے عائشہ کی مراد جنگ جمل ہو سکتی ہے جسکو بھڑکانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا تھا_

یہی ذہبی لکھتا ہے کہ: عائشہ نے ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں نماز صبح کے بعد وفات پائي اور چونکہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کرنا لہذا مہاجرین و انصار کی اچھی خاصی جمعیت جنازے میں شریک ہوئي لوگ خرما کی لکڑی کو روشن کئے ہوئے جنازہ کے ساتھ تھے تاکہ راستہ چلنے میں کوئي پریشانی نہ ہو ، راوی کہتا ہے کہ_ مدینہ کی عورتیں قبرستان بقیع میں اس طرح تھیں جیسے معلوم ہو رہا تھا کہ عید کا دن ہے_

ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائي کیونکہ مروان کی نمائندگی میں شہر مدینہ پر حکومت کر رہے تھے_

جس وقت عائشہ کا انتقال ہوا تو انکی عمر ۶۳ سال کچھ مہینے کی تھی [۱۲]

ہم نے عائشہ کی زندگی کو زوجیت رسول (ص) سے لیکر انکے مرتے دم تک ، پیش کیا تاکہ انکی شخصیت اور وہ تمام گوشے جو سیاسی و اجتماعی لحاظ سے تھے اجاگر ہو جائیں ، لیکن ائندہ کے صفحات میں مزید انکی زندگی کے بارے میں ہم بیان کرینگے_

۱۰_ طبقات ج۸ ص ۴۶۲

۱۱_ شرح نووی ج۴ ص ۱۷۰

۱۲_ عقد الفرید ج۴ ص ۱۵ شرح نہج البلاغہ ج۳ ص ۷

فصل پنجم

عائشہ کی سخاوت

سخاوت اگر چہ اچھی چیز ہے مگر شرط یہ ھیکہ راہ خدا میں کی جائے ، یعنی انسان خدا و خوشنودی خدا کی خاطر اپنی محبوب چیزوں کو ، چاہے مال کی صورت میں ہو یا کسی دوسری صورت میں ، خدا سے اجر و ثواب لینے کے لئے انفاق کرے ۔

حقیقت میں ایسے افراد خداوند عالم کے نزدیک عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہیں اور اخرت میں رضاء الہی سے بہرہ مند ہوں گے ۔

لیکن ایک انسان جو صرف دکھاوے اور شہرت کی خاطر اپنے مال و اسباب کو لٹائے اگرچہ اس نے ایک اچھا کام انجام دیا ہے ، مگر اخرت میں اسکو کوئي ثواب نہیں ملے گا ، کیونکہ اس نے فقط مسائل دنیا کو نظر میں رکھتے ہوئے مال کو خرچ کیا ہے ۔

عرب کے درمیان یہ قدیم رسم چلی ارہی تھی کہ جو لوگ ثروتمند اور رئیس قبیلہ ہوتے تھے وہ ان امور کو انجام دینے میں مجبور تھے اور کبھی کبھار اپنے ہاتھوں سے مال و اسباب کو تقسیم کرتے تھے ، کیونکہ اگر کوئي شخص ان کے دروازے پر اکر خالی ہاتھ واپس چلا گیا تو یہ چیز انکے لئے باعث ذلت و ننگ شمار ہوتی تھی ۔

ظہور اسلام کے بعد بھی لوگوں نے بذل و بخشش سے ہاتھ نہیں کھینچا بلکہ یہ لوگ دو گروہ میں بٹ گئے ۔

۱ ۔ ایک گروہ اسلامی فکر کی بنیاد پر راہ خدا میں مال کو انفاق کرتا تھا ۔

۲ ۔ دوسرا گروہ رسم جاہلیت و عادت عرب کی پیروی کرتے ہوئے انفاق کرتا تھا ۔

اس قسم کی بذل و بخشش قبیلہ بنی تمیم کے دو قدرتمند سرداروں نے حکومت علی (ع) کے زمانے میں کوفہ کے اطراف میں کی تھی ، ان میں ایک صعصہ دارمی اور دوسرا سحیم بن وثیل ریاحی تھے

ان دونوں نے اپنے کو ثروتمند دکھانے کے لئے اپس میں مقابلہ ارائي کی اور رسم جاہلیت کے مطابق اونٹ ذبح کرنے کی شرط رکھی ، ہر ادمی ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کے لئے کوشش کر رہا تھا ، اور نام و نمود کی دوڑ میں تھا ، مقابلہ ایک اونٹ سے شروع ہوا یہاں تک کہ سو اونٹ سے زیادہ بڑھ گیا ، یہ اخری مرتبہ حکومت علوی (ع) کے زمانہ میں ہوا جس میں کئي سو اونٹ ذبح ہوئے ، جب اہل کوفہ کو اسکی خبر پہونچی تو برتنوں کو لیکر گوشت لینے کے لئے دوڑے جب امام علیہ السلام کو

اسکی خبر معلوم ہوئی تو اپ نے فرمایا ، ان اونٹوں کے گوشت کو نہ کھانا کیونکہ غیر خدا کے نام پر ذبح ہوئے ہیں_ " لاتاکلوا منہ اھل الغیر اللہ "

یعنی فخر و مباہات و رسوم جاہلیت کے طور طریقہ پر قتل کئے گئے ہیں_

امام علیہ السلام کا اشارہ قران کریم کی اس آیت کی طرف ہے کہ ،" انما حرّم علیکم المیتۃ والدم لحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ "

اہل کوفہ امام کے کہنے پر رک گئے ، سارا گوشت ویسا ہی پڑا رہا اخر کار ان تمام گوشتوں کو مزبلہ پر ڈال دیا گیا تاکہ جانور وغیرہ کھا ڈالیں (۱۳)

ہماری نظر میں ام المومنین عائشہ کا اسی گروہ میں شمار ہونا چاہیئےیونکہ اپ نام و نمود اور شہرت کی بہت بھوکی تھیں ، اور جو شہرت خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں کمائی تھی اسکو اسانی سے کھونا نہیں چاہتی تھیں ، لہذا اس کو بچانے کے لئے سب سے بہترین راستہ سخاوت و بذل و بخشش تھا_

اپ ملاحظہ فرمائیں گے ، کہ سختیوں اور تکلیفوں کے باوجود انھوں نے حتی الامکان مال خرچ کیا ، دوسری طرف سخاوت کرنے کے لئے معاویہ جیسے جبار کے پاس رقم لینے کے لئے گئیں ، ہمارا دعوا بغیر دلیل کے نہیں ہے_ بلکہ اپ دیکھیں گے کہ عائشہ نے ان اموال کو خرچ کیا جو معاویہ اور اسکے حکمرانوں نے بیت المال سے لوٹ کے انکے پاس مال و اسباب بھیجے تاکہ اپ جودوسخاوت کا مظاہرہ کریں_

ایا ایسے اموال جو ظلم و ستم کر کے لوٹے گئے ہوں اس سے سخاوت کر کے خشنودی خدا نصیب ہو سکتی ہے ، درانحالیکہ ام المومنین کا ایسی صورت میں سب سے پہلے شرعی فریضہ یہ تھاکہ معاویہ کی تمام چیزوں سے دور رہتیں_

ام ذرّہ نقل کرتی ہیں کہ_ میں کبھی کبھی عائشہ کے گھر آیا جایا کرتی تھی ایک روز عائشہ کےیہاں دو کیسہ سامان دیکھا_

ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ ، میں سمجھتی ہوں کہ اس کیسہ میں تقریبا اسی ہزار یا ایک لاکھ درہم ضرور ہوگا ، پھر ایک طشت ہم سے مانگا میں نے انکو دیدیا جبکہ میں اس دن روزے سے تھی ، میں نے تمام درہموں کو گھر گھر تقسیم کر دیا اور

۱۳_ اصابہ ج۲ ص ۱۰۹ ، اغانی ج ۱۹ ص ۶ ، الکنی و القاب ج ۳ ص ۱۸

ایک درہم بھی ام المومنین عائشہ نے اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا_

جب غروب کا وقت ہو گیا تو عائشہ نے اپنی کنیز سے میرے لئے افطار لانے کو کہا ، کنیز نے ایک روٹی کا ٹکڑا اور زیتون کا تیل میرے سامنے لاکر رکھا_

میں نے کہا_ اے ام المومنین اپ نے تو ساری رقم لوگوں میں تقسیم کردی اگر تھوڑی سی ہوتی تو میرے لئے اس سے گوشت منگوا دیتیں تاکہ اس سے میں افطار کرتی_

عائشہ نے کہا_ اگر پہلے کہتی تو ہم ضرور اس کا انتظام کر دیتے لیکن اب کہہ رہی ہو مجھے تمھاری خواہش پوری نہ کرنے کا رنج ہے (۱۴)

عائشہ کا بھانجا عروہ بن زبیر کہتا ہے :

ہم نے ایک روز اپنی خالہ عائشہ کو پھٹے لباس میں ستر ہزار درہم تقسیم کرتے ہوئے دیکھا یہ بخشش مجھ پر بہت گراں گذری کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری خالہ اس مقدار میں اپنے مال سے سخاوت کا مظاہرہ کریں_

ابو نعیم لکھتے ہیں :

جب عائشہ نے اپنے اونٹوں کو بیچنے کی خاطر بازار میں بھیجوایا تو عبد اللہ بن زبیر نے کہا ، ہم سب سے کہہ دینگے کہ عائشہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں تاکہ کوئی انکے اونٹوں کو نہ خریدے ، جب عائشہ نے ان باتوں کو سنا تو کہا ، میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک زندہ رہونگی اس سے کلام نہیں کرونگی_ چنانچہ عبد اللہ بن زبیر سے پردہ بھی کر لیا ، بات چیت کافی دنوں تک بند رہی_

ایک روز مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن اسود کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر چادر اوڑھ کر عائشہ کے گھر گئے ، اذن دخول کے بعد تینوں گھر میں داخل ہوئے جیسے ہی عبد اللہ بن زبیر نے عائشہ کو دیکھا فورا انکی گردن میں اپنی باہیں ڈالدیں اور خوب گریہ کیا ، یہاں تک کہ عبد اللہ بن زبیر نے اپنی رشتہ داری وغیرہ کی دہائی دی ، تب جا کر ام المومنین نے اس سے باتیں کیں (۱۵)

۱۴_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۱

۱۵_ حلیۃ اولیاء ج ۲ ص ۴۹ ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۲۹

ہم نے معاویہ کی مراعات مالی کو عائشہ کی نسبت بیان کیا ان میں سے بعض واقعات انشاء اللہ ائندہ بیان کروں گا ـ
اخر میں پھر کہتا ہوں کہ ہر سخاوت و بخشش رضاء الہی کے لئے نہیں ہوتی ہے، کیونکہ خشنودی خدا اسی وقت محقق ہو سکتی ہے جب خلوص نیت سے انفاق کیا جائے، اور انفاق ہونے والا مال راہ حلال سے کسب ہوا ہو نہ کہ معاویہ جیسے ظالم و جابر کا مال جس نے مسلمانوں کے بیت المال سے لوٹ کھسوٹ کر کے عائشہ، ابو ھریرہ، مغیرہ بن شعبہ، اور عمرو بن عاص جیسے انسان کو سستی شہرت کمانے کے لئے دیا ہو ـ
تاکہ اسلام اور حضرت علی (ع) سے مقابلہ کریں اور اپنی سیاست کامیاب ہو اور گڑھی ہوئي حدیثیں منظر عام پر ائیں ـ

خاندانی تعصب

ام المومنین عائشہ اپنے خاندان کے سلسلے میں بہت متعصب تھیں، اور اس چیز کو عبادت کی حد تک مانتی تھیں، وہ اس راہ میں اتنی اگے بڑھ گئي تھیں کہ تمام حدود اسلامی و مقررات شرعی کو کچل کر رکھ دیا تھا، جب کہ تاریخی حقائق سے ظاہر ہے کہ دشمنی کے باوجود تمام تلخیاں انکی گہری دوستی میں بدل گئیں ـ
ہم نے اس سے پہلے بہت سارے واقعات زندگاني عائشہ کے بیان کئے اور اس ادعی پر بہت ساری دلیلیں بھی دی تھیں جسکو قارئین کرام نے بغیر شک و تردید کے قبول بھی کیا ہو گا ; لیکن اس مقام پر صرف ایک واقعہ جو انکی خاندانی تعصب کو ثابت کرتا ہے اور وہ انکے بھائي محمد بن ابی بکر کے ساتھ پیش آیا تھا ـ
یہ دونوں بھائي بہن ابتداء میں جب عثمان کے خلاف مسلمانوں نے ہنگامہ کھڑا کیا تھا شانہ بشانہ تھے، اور ان دونوں نے اہم کردار ادا کیا تھا، لیکن قتل عثمان کے بعد اپنے اپ پانسہ پلٹ گیا اور دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ـ
محمد بن ابی بکر نے لشکر علوی (ع) میں اکر عائشہ کے خلاف تلوار اٹھا لی اور جنگ کے تمام ہونے تک ان کے مقابلہ میں ڈٹے رہے ـ
جب کہ میں سمجھتا ہوں کہ بصرہ یا جنگ جمل میں جب عائشہ کے سردار لشکر کو مار ڈالا گیا اور انکی شکست فاش ہو گئي تو اسوقت امام علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو بہن کے پاس بھیجا تاکہ انکی احوال پرسی کر لیں اور جانے کے سلسلے میں ان سے پوچھیں ـ
جب محمد نے اپنی بہن کے محمل میں سر ڈالا تو عائشہ چیخنے لگیں، وائے ہو تم پر تم کون ہو ؟

محمد بن ابی بکر نے کہا، میں ہوں جس کو اپ اپنے خاندان میں زیادہ دشمن رکھتی ہیں_

عائشہ نے کہا_ اچھا تم زن خثعمی کے بیٹے ہو_

محمد نے جواب دیا_ جی ہاں

عائشہ نے کہا_ خدا کا شکر ہے کہ تم کو صحیح و سالم دیکھ رہی ہوں (۱۶)

زیادہ دن نہیں گذرا تھا کہ محمد بن ابی بکر مصر میں مار ڈالے گئے اور انکے سر کو تن سے جدا کر کے گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا گیا_

اس ناگوار حادثے کے خبر جب عائشہ کو معلوم ہوئي تو تمام خلش کے با وجود بھائي کی موت پر خوب گریہ کیا_

لیکن جس وقت خواہر معاویہ اور رسول کی زوجہ (ام حبیبہ) کو اسکی اطلاع ملی تو انھوں نے ایک بھنا ہوا بکرا عائشہ کے دل کو جلانے کے لئے بھیج دیا_ اس سے اشارہ یہ تھا کہ دیکھو جس طرح تم دونوں نے عثمان کو مارا تھا اسی طرح ہم نے تمہارے بھائي محمد سے بدلہ لے لیا ہے_

جیسے ہی عائشہ نے اس بھنے بکرے کو دیکھا تو چیخنے لگیں اور کہا_ خدا، زانی عورت (ھند) کی بیٹی کو مار ڈالے_

خدا کی قسم_ ہم ہرگز بھنا ہوا بکرا نہیں کھائینگے_

پھر اپنے بھائي کے اہل و عیال کو اپنے یہاں لے ائیں (۱۷)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے:

جب حکومت اموی کے مامورین معاویہ بن خدیج کندی اور عمرو بن عاص نے میرے باپ کو مصر میں مار ڈالا تو ہمارے چچا عبد الرحمن بن ابی بکر گھر آئے اور ہم بھائي بہنوں کو مدینہ لے جانے لگے، مدینہ پہونچنے سے پہلے عائشہ نے اپنا ایک نمائندہ بھیجدیا تھا تاکہ عبد الرحمن اپنے گھر نہ لے جا سکیں، ہم لوگ اپنی پھوپھی (عائشہ) کے گھر اگئے انھوں نے ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جو اولاد کے ساتھ والدین کیا کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنے زانو پر بیٹھا کر شفقت و

۱۶_ طبری ج ۵ ص ۲۰۴، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲۸، یعقوبی ج ۲

۱۷_ تذکرۃ الخواص ص ۱۱۴، تمہید و البیان ص ۲۰۹

محبت کیا کرتی تھیں ، کافی دنوں تک ایسا ہی چلتا رہا ۔

ایک دن عائشہ نے اپنے بھائي عبد الرحمن کی رفتار کو بدلا دیکھا تو انہوں نے احساس کیا کہ کہیں ان کو برا تو نہیں لگ گیا ہے کہ ہم اپنے گھر میں لے ائیں ،

لہذا ایک شخص کو عبد الرحمن کے پاس بھیجا ، جب وہ آئے تو عائشہ نے کہا اے عبد الرحمن ، جب سے محمد کے فرزندوں کو اپنے یہاں لیکر اگئي ہوں ہم کو احساس ہوتا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو ، لیکن خدا کی قسم ، ہم نے ان دونوں کو تم سے نہیں چھڑایا ہے اور نہ ہی تم سے کوئي بدگمانی ہے ، بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تمھاری کئي بیویاں ہیں اور یہ ابھی کمسن ہیں ، لہذا میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ شرارت کردیں تو تمھاری بیویاں ان سے نفرت کرنے لگیں ، اور میں ان لوگوں سے زیادہ مہربان ہو سکتی ہوں اور ایسے بہت واقعات پیش آئے ہیں ، مجھ سے بہتر کون ان کی سرپرستی کر سکتا ہے ۔ہاں ۔ جب یہ دونوں بڑے ہو جائیں اور اپنا پورا خیال کرنے لگیں تو میں ان دونوں کو تمھاری کفالت میں دیدونگی ۔ تم ان کی محافظت حجیۃ بن مضروب کے بھائي کی طرح کرنا ، اسکے بعد پوری داستان بیان کی کہ قبیلہ کندہ کا ایک ادمی تھا جب اسکا بھائي مرگیا تو اسکے چھوٹے بچوں کو اسکا بھائي اپنے گھر لے آیا اور اپنے بچوں سے زیادہ ان سے محبت کرتا تھا ، ایک مرتبہ اسکے بھائي کو اچانک سفر درپیش ہوا تو جاتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ بھائي کے یتیم بچوں پر کافی دھیان دینا ,

لیکن جب سفر سے واپس آیا تو کیا دیکھا کہ بھائي کے بچے کافی نحیف و لاغر ہو گئے ہیں ، اپنی زوجہ سے کہا کہ لگتا ہے تم نے ان بچوں کی دیکھ بھال صحیح سے نہیں کی تھی اخر وجہ کیا ہے کہ ہمارے بچے صحت مند ہیں اور بھائي کے بچے کمزور و لاغر_ بیوی نے کہا_ ہم نے بچوں کے درمیان کوئي فرق نہیں رکھا تھا ان بچوں نے کھیل و شرارت کی بناء پر اپنی حالت ایسی کر رکھی ہے ، حجیۃ بن مضروب اتنا ناراض ہوا کہ جیسے ہی اسکے اونٹ چرانے والے صحراء سے لوٹے تو اس نے ان لوگوں سے کہا یہ تمام اونٹ اور تم لوگ ہمارے بھائي کے بچوں کی ملکیت میں چلے گئے ہو [(۱۸)]

جب ام المومنین عائشہ نے محمد بن بکر کے بچوں کو عبد الرحمن کے حوالے کیا تھا تو ان سے سفارش کی تھی کہ ان کا خیال حجیۃ بن مضروب کی طرح رکھنا اور ان سے اچھا برتاؤ کرنا نیز ایک لمحے کے لئے بھی ان سے غافل نہ رہنا _

دوسری علامت عائشہ کی خاندانی تعصب کی یہ ہے کہ ، جب عبد اللہ بن زبیر مالک اشتر کے چنگل سے جنگ جمل میں فرار کر گئے تھے تو عائشہ کو ایک نے جا کر اسکی خبر دی تو انھوں نے اسکو دس ہزار درہم دیئے [(۱۹)]

اس طرح کے نہ جانے کتنے واقعات عائشہ کی زندگی میں پیش آئے جو سارے کے سارے انکی خاندانی تعصب کی بو و خو کو ظاہر کرتے ہیں ، اور انھوں نے اس راہ میں کافی مصیبتوں کا سامنا بھی کیا ہے _ عائشہ کے خطبے جو باپ کی مدح میں ہیں پھر چچا زاد بھائي (طلحہ) کو تخت خلافت پر لانے کی کوشش جسکو ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے پھر رسول اکرم (ص) سے حدیثیں منسوب کر کے اپنے باپ اور انکے جگری دوست عمر نیز دیگر ارباب سقیفہ جیسے ابو عبیدہ جراح کے متعلق بیان کیں ہیں یہ ساری کی ساری ام المومنین عائشہ کی اس خصلت کی نا خواستہ پذیر دلیل ہے جو ہم نے ان روایتوں کو اس کتاب کے باب روایت میں خوب جانچ پڑتال کی ہے _

عائشہ کی خطابت

ایک رہبر و لیڈر کے لئے سب سے اہم چیز یہ ھیکہ معاشرے میں کس طرح بات کی جائے تاکہ انکے دلوں میں بیٹھ جائے ، اس طرح کے افراد اگر کلام کی نزاکت کو جان جائیں تو معاشرہ میں کافی اچھا اثر ڈال سکتا ہے ، اور ساتھ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس میں مومن ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایک کافر و منافق شخص فن خطابت سے واقف ہے تو معاشرے میں اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے _

۱۸_ اغانہ ج ۲۱ ص ۱۰ ، اشتقاق ص ۳۷۱

۱۹_ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۰۲

عائشہ اجتماعی اور سیاسی شخصیت کے علاوہ فن خطابت میں بھی کافی مہارت رکھتی تھیں_ جب معاویہ اپنے غلام ذکوان کے ساتھ عائشہ کے گھر جا رہا تھا تو اس نے کہا: خدا کی قسم_ میں نے رسول(ص) اسلام کے بعد عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح و بلیغ نہیں پایا[20] اخنف بن قیس کہتا ہے: میں نے ابو بکر اور دیگر خلفاء کی تقریریں سنیں مگر عائشہ سے اچھی کسی کی تقریر نہیں لگی[21]

ایک دن معاویہ نے زیاد سے پوچھا کہ یہ بتائو کہ لوگوں میں سب سے اچھا مقرر کون ہے_

زیاد نے کہا_ امیر المومنین اپ ہیں_

معاویہ نے کہا_ پھر قسم کھائو

زیاد نے جواب دیا_ چونکہ بات قسم پر اگئي ہے لہذا مجبور ہوں کہ یہ کہوں کہ عائشہ سب سے اچھی خطیب ہیں_

معاویہ نے کہا_ عائشہ نے جس دروازے کو بند کر دیا اس کو کوئي کھول نہ سکا اور جس کو کھول دیا اس کو کوئي بند نہ کر سکا_

جو کچھ معاویہ اور اخنف بن قیس اور دیگر حضرات نے عائشہ کے فن خطابت کے سلسلہ میں کہا ہے_ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے ہیں ان لوگوں نے مبالغہ سے کام لیا ہے، کیونکہ ایک طرف یہ لوگ اپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے، دوسری طرف ان لوگوں نے ہمیشہ فضائل اہلبیت (ع) کو چھپانے کی کوشش کی ہے_

لیکن جو کچھ اوپر کی عبارتوں سے نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ عائشہ ایک اچھی خطیب تھیں اور کلام عرب نیز اشعار سے واقفیت رکھتی تھی، اور اکثر مقامات پر اپنی تقریروں میں دور جاہلیت کا مشہور و معروف لبید کے اشعار سے استدلال کرتی تھیں_

عائشہ خود کہتی ہیں کہ، میں نے لبید کے ایک ھزار بیت یاد کئے تھے جسکو پڑھا کرتی تھی[22] مورخین کہتے ہیں: ایک مرتبہ عائشہ نے ایک قصیدہ زبانی پڑھا جو ساٹھ یا ستر بیتوں پر مشتمل تھا[23]، یہ خود انکی قوت حافظہ کی بہترین دلیل ہے_ وہ اس زمانہ میں جبکہ علم محدود تھا علم طب سے اشنا تھیں، عروہ بن زبیر جو عائشہ کا بھانجا ہے اس نے اپنی خالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اگرچہ یہ مبالغہ ارائي ہے مگر عائشہ کی استعداد ذہنی کو ضرور ثابت کرتا ہے، وہ کہتا ہے میں نے علم طب میں

۲۰_ سیر اعلام النبلاء ج۲ ص ۲۲۹

۲۱_ سیر اعلام النبلاء ج۲ ص ۱۳۴

۲۲_ سیر اعلام النبلاء ج۲ ص ۱۳۸

۲۳_ سیر اعلام النبلاء ج۲ ص ۱۳۶

اپنی خالہ (عائشہ) سے زیادہ کسی کو ماہر نہیں دیکھا ، ایک دن میں نے سوال کیا

اے خالہ _ اپ نے کس سے حکمت سیکھی ہے _

انھوں نے کہا _ میں نے ہمیشہ لوگوں کی باتوں کو غور سے سنا اور جو کچھ ان لوگوں نے کہا اسکو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا [۲۴]

مورخین لکھتے ہیں

عائشہ پڑھ تو لیتی تھیں لیکن لکھنے سے کوئي واسطہ نہ تھا _ [۲۵]

اخر میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ام المومنین عائشہ نے ان تمام خداداد صلاحیتوں کو حدیث گڑھنے اور حضرت علی (ع) اور انکے اصحاب کو شکست دینے نیز اپنے باپ کی پارٹی (سقیفہ) کو فروغ اور حکومت معاویہ کی مشیزیوں کی طرفداری میں خرچ کیا ، وہ اس فن میں اتنی ماہر تھیں کہ جو حدیثیں جذبات اور احساسات کی خاطر انھوں نے پیغمبر(ص) اسلام سے منسوب کر کے یادگاری چھوڑی ہیں وہ ابوہریرہ اور دیگر حدیث پردازوں کی طرح بدذائقہ نہیں ہیں ، بلکہ الفاظ فصیح و بلیغ اور چٹ پٹے ہیں ، لہذا انکی گڑھی ہوئي حدیثوں کی شناخت کرنا بہت مشکل ہے _

برادران اہلسنت پیامبر(ص) اکرم کی سیرت کو عائشہ کی ہی روایتوں سے لیتے ہیں جو پا پڑبیلنے کے مترادف ہے ، کیونکہ جھوٹ اور سچ اور خرافات اپس میں اسقدر مل گئے ہیں کہ اس میں طویل مدت تک چھان بین کرنے کے بعد انسان حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا ہے _

عائشہ کی زندگی میں فاخرہ لباسي

ظہور اسلام سے پہلے عرب کا سارا معاشرہ مفلوک الحال تھا شہر مکہ ، مدینہ ، اور طائف کے چند بڑے تاجر تھے جو شان و شوکت اور رفاہ و اسائشے کے مالک تھے _

۲۴_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲

۲۵_ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲ ، طبقات

جب اسلام کا سورج اپنی تمام جلالت و عظمت کے ساتھ طلوع ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی کرنوں کو مردہ و بے حس عربوں پر ڈالا تاکہ انکی روح اور حس بیدار ہو جائے پھر انکے رہن سہن کو بدلے ، نہ کہ ایک معاشرے کو زرق و برق اور اسرافی بنائے ۔

اس میں کہا جا سکتا ہے کہ ایک بے دین طبقہ تھا جو اسلام سے مقابلہ کر رہا تھا تاکہ ان لوگوں کو خراب کر دے ۔
ادھر پیغمبر(ص) اسلام کی انکھ بند ہوئي اور کچھ لوگوں نے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے خود کو بدل ڈالا ۔
جب عثمان کا زمانہ آیا تو تمام مسائل فراموش ہو گئے اور روم کی پرانی تہذیب اسلامی معاشرے میں پروان چڑھنے لگی ، اور بزرگان قوم کے گھر مزین نیز لباس فاخرہ کا رواج اور دولت کی جمع اوری ہونے لگی ۔
اسلام نے جو معاشرے کو مساوات کا درس دیا تھا اور خدائے وحدہ لا شریک نے جو قانون بتایا تھا وہ ساری ناپید ہو گئي اور خواہشات نفسانی کا رواج عام ہونے لگا ، اس کتاب میں بحث کی محور عائشہ کی شخصیت ہے جو بعد وفات رسول (ص) اس راہ پر چلیں ، اور جس طرح ممکن ہوا جاہ طلبی کے لئے پیش پیش رہیں تاکہ لوگ انکو ثروتمند سمجھیں ، اور ہم نے جو کچھ انکی گڑھی ہوئي حدیثیں نقل کیں ہیں نیز ارکان خلافت سے جو رابطہ تھا یہ تمام کے تمام عائشہ کی اسی صفت کی جلوہ نمائي کرتی ہیں ، اب دوسرے نمونے جو انکی دولت کے ہیں اسکو بیان کرتا ہوں ۔

عائشہ اس زمانے میں بھی جب مسلمانوں کی عورتیں نیز ازواج رسول (ص) سادگی کے ساتھ رہتی تھیں، زرق و برق لباس پہنا کرتی تھیں، اور رنگ برنگ کے زیورات پہنتی تھیں، حتی اپ نے آیام حج میں بھی قیمتی زیورات کو نہیں اتارا کہ جہاں پر انسان اس عبادت کو انجام دینے میں تمام مادی چیزوں کو بھلا بیٹھتا ہے۔ ام المومنین عائشہ کے قیمتی اور رنگ برنگ لباس پہننے کے سلسلے میں اپنے دعوے پر دلیلیں پیش کروں گا۔ صاحب طبقات عائشہ کے بھتیجے قاسم سے نقل کرتے ہیں۔ میری پھوپھی (عائشہ) زرد رنگ کا لباس نیز سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔ عائشہ کا بھانجا عروہ کہتا ہے:

میری خالہ (عائشہ) کے پاس ایک ریشمی اوڑھنی تھی جسکو کبھی کبھار اوڑھا کرتی تھیں یہ اوڑھنی عبد اللہ بن زبیر نے دی تھی۔[۲۶] ایک مسلمان عورت شمسیہ نام سے روایت کرتی ہے کہ، ایک روز عائشہ کے یہاں میں گئي تو کیا دیکھا کہ اپ زرد رنگ کا پیراہن نیز اسی رنگ کی اوڑھنی زیب تن کئے ہوئي ہیں۔[۲۷] محمد بن اشعث جو قبیلہ کندہ کا سردار تھا اس نے عائشہ کے پاس ایک شال تحفے میں بھیجی جس کو سردی میں اوڑھا کرتی تھیں۔ اینہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کی چادر اور سیاہ رنگ کا مقنعہ پہنے ہوئے دیکھا تھا۔[۲۸] معاذ قبیلہ عدی کی عورت نقل کرتی ہے کہ۔ میں نے عائشہ کو ایک روز پیلے رنگ کا برقع اوڑھے دیکھا تھا[۲۹] بکرہ بنت عقبہ کہتی ہے، ایک دن عائشہ کو مضرج رنگ کا جمپر پہنے دیکھا، لوگوں نے پوچھا مضرج کیا ہے اس نے جواب دیا، ارے وہی تو ہے جس کو تم لوگ پھول کا رنگ کہتے ہو[۳۰] قاسم بن محمد بن ابی بکر نقل کرتا ہے: عائشہ نے زرد رنگ کے لباس سے احرام باندھا نیز سونے اور رنگین کپڑے پہن کر اعمال حج کو انجام دیا تھا[۳۱] عبد الرحمن بن قاسم اپنی والدہ سے نقل کرتا ہے کہ میری ماں نے عائشہ کو شوخ سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا درانحالیکہ وہ حالت احرام میں تھیں[۳۲] عطاء کہتا ہے کہ ہم عبیدہ بن عمیر کے ہمراہ عائشہ کے یہاں گئے، یہ کوہ ثبیر کے مسجد کی اس وقت مجاوری کرتی تھیں، لہذا

۲۶۔ طبقات ج ۲ ص ۷۳

۲۷۔ طبقات ج ۲ ص ۶۹

۲۸۔ طبقات الکبری ج ۸ ص ۷۳۔۶۹

۲۹۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۲

۳۰۔ طبقات، سیر اعلام النبلائ

۳۱۔ طبقات، سیر اعلام النبلاء

۳۲۔ طبقات الکبری عائشہ کے شرح حال میں

ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا گیا تھا ، چونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا لہذا ام المومنین عائشہ نے صرف ایک چادر اوپر سے اوڑھ لی تھی ، ہم نے انکو سرخ رنگ کے لباس پہنے ہوئے دیکھا تھا (۳۳)

بخاری تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مزید بیان کرتے ہیں :

لوگوں نے عطاء سے پوچھا کہ عائشہ کیا پہنے ہوئے تھیں ، اس نے کہا ، وہ ترکی خیمہ میں تھیں اور صرف چادر اوڑھ رکھی تھی ہمارے اور انکے درمیان صرف چادر کا فاصلہ تھا میں نے عائشہ کو سرخ رنگ کے لباس میں دیکھا تھا (۳۴)۔

مسئلہ رضاعت میں ، عائشہ کا نرالا فتوا

عائشہ اپنے باپ کے زمانے سے لیکر عصر معاویہ تک سوائے حکومت علوی (ع) کے مذہبی مسائل میں مرجع وقت تھیں ۔ اور خلفاء ان سے مختلف مسائل میں انکی رائے کو معلوم کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ دیگر ازواج رسول (ص) سے زیادہ مورد توجہ تھیں ، اور انکے گھر میں سوال کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا ، پھر اپ نے پہلے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دیگر ازواج مطہرات میں وہ تنہا تھیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی کو زمانے کی سیاست میں گذارا تھا ، اور وہ تمام خونریزیاں جو اپ نے ملاحظہ فرمائیں وہ دیگر ازواج رسول (ص) نے نہیں کی تھیں ۔

شاید یہی وہ باتیں تھیں جنکی وجہ سے اپ نے حدیث رسول (ص) کی تاویل کرتے ہوئے ایک فتوا ٹھونک دیا جس پر دیگر ازواج رسول (ص) نے اعتراض کیا ۔

مسند احمد میں حدیث یوں بیان ہوئی ہے

عائشہ فرماتی ہیں کہ سہیلہ بنت سہیل بن عمر نے جو ابو حذیفہ کی بیوی تھی رسول (ص) اکرم سے سوال کیا کہ ابو حذیفہ کا ازاد کردہ غلام سالم ہمارے گھر میں اتا ہے اور میں اس سے پردہ نہیں کرتی ہوں ، کیونکہ ابو حذیفہ نے اسکو اپنا منھ بولا فرزند بنا لیا ہے ، جس طرح رسول (ص) نے زید کو اپنا فرزند بنا لیا تھا ، جس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی " ادعوهم لآبائهم هوا قسط عند الله " سورہ احزاب ایہ ۵

۳۳۔ طبقات الکبری عائشہ کے شرح حال میں

۳۴۔ بخاری باب طواف النساء میں باب حج ج ۱ ص ۱۸۰

ترجمہ آیت : (ان بچوں کو انکے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے)

پیغمبر اسلام (ص) نے سہیلہ سے فرمایا :

تم ازاد کردہ غلام اور منھ بولے فرزند کو پانچ مرتبہ شیر دیدو تاکہ وہ تمھارا فرزند رضاعی اور تمھارا محرم ہو جائے _

عائشہ نے اس روایت سے (جسکی راوی بھی خود ہیں) استدلال کیا اور اپنی بہنوں اور بھانجیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنا دودھ پلائو چاہے جوان ہی کیوں نہ ہو ، تاکہ جو لوگ (عائشہ) سے ملنے کے مشتاق ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے محرم ہو جائیں ، اور اطمینان کے ساتھ انکے گھر میں امد و رفت کریں ، مگر ام سلمی اور دیگر ازواج رسول (ص) نے اپنی بہنوں کو اس کام سے منع کیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ، مسئلہ رضاعت کا تعلق کمسنی سے ہے اور عائشہ نے اپنی طرف سے فتوا گڑھا ہے ، اور رسول خدا (ص) نے جو حکم دیا تھا شاید وہ صرف ابو حذیفہ کے غلام کے لئے ہوگا نہ کہ تمام لوگوں کے لئے (۳۵) _

صحیح مسلم میں اس واقعے کی چھ طریقوں سے روایت ہوئي ہے اخری روایت کے الفاظ یوں ہیں ، ازواج رسول نے عائشہ سے کہا ، خدا کی قسم ، رسول(ص) خدا نے جو سالم کو اجازت دی تھی اسکے سلسلے میں ہم لوگ جانتے ہیں اور یہ حکم صرف اسی سے مخصوص تھا لہذا ہم لوگ دودھ پلا کر کسی کو اپنا محرم نہیں بنائیں گے (۳۶)

سالم بن عبد اللہ بن عمر ، ان میں سے ہے جس نے عالم جوانی میں کئي مرتبہ دودھ پیا عائشہ کے یہاں امد و رفت کرنے لگا _

صاحب طبقات لکھتے ہیں :

ام المومنین عائشہ نے سالم کو اپنی بہن ام کلثوم جو عبد اللہ بن ربیعہ کی بیوی تھی کے پاس بھیجا تاکہ پہلے ان کا دودھ پئے پھر عائشہ کے پاس اکر حدیث سنے (۳۷)

صحیح مسلم نے جو حدیث بیان کی ہے وہ تمام دیگر ازواج رسول (ص) اور ام سلمی کی مسئلہ رضاعت میں تائید کرتی ہے _

عائشہ کہتی ہیں کہ ، ایک دن رسول(ص) اسلام گھر میں آئے تو میرے پاس ایک شخص کو بیٹھا دیکھا رسول اکرم (ص) بہت ناراض

۳۵_ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۵

۳۶_ مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۱

۳۷_ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰ ، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۵۷

ہوئے اور اپکا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا ، میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائي ہے ، رسول خدا نے کہا ،"انظر اخوتکن من الرضاعة ، فانما الرضاعة من المجاعة "[۳۸]

صحیح مسلم کے شارح نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

"انظر اخوتکن" اس سلسلے میں تمھیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ رضاعت قانون اسلام کے تحت انجام دی گئي ہے یا نہیں ؟ کیونکہ شیر خوارگی کا تعلق کمسنی سے ہے ، اور اسی طرح ضروری ہے کہ المجاعة، کے معنی بھوک کے لئے جائیں ، یعنی ، یہ رضاعت باعث حرمت ازدواج اس صورت میں ہو گا کہ بچہ اتنا کمسن ہو کہ اس دودھ کے ذریعہ اسکی بھوک ختم ہو گئي ہو اور دیگر غذائوں کی احتیاج نہ ہو ، درانحالیکہ ایک جوان خالی دودھ سے سیر نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اسکی بھوک ختم ہو سکتی ہے بلکہ اسکو روٹی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ لہذا اگر ایک جوان ایک عورت کا دودھ پی لے تو اسکا فرزند رضاعی اور برادر رضاعی نہیں ہو سکتا ہے ، بلکہ صرف کمسنی (دو سال) میں دودھ پینے سے محرمیت پیدا ہوتی ہے ۔

سنن ترمذی میں یہ عبارت نقل ہوئي ہے کہ "لا یحرم من الرضاع الّا ما فتق الامعاء "یعنی رضاعت اسوقت موجب حرمت ازدواج ہو گی جب بچپنے میں عورت کا دودھ غذا کی جگہ ہو ، یا دوسرے لفظوں میں شیر خوارگی اس وقت حرمت کی باعث بنے گی جب طبق معمول دودھ پلایا جائے ، پھر نووی مزید لکھتے ہیں ، یہ مسئلہ فقہی کتابوں میں بہت مشہور ہے البتہ اس میں اختلافات بہت پائے جاتے ہیں [۳۹]

ہم نے اخری روایت کو جو نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور سنن ترمذی نے ام سلمی سے نقل کیا ہے اسکا تتمہ یہ ہے " الّا ما فتق الامعاء فی الثدی و کان قبل العظام "[۴۰]

ترمذی مزید لکھتے ہیں :

یہ حدیث صحیح ہے اور اکثر اصحاب کرام اور علمائے عظام اور دیگر حضرات نے اسی قول رسول (ص) کی روشنی میں عمل کیا ہے

---

۳۸ _ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۲ ، بخاری ج ۳ ص ۱۶۲ ، الموطا ء ج ۳ ص ۱۱۴

۳۹ _ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰ ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۶ ، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۴۵

۴۰ _ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۰

اور ان لوگوں کا حکم رسول (ص) کے مطابق نظریہ یہ ہے کہ، اگر بچے کے ابتدائي دو سال میں کوئي دودھ پلائے تو وہ بچہ محرم ہو جائے گا، لیکن اگر دو سال کے بعد کوئي دودھ پلائے تو حرمت پیدا نہ ہوگی، یہ حدیثیں عائشہ کے نظریہ کو رد کرتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے دیگر ازواج رسول (ص) نیز دوسری حدیثوں سے ٹکرلینے کے بجائے اپنی مشکلات کی عقدہ کشائي کے لئے قران سے ایک آیت ڈھونڈھ نکالی اور اسکے ذریعہ اپنے اکلوتے فتوے کو پروان چڑہاتی رہیں۔

عائشہ کہتی ہیں، ایک آیت رضاعت کے سلسلے میں نازل ہوئي تھی، جس میں محرمیت کے لئے دس مرتبہ دودھ پینے کو کافی جانا ہے اور یہ آیت حیات رسول (ص) میں ایک پتّہ پر لکھ کر تخت کے نیچے ڈالدی تھی، جب رسول (ص) اسلام بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمارداری میں مشغول تھے تو اچانک ایک بکری گھر میں گھس گئي اور لکھے ہوئے پتے کو جس پر یہ آیت لکھی تھی کھا گئي [۴۱]

دوسری روایت جو عائشہ سے مسلم نے نقل کی ہے:

عائشہ فرماتی ہیں، قران میں یہ آیت (عشر رضعات معلومات یحرمن) موجود تھی، پھر یہ آیت (خمس معلومات) سے منسوخ ہو گئي، پھر بھی اس آیت کی بعد وفات رسول (ص) تلاوت ہوتی رہی۔

عالم اہلسنت اور صحیح مسلم کے شارح نووی کہتے ہیں:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ عشر رضعات خمس معلومات سے منسوخ ہوئي، جو رسول اکرم (ص) کی اخری زندگی میں نازل ہوئي تھی، اور بعض لوگ (عشر رضعات کو) قران کی آیت سمجھ کر تلاوت کرتے رہے اور انکو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئي ہے۔

اس کے بعد نووی، شافعی اور مالکی فقہی نظریہ کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد قول مالکی کو بیان کرتے ہیں کہ ایک ادمی کے کہنے سے الفاظ و آیات قرانی ثابت ہو جائے گی۔

پھر قاضی عیاض کی بات کو نقل کیا ہے کہ، جوانوں نے جو دودھ پیا ہوگا وہ اس طریقے سے کہ عورتوں نے اپنے شیر کو پیالے میں نچوڑ کر انکو پلایا ہوگا نہ کہ پستان میں منھ لگا کر [۴۲]

۴۱_ صحیح مسلم ج۱۰ ص ۳۰_۲۹

۴۲_ عقد الفرید ج۴ ص ۱۵، شرح نہج البلاغہ ج۳ ص ۷

ام المومنین عائشہ مسئلہ رضاعت میں تمام ازواج رسول(ص) کی مورد انتقاد بنی رہیں پھر بھی اپنے نرالے فتوے پر عمل کرتی رہیں۔

عائشہ کی زندگی کے چند گوشے

عائشہ اپنی ساری زندگی تاریک و بھیانک ماحول اور مشکلات میں گذارنے کے باوجود اپنی ذہانت و فطانت سے مزاج کلام اور طنز کو خوب سمجھتی تھیں، اس سلسلہ میں تاریخ کے دامن میں ان کے واقعات یادگاری حیثیت سے اج بھی موجود ہیں۔

ابن عبد ربہ اپنی مشہور کتاب عقد الفرید میں لکھتے ہیں:

ایک روز حسن (ع) بن علی (ع) معاویہ کے پاس گئے عبد اللہ بن زبیر اور ابو سعید بن عقیل پہلے ہی سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، جیسے ہی امام حسن (ع) تشریف فرما ہوئے معاویہ نے پوچھا، اے ابا محمد (ص) علی (ع) و زبیر میں کون بڑا تھا۔

امام (ع) نے جواب دیا، سن کے اعتبار سے دونوں برابر تھے لیکن عظمت و منزلت کے اعتبار سے علی (ع) بڑے تھے۔

عبد اللہ بن زبیر نے کہا، خدا زبیر پر اپنی رحمت نازل کرے۔ امام علیہ السلام اس بات پر مسکرائے اور اس کے پس منظر میں معاویہ کی سیاست کو بھانپ لیا، لیکن ابو سعید بن عقیل غصے میں اکر کہنے لگے کہ، علی (ع) و زبیر کی باتوں کو چھوڑو، علی (ع) نے لوگوں کو اس امر کی طرف دعوت دی جسکے خود امام و پیشوا تھے لیکن زبیر نے لوگوں کو اس طرف بلایا جس کی ریاست و پیشوائي کا عہدہ ایک عورت کی گردن پر تھا؟

جس گھڑی دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئي تو زبیر نے جنگ سے فرار اختیار کیا اور قبل اسکے کہ حق کی پیروی کرتے ایک شخص نے ان کو مار ڈالا اگر زبیر کا مقابلہ ان کے قاتل سے کیا جائے تو بھی وہ اس سے ایک بالشت چھوٹے ہی نظر ائیں گے، قاتل نے ان کے سر کو تن سے جدا کیا پھر امام (ع) (علی (ع)) کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا، مگر امام (ع) کا کردار جس طرح لشکر رسول (ص) میں تھا اسی طرح اس دن بھی تھا پس خدا علی (ع) پر رحمت نازل کرے نہ کہ زبیر پر؟

عبد اللہ بن زبیر نے کہا، خدا کی قسم، اگر تمھارے علاوہ کوئي اور ہوتا تو میں اس کو بتا دیتا، ابو سعید نے کہا، امام حسن نے تمھارا خیال صرف اس لئے کیا کیونکہ تم سن میں بڑے ہو اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تم کو جواب نہیں دیا لہذا میں مجبور ہوا کہ تمھارا جواب دوں۔

اس قضیہ کی خبر عائشہ تک پہونچی ، ایک روز ابو سعید کا گذر ان کے گھر کی طرف سے ہوا ، انھوں نے ہانک لگائي ، اے احول ـ اے خبیث ـ آیا تم وہی ہو جس نے میرے بھانجے کو برا بھلا کہا ہے ـ

ابو سعید نے اس آواز پر چاروں طرف نگاہ دوڑائي مگر جب کسی کو نہیں پایا ، تو انہوں نے بآواز بلند کہا کہ ، شیطان تمھیں دیکھ رہا ہے مگر تم اسکو دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتے ہو ـ

چونکہ آواز عائشہ نے دی تھی لہذا اس جواب پر خوب ہنسیں اور کہنے لگیں ، خدا تمہاری مغفرت کرے ، تیری زبان کتنی تیز و تند ہے [۴۳]

اگر اپ نے مذکورہ واقعہ پر غور کیا ہوگا تو معلوم ہوا ہوگا کہ معاویہ کی چال یہ تھی کہ امام حسن (ع) کو زبیر کے بیٹے سے ٹکرا کر بغض و کینہ کی اگ لگا دے ، اور اسکی ہمیشہ یہی سیاست رہی کہ ایک سردار کو دوسرے کے خلاف بھڑکا دے ، اور ایسا ہی اس واقعہ میں ہوا کہ عبد اللہ بن زبیر معاویہ کے دام فریب میں اگئے تھے ، لیکن امام (ع) معاویہ کی کامل شناخت رکھتے تھے ، لہذا اسکے جال میں نہیں آئے ، اور اسی واقعہ میں اپ نے عائشہ کا کردار بھی ملاحظہ فرمایا اگر عائشہ کی ساری زندگی کے واقعات کو ایک جملہ میں سمیٹا جائے تو یہ ہوگا کہ ، اپنوں سے دوستی اور دشمن کے مقابلہ میں دشمنی ، عائشہ کی زندگی میں ایسے واقعات نہ جانے کتنی مرتبہ پیش آئے ہیں ، جنھیں خود احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

عمار یاسر کے ساتھ مالک اشتر عائشہ کے گھر گئے ، جب گھر میں داخل ہوئے تو عمار یاسر نے ام المومنین کہہ کر خطاب کیا ، عائشہ نے کہا ، میں تمہاری ماں نہیں ہوں ، عمار نے پوچھا ، اپ ہماری ماں کیوں نہیں ہیں اور اس سے کڑا ہتی کیوں ہیں ـ

عائشہ نے سوال کیا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے ، عمار نے کہا ، مالک اشتر ہیں

عائشہ نے مالک اشتر سے کہا کہ ، تم وہی مالک اشتر ہو جو میرے بھانجے کو قتل کرنا چاہتے تھے ـ

مالک اشتر نے کہا ـ جی ہاں ـ وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا لہذا میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا تھا ـ

عائشہ نے کہا ـ اگر تم اسکو مار ڈالتے تو ہر گز نیک و صالح نہ ہوتے کیونکہ میں نے پیغمبر (ص) اسلام سے سنا ہے کہ اپ (ص) نے

۴۳ـ مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۵

فرمایا: تین صورتوں میں مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے، اگر کوئي قتل کرے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے یا کوئي شخص بیوی رکھنے کے باوجود زنا کرے تو خون بہانا جائز ہے یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسکو مار دینا چاہیئے [۴۴]

یہاں پر بہتر ہے کہ ہم عائشہ سے سوال کریں کہ، اے ام المومنین، اپ نے اس قول رسول(ص) کو اپنے بھانجے کے سلسلہ میں کیوں نہیں یاد رکھا کہ جس نے مالک اشتر جیسے نیک انسان کو قتل کرنا چاہا؟

کیا مسلمان کے قتل کی حرمت صرف عبد اللہ بن زبیر سے مخصوص تھی، اور جو ہزاروں بے گناہ مسلمان خواہشات نفسانی کے تحت جنگ میں مارے گئے کیا اس حکم میں شامل نہیں تھے، یا انکے خون خدا و اسلام کی نظر میں بے وقعت تھے_

عائشہ کی زندگی کا ایک اور واقعہ جو ابھی تک تاریخ میں موجود ہے جس کو ابن عبد ربہ نے عقد الفرید میں یوں نقل کیا ہے_

جنگ جمل کے بعد ایک دن عبد القیس کے قبیلے کی عورت ام اوفی عبدیہ جسکے قبیلہ کے ہزاروں مشہور افراد جیسے حکیم بن جبلہ اسی جنگ میں مارے گئے تھے، عائشہ کے پاس گئي اور ان سے کہا، اے ام المومنین اس ماں کے بارے میں اپکا کیا خیال ہے جس نے اپنے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیا ہو_

عائشہ نے کہا، اس پر جہنم کی اگ واجب ہے

ام اوفی نے کہا، اپ اس ماں کے سلسلے میں کیا فرماتی ہیں جس نے اپنے بیسوں ہزار چھوٹے بڑے لوگوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا ہو_

عائشہ یہ سنکر چیخنے لگیں اور کہا، اس دشمن خدا کو گھر سے نکا لو_ [۴۵]

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ جنگ جمل کے تمام ہولناک واقعات عائشہ کے دل و دماغ پر مثل پہاڑ کے بوجھ بنے ہوئے تھے اور وہ انکی زندگی میں کبھی ختم نہیں ہوئے جو انکی ندامت و پشیمانی کی علامت ہے، نیز اسکے بعد جو باتیں پیش کروں گا شاید اسی سے مربوط ہوں گی_

جنگ جمل کے واقعات ایک طرف عائشہ کے لئے کبیدہ خاطر ہو رہے تھے تو دوسری طرف امویوں کے لئے مسرت و خوشحالی کے باعث بن رہے تھے اور یہ لوگ ہر دن کسی نہ کسی بہانے سے ضرور یاد کرتے تھے نیز جنگ جمل کے

۴۴_ عقد الفرید، عیون اخبار ج ۱ ص ۲۰۲

۴۵_ عقد الفرید ج ۲ ص ۴۵۵

واقعات کو ہوا دینے کے لئے مدد بھی کرتے تھے ۔

ابن عبد ربہ کا بیان ہے کہ بصرہ سے یزید بن منیہ معاویہ کے پاس گیا ، یہ یعلی بن منیہ کا بھائي اور رئیس بصرہ نیز جنگ جمل کا ایک سردار تھا اور جس اونٹ پر عائشہ بیٹھ کر جنگ کی سربراہی کر رہی تھیں اسکی مہار اسی نے پکڑی تھی ، پھر یعلی کی معاویہ سے رشتہ داری یوں تھی کہ اسکی بیٹی معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابو سفیان سے بیاہی تھی ۔

جب یزید بن منیہ نے اپنی مشکلات کو معاویہ سے بیان کیا تو اس نے کعب سے کہا کہ اسکو بیس ہزار دینار دیدو ، جب وہ رقم لیکر جانے لگا تو معاویہ نے پھر دستور دیا کہ چونکہ جنگ جمل میں شریک ہوا تھا لہذا تیس ہزار دینار اور دیدو [(۴۶)]

ایک روز عمرو عاص نے عائشہ سے کہا کہ ، کتنا اچھا ہوتا کہ اپ جنگ جمل میں مارڈالی گئي ہوتیں ، عائشہ نے کہا ۔ اے یتیم کیوں ؟

عمرو عاص نے جواب دیا ، اگر اپ مر گئي ہوتیں تو ہم لوگوں کو لشکر علوی (ع) سے ٹکرانے کا اچھا بہانہ مل جاتا [(۴۷)]

عائشہ اور عمرو عاص کے ما بین دوسری جھڑپ کو تاریخ یوں بیان کرتی ہے ۔

ایک روز عائشہ کے گھر امیر المومنین (ع) کے ہاتھوں ذوالثدیہ کے مارے جانے کا تذکرہ چھڑا ، راوی کہتا ہے کہ ام المومنین نے مجھ سے کہا کہ اگر تم کوفے جانا تو ہمارے لئے ان گواہوں کو لیتے انا جنھوں نے اسکو مارتے ہوئے دیکھا تھا ، میں کوفہ پہونچا اور شہر کے ہر گروہ سے دس افراد کو لیا اور عائشہ کی خدمت میں پہونچا دیا ، جب انھوں نے ان گواہوں کو دیکھا تو کہا ، عمرو عاص پر خدا کی لعنت ہو ، اس نے یہ کہا تھا کہ میں نے چھاتی والے انسان کو مصر میں مارا ہے [(۴۸)]

۴۶_ تاریخ کامل ج ۱ ص ۱۵۱

۴۷_ مستدرک ج ۴ ص ۱۳، سیر اعلام ج ۲ ص ۱۴۱

۴۸_ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۰۳

ابن کثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ عائشہ نے سر جھکا کر خوب گریہ کیا، جب گریہ ختم ہوا تو کہنے لگیں، خدا علی (ع) پر رحمت نازل کرے کیونکہ وہ ایک لمحہ بھی حق سے جدا نہیں ہوا ہمارے اور ان کے درمیان جو چپقلش اور دراڑ پڑی تھی وہ ایسی ہی تھی جیسے ایک بیاہی عورت کی سسرال والوں سے ہوتی ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہیکہ اخر عمر و عاص نے ایسا جھوٹا دعوا کیوں کیا اور اپنے کو ذو الثدیہ کا قاتل کیوں بتایا۔

یہ بات اس وقت واضح ہوگی جب رسول(ص) کی حدیثوں کو ملاحظہ کیا جائے جن کو محدثین اور مورخین نے ذوالثدیہ کی مذمت اور اسکے قاتل کی مدح و ستائشے میں نقل کی ہیں، ان حدیثوں کی وجہ سے عمر و عاص ذوالثدیہ کے قتل کا سہرا اپنے سر پر باندھنا چاہتا تھا۔

عائشہ کی زندگی کے واقعات کی جانچ پڑتال ختم کرنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ معاویہ کے حالات زندگی کی کرید کی جائے تاکہ جعل حدیث کے اسباب سامنے ائیں نیز اس بحث میں عائشہ کا اہم کردار بھی سامنے آئے گا۔

ہماری یہی کوشش ہے کہ وہ تمام جھوٹی حدیثیں جو اسلام کی سرنگونی کی علامت بن گئیں ہیں ان پر تنقید کی جائے تاکہ اسلام کا اصل چہرہ سامنے اجائے۔

فصل ششم

معاویہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

دور جاہلیت میں امیہ اور بنی امیہ، ہاشم اور بنی ہاشم کی ریاست و بزرگی پر بہت حسد کرتے تھے اس حسد سے نہ جانے کتنے نا خوشگوار واقعات رونما ہوئے لیکن اسلام سے پہلے امویوں کی بنی ہاشم سے اتنی سخت گھما گھی نہیں تھی، جیسے ہی زمانے نے کروٹ لیا اور عبد المطلب بن ہاشم کے پوتے نے دنیائے انسانیت کو اسلام کے نام سے ایک دین تحفہ میں دیا، اسی وقت سے امیہ کا پوتا ابو سفیان نے قریش و اسلام کے خلاف جنگ کرنے کا بیڑا اٹھا لیا، اکثر مقامات پر اسلام کے خلاف مشرکین مکہ کی ریاست و سربراہی کرتے ہوئے ابو سفیان نے اپنی تمامتر قوتوں کے ساتھ کمزور و ضعیف مسلمانوں کو اذیتوں اور شکنجوں میں بتلا کیا، اور جہاں تک ممکن تھا ان لوگوں کو ایذاء پہیونچائی۔

لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے اخر خداوند عالم نے اپنے رسول (ص) کی مدد و نصرت کر کے مکہ کو فتح کروآیا اور رسول اسلام (ص) نیز مجاہدین اسلام کے لئے مکہ میں انے جانے کا راستہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا۔

فتح مکہ کے بعد قریش کے علاوہ کوئي دوسرا قبیلہ نہ تھا جس نے اپنے دامن پر تا ابد ازاد شدگان کا ذلیل و حقیر کا ٹائیٹل لیا ہو، ابو سفیان کی ریاست بت عرب کی طرح چور چور ہوگئي اور عصر جاہلیت کے ضعیف و ناتواں، عمار، ابوذر، بلال، جیسے افراد سیاسی و معاشرتی حقوق کے علمبردار بن گئے، ایک روز ابو سفیان کا ان لوگوں کی طرف سے گذر ہوا انھوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ خدا کی تلوار اس دشمن خدا پر نہ پڑ سکی۔

ابو سفیان نے اتنی عمر پائي کہ خلافت ابو بکر کا زمانہ دیکھا اس دور میں اسکی خلیفہ وقت سے مڈ بھیڑ ہوگئي تو خلیفہ کے باپ (قحافہ) تعجب میں پڑ گئے، خلیفہ نے اپنے باپ سے یوں استدلال کیا، اے پدر بزرگوار، خدا نے ہمارے خاندان کو اسلام کی خاطر سربلند فرمایا ہے اور اسکے خاندان کو پستی میں ڈالدیا ہے۔

ابو سفیان نے عمر بن خطاب کا دور دیکھا اس زمانہ میں ایک روز خلیفہ وقت عمر نے شہر مکہ میں اسکو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اینٹوں کو رکھے۔

دوسری مرتبہ خلیفہ وقت نے ابو سفیان کے سر پر تازیانہ مارا، جب اسکی خبر بیوی تک پہونچی تو بہت ناراض ہوئي اور

خلیفہ سے غصے میں کہا، خدا کی قسم، اگر دور جاہلیت میں اسکو چھڑی مارتے تو تمھارے پائوں سے زمین نکل جاتی_ خلیفہ نے جواب دیا، تم سچ کہتی ہو، مگر کیا کیا جائے خدا وند عالم نے ایک گروہ کو اسلام کی وجہ سے عزیز و بلند اور دوسرے گروہ کو اسلام نے ذلیل و پست کر دیا_

زمانہ گذرتا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ عثمان بن گئے، اس دور میں بار دیگر اموی اقتدار میں اگئے اور بچوں کی طرح حکومت سے کھیلنے لگے، اور تمام شہروں پر بنی امیہ کی ایک ایک فرد حکومت کرنے لگی، اور وہ اپنے تاج و تخت پر بہت ناز کرنے لگے، یہی وہ زمانہ ہے جس میں متقی و صالح اصحاب رسول (ص) بار دیگر کمزور اور اذیتوں میں بتلا ہوگئے، اور عمار جیسے نیک و صالح پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ ا جانے لگا اور ابو ذر و مالک اشتر جیسوں کو چٹیل میدان میں جلا وطن کیا جانے لگا_

امویوں کے دل و دماغ غرور و نخوت سے اتنے بھر گئے تھے کہ ایک اموی نے کہا کہ عراق کی سر سبز و شاداب زمین قریش کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، ان تمام ظلم و ستم اور غرور و تکبر نے بلاد اسلامی کو ایسا گھیرا اور فتنہ و اشوب کے طوفان نے ایسا چکر میں لیا کہ اموی خلیفہ اپنے گھر ہی میں مار ڈالے گئے، اس سخت تجربے اور پےء در پےء ناکامیوں کے بعد مسلمانوں نے مہار خلافت کو امویوں سے چھین کر بنی ہاشم کے ہاتھوں میں دیدیا تاکہ عدالت علوی کی حکومت قائم ہو جائے، جیسے ہی مسلمانوں نے اس کام کو انجام دیا دوبارہ مدینہ کے اندر امویوں نے طوق ذلت اور قریش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا_ لیکن سر تسلیم خم کرنے کے بعد بھی سکون سے نہیں بیٹھے بلکہ ہر روز کسی نہ کسی بہانے سے حکومت علوی (ع) کے خلاف محاذ ارائي کرتے رہے تاکہ خلافت عثمان کے زمانے میں دل حکومت کرنے کی جو چٹکیاں لے رہا تھا اس کی امید بندھ جائے امام (ع) کی حکومت کے خلاف رفتہ رفتہ اتش جنگ اتنی بھڑک اٹھی کہ بصرہ خون میں ڈوب گیا پھر بھی انکو کوئي فائدہ نہ ہو سکا_

ان تمام ادوار میں معاویہ جو عمر کے زمانے سے شام کی امارت کو سنبھالے ہوئے تھا ہر دن اپنی حکومت کو وسیع و عریض کرنے کی تاک میں لگا رہتا تھا_

اسی لئے معاویہ نے امام (ع) کو خط لکھ بھیجا اور اس میں حکومت مصر و شام کا مطالبہ کیا، جب انحضرت (ع) نے نا مساعد جواب دیا تو خون عثمان کے نام پر ہزاروں لوگوں کو اکٹھا کر کے امام علیہ السلام سے جنگ کر لی جب جنگ سے کامیابی نہیں ملی تو معاملہ حکمیت پر جا کر روکا حکمیت کے بعد شام واپس آیا تو لٹیروں کو مسلسل بلاد اسلامی میں بھیجتا رہا تاکہ بے گناہ مسلمانوں کی

عورتوں کو اسیر بنائیں اور چھوٹے بڑے کو قتل کر کے گھروں میں اگ لگا دیں ، ان لٹیروں نے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور دیگر مامورین نے بھی اپنے ہاتھوں سے بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا ـ

حضرت علی (ع) کی شہادت کے بعد معاویہ نے امام حسن (ع) کی بیعت نہیں کی اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ عراق اگیا اور امام (ع) کے محافظ و اصحاب کو سکّوں کی لالچ دیکر خریدنا شروع کر دیا اور انکو خرید کر امام (ع) پر حملہ کروایا ـ

جب امام (ع) نے اپنے سپاہیوں کی جنگ سے کنارہ کشی کو دیکھا اور خود اپنے کو بھی بہت زخمی پایا تو معاویہ سے صلح کر لی اور اس صلحنامہ میں بہت ساری شرطیں رکھیں مگر اس نے ایک شرط پر بھی عمل نہ کیا ، جب کوفہ آیا تو اپنی تقریر میں ان باتوں کو پیش کیا کہ خدا کی قسم ، اے لوگو ، ہم نے تم لوگوں سے نہ نماز کی خاطر جنگ کی تھی اور نہ ہی روزہ کیوجہ سے ، ان امور کو تو تم لوگ انجام دیتے ہی ہو ، ہم نے صرف اس لئے تم لوگوں سے جنگ کی تاکہ تمھارے اوپر حکومت کروں ، اور جن شرائط پر حسن (ع) سے صلح ہوئی تھی ان سبکو اپنے قدموں تلے رکھتا ہوں ـ

معاویہ مجبور تھا کہ اپنی حکومت کی سیاسی بنیاد چاپلوسی پر رکھے اور اس نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال امپراطور روم سے مصالحت کر کے خراج دیا ، اور دمشق کے اطراف و اکناف میں سکوں کی تھیلیاں بھیجنے لگا ، سردار قبائل اور عرب کے مکاروں کو دولت و مقام نیز رشتہ داری کے ذریعہ دھوکہ دیا تاکہ ان لوگوں کی مدد سے اپنی حکومت کو ٹھوس اور ظلم و ستم کے ذریعے دولت کی جمع اوری کر سکے ،یہی وہ زمانہ ہے جس میں معاویہ نے اپنی سیاست کو بدلا ، اور ایک ظالم و جابر بادشاہ کی یاد تازہ کر دی ـ

ایک طرف سونے اور چاندی کی بوچھار ہونے لگی تو دوسری طرف تمام بلاد اسلامی کی پیداوار کو اپنے خونین پنجے میں کر لیا اور تمام باشندوں کو حکم دیا کہ جس طرح عجم کے بادشاہوں کو عید نوروز کے موقع پر تحفہ دیتے تھے اب مجھے بھی دو ، اس طرح بالکل روم و ایران کا امپراطور بن گیا تھا ـ

زمانہ معاویہ میں حدیث سازیاں

حکومت معاویہ کے اتے ہی اصحاب رسول (ص) نے جو حکومت علوی (ع) کے زمانے میں امیر المومنین (ع) کے ساتھ تھے

، بلاد

اسلامی میں گوشہ نشینی اختیار کرلی، کیونکہ امام حسن (ع) کی صلح کے بعد عوام نے ساتھ چھوڑ دیا تھا لہذا بار دیگر کمزور ہو گئے اسی وجہ سے ممالک اسلامی کے مختلف شہروں میں پھیل گئے اور جو میں نے یہ کہا کہ اصحاب رسول (ع) اچھی خاصی تعداد میں حضرت علی (ع) کے ساتھ اور جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے تھے، اسکو خود معتبر مورخوں نے بیان کیا ہے اور معاویہ کے ساتھ صرف تین افراد کا نام تحریر کیا ہے۔

تاریخ اسلام میں ذہبی لکھتے ہیں:

جنگ جمل میں انصار سے اٹھ سو افراد علی (ع) کے ہمراہ تھے اور سات سو وہ لوگ تھے جنھوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی نیز ایک سو بیس افراد وہ تھے جو پیامبر اکرم (ص) کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے [۴۹]

ابن خیاط اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"اٹھ سو وہ افراد جنھوں نے رسول (ص) اسلام کے ہاتھوں پر مقام رضوان میں زیر درخت عہد و پیمان کیا تھا، حضرت علی (ع) کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے تھے [۵۰]

وقعۃ صفین میں نصر بن مزاحم لکھتے ہیں:

جنگ صفین میں قیس بن سعد بن عبادہ نے ایک روز نعمان بن بشیر سے کہا۔ اے نعمان ذرا اس بات پر غور کرنا کہ معاویہ کے ساتھ غلام اور بیوقوف عربوں یا جنگل یمنیوں کے علاوہ کوئی اور ہے؟

ذرا اس پر بھی سوچ بچار کرنا کہ وہ متقی مہاجر و انصار اور تابعین کس کے لشکر میں ہیں جن سے خدا راضی ہے؟

پھر اس پر بھی غور کرنا کہ آیا تمھارے اور تمہارے دوست کے علاوہ کوئی اور معاویہ کے لشکر میں ہے؟ درانحالیکہ تمہارا نہ بدر کے مجاہدوں میں شمار ہوتا ہے اور نہ ہی تم بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور نہ کوئی آیت تمھاری مدح میں نازل ہوئی ہے اور نہ ہی تم نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی ہے۔ اپنی جان کی قسم۔ اگر اج کے دن تم ہم سے اور ہمارے لشکر سے ٹکرائے تو کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ تمھارا باپ اس سے پہلے ٹکرا چکا ہے [۵۱]

۴۹۔ تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۱۴۹

۵۰۔ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ نجف

۵۱۔ وقعۃ صفین ص ۴۴۹

قیس کی مراد بیعت عقبہ سے یہ تھی کہ انصار کے کچھ افراد نے ہجرت سے پہلے رسول(ص) اکرم کے دست مبارک پر عہد و پیمان کر کے اسلام کو قبول کیا تھا_

پدر نعمان کے مخالفت سے قیس کی مراد یہ تھی کہ اسکا باپ سقیفہ میں ابو بکر کی بیعت لینے میں بہت اگے اگے تھا ، اور نعمان کے باپ ہی کی بدولت ابو بکر تخت خلافت پر آئے تھے ، ہم نے اپکی خدمت میں قدیم و معتبر مورخوں کی عبارتوں کو پیش کیا جن سے اپ نے اس بات کو ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ اصحاب رسول اور مجاہدین سارے کے سارے حکومت علوی (ع) کے زمانے میں لشکر علی (ع) میں تھے ، لیکن معاویہ کے لشکر میں سوائے دو صحابیوں کے کوئی اور نہیں تھا_

وہ بھی ایسے تھے جو نہ اسلام میں سبقت رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی کارنامہ دکھایا تھا اور نہ ان کا کوئی خاص مقام تھا_

جب حضرت امیر المومنین (ع) کی شہادت ہوگئی تو ان تمام اصحاب نے اسلامی سرزمین کے مختلف شہروں میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور جہاں بھی رہے ہوں گے عقیدتمند مسلمان ان کے اردگرد ضرور اٹھتے بیٹھتے رہے ہوں گے پھر ان لوگوں نے حدیث رسول (ص) کو بیان کیا ہوگا تو مومنین نے ضرور سنا ہوگا یا لکھ کر لئے گئے ہونگے تاکہ ان حدیثوں سے احکام الہی کی شناخت کر سکیں_

البتہ یہ بھی تصور کیا جا سکتا ہے کہ جب صفین و جمل اور عثمان کے زمانے کا تذکرہ ہوا ہوگا تو اس زمانے کی گرما گرم باتیں ضرور بیان کی ہونگی ، پھر اس میں امویوں کے عیوب و نقائص اور سیاہکاری و جنایتکاری کا ضرور تذکرہ کیا ہو گا ،_ کبھی خلیفہ اول و دوم کے دور کی باتیں چھیڑی ہوں گی اور زمانے کی فتوحات کا ذکر کیا ہو گا تو اس میں بھی بنی امیہ کا کوئی اہم کردار نظر نہیں آیا ہوگا_

کبھی عصر رسول (ص) کی جنگوں اور کفار قریش نے جو مسلمانوں کو اذیتیں پہونچائی تھیں ان کو بیان کیا ہوگا تو ان تذکروں نے سامعین کے قلوب کو ان سے متنفر کر دیا ہو گا اور بنی ہاشم کے کارنامے اور فضائل کو سنکر ان کے قلوب ان سے کھنچ گئے ہوں گے
_

ان تمام باتوں میں اکثر بنی امیہ کے اخلاق و کردار کی مذمت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں رہی ہو گی_

ان اصحاب کرام نے جب بدر کی داستان کو بیان کیا ہوگا تو ضرور کہا ہو گا کہ معاویہ کا دادا اور ماموں نیز بھائی اور خاندان والے اسی جنگ میں مارے گئے اور ستر افراد قریش کے اور معاویہ کے خاندان کے اسیر بنائے گئے تھے_

جب جنگ احد کا تذکرہ چھڑا ہوگا تو ان لوگوں نے ضرور بتایا ہوگا کہ معاویہ کا باپ ابو سفیان نے اس جنگ کا بیڑا اٹھا رکھا تھا_

اور معاویہ کی ماں ہندہ نے رسول کے دلیر چچا حمزہ کے سینے کو چاک کر کے انکے جگر کو چبایا تھا پھر یہ بھی بیان کیا ہو گا کہ ایک دن ابو سفیان نے چیخ مار کر کہا تھا کہ، شاباش ہبل، جس وقت حسان کا شعر جو ہندہ کی مذمت میں کہا تھا اسکو پڑھا ہو گا تو معاویہ کی ناپاک ولادت کی تشریح کی ہو گی_

ایک روز فتح مکہ کا چرچا کیا ہوگا تو اس میں ابو سفیان و معاویہ کے ظاہری اسلام کی دلیل یہ دی ہو گی کہ رسول اکرم (ص) نے ان دونوں کو جنگ حنین کے مال غنیمت سے مولفۃ القلوب میں شمار کرتے ہوئے بہت سارے اموال دیئے تھے_

لیکن رسول (ص) اسلام کی نظر عنایت ان دونوں پر کار فرمانہ ہو سکی اور ابو سفیان نے مسلمان ہونے کے بعد کہا، کاش میں قدرت رکھتا تو لوگوں کو اس شخص (محمد) کے خلاف بھڑکا دیتا_

جنگ صفین میں مسلمانوں نے ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر جب پیٹھ دکھائی تو اس (ابو سفیان) نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی کیا ہے یہ لوگ شکست کھا کر دریائے سرخ تک بھاگیں گے وفات رسول(ص) کے بعد جنگ یرموک میں جب مسلمان شکست کے قریب تھے تو اس (ابو سفیان) نے ہانک لگائی تھی، رومیوں زندہ باد، پھر تھوڑی دیر بعد نہایت افسوس کے ساتھ اس شعر کو پڑھا، کیا روم کے بادشاہوں میں سے کوئی بھی اس مقام پر نہیں ہے ؟

یہ تمام باتیں معاویہ جیسے ظالم و جابر کی حکومت کے زمانے میں ہوتی رہی ہونگی تو معاویہ نے بھی اپنے دادا اور باپ کی شجاعتوں کا تذکرہ کیا ہو گا_ کیونکہ عرب ان تذکروں کو سننا بہت پسند کرتے تھے لہذا اس راہ میں جو ہاتھ آیا اس کو انجام دیا اور جو کچھ معاویہ نے اسلام کے خلاف محاذ آرائی کی تھی اس سے دستبردار نہیں ہوا، لیکن اسکے افکار جاہلی کو ان ہی چند اصحاب نے چکنا چور کر دیا تھا، ان باتوں سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ ان اصحاب رسول(ص) کی طرح نہیں تھا اور جو کچھ اس نے مدینہ میں تھوڑی بہت زندگی گذاری تھی ان لوگوں کے عادات و اطوار کو نہ سیکھ سکا_ میں ان چیزوں کو پیش کروں گا جو معاویہ کی حکومت کے زمانے میں رائج ہوئیں_

معاویہ نے اپنی حکومت میں رباخواری کو عام کیا شراب کے مشکیزے اسکے گھر میں لائے گئے نیز مسلمانوں کے بیت المال سے خواہشات نفسانی کی اگ بجھائی شہر کے خطیبوں نے اسی کے سامنے تعریف کی اور عصر جاہلیت کے طور

طریقے پر فخر و مباہات کی محفلیں قائم کی پھر اپنے حاشیہ نشینوں سے تکبرانہ لہجے میں کہا ، قریش کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ان میں سب سے بافضیلت ابو سفیان و معاویہ ہیں اگرچہ رسول(ص) خدا کو خداوند عالم نے نبوت دیکر باعظمت بنا دیا تھا ، میں سمجھتا ہوں کہ اگر تمام لوگ فرزند ابو سفیان ہوتے تو سب کے سب صاحب عقل و تدبر ہوتے ـ[۵۲]

اس سے بڑھ کر فخر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اگر ابو سفیان تمام لوگوں کا باپ ہوتا تو سارے کے سارے صاحب علم و دانش ہوتے ـ

معاویہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھا کہ اسکا باپ بلند ترین فرد ہے اور قریش میں سب سے بڑا خود ہے ، اور رسول(ص) کے علاوہ سبھی اس سے پست ہیں ، اگرکوئي شخص اس زمانہ میں چاہتا تو اسکے فخر و مباہات کے مقابلے میں صرف اتنا کہہ دیتا کہ ـ جی ہاں ـ معاویہ اپنی حکومت کے بل بوتے پر دوسروں پر اپنی فوقیت جتا رہا ہے نہ کہ اپنے ذاتی کمالات پر ـ

معاویہ اور بنی امیہ کے بارے میں بزرگوں کا فیصلہ

معاویہ اپنی حکومت کے زمانے میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور غرور و تکبر اس میں اتنا اگیا تھا کہ اس نے اپنی حکومت میں سوائے اپنے قوم و قبیلہ کو بڑھانے کے کچھ نہ سوچا ، وہ اس کے پس منظر میں اپنی حکومت کو بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتا تھا ، مگر اپنی خواہشات کو کس طرح عملی جامہ پہنائے ، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان صحابي امام اور دلیر شخص صعصعہ بن صوحان موجود ہیں ، جو یہ کہہ دینگے کہ تم اور تمہارا باپ اسی گروہ میں تھا جو پیغمبر اکرم (ص) سے لڑنے آیا تھا ، اور تو ایک ازاد کردہ کا ازاد کیا ہوا بیٹا ہے جن پر رسول (ص) خدا نے احسان کرکے ازاد کیا ہے پھر کس طرح ممکن ہے کہ خلافت کی باگ ڈور ایک ازاد کردہ کے ہاتھوں میں رہے[۵۳] یا یہ کہ جب ابو ہریرہ اور ابو دردا معاویہ کے نمائندے بنکر امام (ع) کے پاس آئے تھے تو اس وقت عبد الرحمن بن غنم اشعری نے یہ کہا تھا کہ ، اخر معاویہ کیسے خلیفہ بننا چاہ رہا ہے جبکہ وہ ان لوگوں میں ہے جن کے لئے خلافت کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور معاویہ کا باپ (ابو سفیان) اس گروہ کا سردار تھا جو

۵۲ـ تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۹ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۹

اسلام کے خلاف جنگ کرنے آیا تھا [۵۴]

پھر معاویہ کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جبکہ عمر نے اپنی حکومت کے زمانے میں یہ کہا تھا کہ خلافت ازاد کردہ یا انکے فرزندوں نیز فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کا حق نہیں ہے اور یہ لوگ اس مقام تک پہونچنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور نہ لگائیں [۵۵]

جب حضرت علی (ع) نے خطبہ دیا تو لوگوں کو یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا کہ، معاویہ ان میں سے ہے جسکو خداوند عالم نے نہ دین میں سبقت عطا کی اور نہ ہی کوئي فضیلت رکھتا ہے وہ ایک ازاد کردہ کا فرزند ہے کہ جس نے اسلام کے خلاف تمام جنگوں میں شرکت کی تھی اور اسکا باپ (ابو سفیان) ہمیشہ دشمن خدا و رسول (ص) رہا ہے اور جب ظاہری طور پر اسلام کو قبول کر لیا تب بھی اس سے کڑھتا رہا [۵۶] ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ، اے معاویہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو ایک ازاد شدگان میں سے ہے جن کے لئے خلافت کرنا جائز نہیں ہے اور تجھے تو مسلمانوں کے امور میں ٹانگ لڑانے کا حق بھی نہیں ہے [۵۷]

جنگ صفین میں علوی (ع) لشکر کے ایک سردار عبد اللہ بن بدیل نے معاویہ کے بارے میں کہا تھا کہ، وہ اس چیز کا دعوا کر رہا ہے جو خود اسکی نہیں ہے اور اس شخص (علی (ع)) سے جھگڑا کر رہا ہے جسکو خلافت کرنے کا حق ہے، پس اس گروہ سے جنگ کرو جو خلافت کو ہتھیانے میں لگا ہے اور ہم نے پیامبر اکرم (ص) کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کی تھی پس خدا کے واسطے اپنے اور دشمن خدا سے لڑنے کے لئے امادہ ہو جاؤ خدا تم لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے گا [۵۸]

امام علیہ السلام کے وفادار صحابی عمار یاسر نے جنگ صفین میں معاویہ کے سلسلے میں بآواز بلندیوں کہا کہ، اے مسلمانو، کیا تم لوگ اس شخص (معاویہ) کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے خدا و رسول (ص) سے دشمنی و عداوت میں ان سے جنگیں لڑیں، مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کو ہوا دی اور مشرکین کی پشت پناہی کی، جب اس نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین

۵۳_ مروج الذھب ج ۳ ص ۵۰

۵۴_ استیعاب ج ۲ ص ۴۱۷، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۸

۵۵_ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، طبقات الکبری ج ۳ ص ۲۴۸ مطبوعہ لیدن

۵۶_ وقعۃ صفین ص ۲۲۷، طبری ج ۶ ص ۴، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۵

۵۷_ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴، شرح نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۵

۵۸_ وقعۃ صفین ص ۲۶۳، طبری ج ۶ ص ۹، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۸، استیعاب ج ۱ ص ۳۴۰

کو مستحکم کر کے اپنے رسول (ص) کو غلبہ حاصل کرا دیا تو پیامبر اکرم (ص) کے پاس آیا پھر مسلمان ہوا جبکہ خدا اسکے دل کو خوب جانتا تھا کہ اس نے صدق دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا ہے بلکہ خوف جان اور طمع مال کی وجہ سے مسلمان ہوا ہے، اور جب رسول اکرم (ص) اس دنیا سے چلے گئے تو خدا کی قسم یہ (معاویہ) مسلمانوں کا دشمن اور کافروں کا دوست بن گیا، اگاہ ہو جاؤ یہ شخص معاویہ بن ابو سفیان ہے اس پر لعنت بھیجو کیونکہ خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے اور اس سے جنگ و قتال کرو اس لئے کہ یہ چاہتا ہے کہ نور خدا کو گل کر کے ظلمت و تاریکی پھیلائے (۵۹)

اسود بن یزید نے معاویہ کے سلسلے میں ام المومنین عائشہ سے کہا :

اے ام المومنین آیا اپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص جو ازاد کردہ ہے اور صحابی رسول(ص) سے خلافت کے سلسلے میں جھگڑا کر رہا ہے۔

عائشہ نے جواب دیا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے یہ حکومت ہے خدا جسے چاہے عطا کر دے اس میں نیک و بد کی قید نہیں ہے جس طرح فرعون الوہیت کا دعوا کرنے کے با وجود سالہا سال مصر میں حکومت کی اور اسکے علاوہ دوسرے بھی اس عہدے پر پہونچے ہیں (۶۰)

امام حسن (ع) نے معاویہ کو خط لکھا کہ، اے معاویہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم اج اس عہدے پر برا جمان ہو گئے جس پر کسی صورت میں برا جمان ہونے کے لائق نہ تھے کیونکہ تم نہ دین میں کوئی منزلت رکھتے ہو اور نہ ہی اسلام لانے میں سبقت کی پھر تم اسکے فرزند ہو جس نے اسلام کے خلاف محاذ ارائوں کی سر براہی کی تھی اور وہ اسلام و قران اور رسول (ص) کا سخت ترین دشمن تھا (۶۱)

شعبہ بن عریض نے معاویہ سے کہا تھا کہ، تم نے دور جاہلیت میں بھی اور اسلام لانے کے بعد بھی حق کو کچلا، دور جاہلیت میں رسول (ص) و وحی الہی کے خلاف اتنی جنگ کی کہ خدا وند عالم نے اسلام ہی کو پیروز و کامیاب بنا کر تمھارے برے نقشے کو ملیا میٹ کر دیا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد تم نے یہ کیا کہ جب فرزند رسول (ص) تخت خلافت پر پہونچا تو تم

۵۹_ صفین ص ۲۴۰، طبری ج ۶ ص ۷، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۶

۶۰_ در منثور ج ۶ ص ۹ ابدایہ و النہایہ ج ۸ ص ۱۳۱

۶۱_ مقاتل الطالبین ص ۲۲ شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۱۲

اسکی حکومت کو گرانے کے چکر میں لگ گئے ، اے معاویہ تمہیں خلافت سے کیا سروکار ہے تم تو ازاد کردہ کے ازاد کئے ہوئے فرزند ہو (۶۲)

ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں کا حامل اور فضیلت و منزلت سے کوسوں دور رہنے والا معاویہ کیسے حکومت کو خاندانی بنائے اور یہ تمام باتیں جو اسلام کی مشہور شخصیتوں نیز معاویہ کے ہم عصروں نے کہی ہیں اور اسکی سیاہکاری اس حدتک پہونچی ہوئي تھی تو کیسے عائشہ معاویہ کی صفائي پیش کر رہی ہیں کہ یہ حکومت ہے خدا جسے چاہے دیدے اگرچہ براہی کیوں نہ ہو ، جی ہاں ، اگر اس طرح کا بیان نہ دیتیں تو پھر اسلامی حکومت کا لباس معاویہ کے نا موزوں جسم پر کیسے اتا ۔

پھر اس حکومت کو معاویہ کیسے خاندانی بنائے کیونکہ اسلام معاشرے میں صاحب عظمت و فضیلت افراد موجودہیں اور ہم نے بیان بھی کیا ہے کہ اما حسن (ع) و حسین (ع) علیھما السلام جیسی شخصیتیں جو خاندان بنی ہاشم کی تمام بزرگیوں اور فضیلتوں کے وارث اور نواسئہ رسول (ص) نیز لوگوں میں کافی محبوب تھے ۔

لہذا معاویہ نے یہ کام کیا کہ ایک طرف اپنی حکومت کے ستون کو مستحکم کیا ، دوسری طرف اس حکومت کو موروثی بنانے کے لئے لوگوں کو خاندان رسول (ص) و ال علی (ع) سے دور رکھا تاکہ لوگ اس سے اور اسکے خاندان کی طرف مائل ہونے لگیں ، اسی بناء پر معاویہ نے خاندان علی (ع) و اصحاب رسول (ص) سے اتنی ہولناک جنگ لڑی جس کے خوف سے بچے بوڑھے ہو گئے اور مسلمانوں کے خون سے زمینیں رنگین ہوگئیں پھر انکی عورتوں کو اسیر کر کے بازاروں میں بیچا گیا ۔

معاویہ نے اس ہدف تک پہونچنے میں کسی چیز سے دریغ نہیں کیا دولت ، ثروت ، حیلہ سب کو اسی طرح استعمال کیا جس طرح اپنی حکومت کے سلسلہ میں استعمال کیا تھا ، اور جسکے ذریعہ سادہ لوح افراد کو اپنی طرف کھینچا تھا وہ حیلہ قصاص خون عثمان کا تھا ، جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا تھا ۔

۶۲_ اغانی ج۳ ص ۲۵ ، اصابہ ج۲ ص ۴۱

اپنے کرتوت پر جعلی حدیثوں کا غلاف

معاویہ کے اس پروپیگنڈے کے پیچھے دو اہداف پوشیدہ تھے_١_ اس پروپیگنڈہ سے لوگوں کے ذہن و دماغ کو حقائق سے دور کر کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو چھین لے_٢_اپنی فکر کو جو عرب کی جہالت اور شام کے عیسائي تہذیب سے بھری ہوئي تھی بیوقوف اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن میں بھر دے_

اس بحث میں اپ دیکھیں گے کہ اس نے اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے کن کن وسائل کا سہارا لیا تھا ، اور خاندان رسول (ص) محافظ اسلام و قران خاص طور سے حضرت علی (ع) جو بے نظیر فضائل و کمالات کے مالک تھے اور ان فضائل و کمالات کی وجہ سے لوگوں کے قلوب کو محو کئے تھے کس طرح داغدار کیا تھا اور جہاں تک ممکن ہوا ان کے فضائل و کمالات کو تحریف کیا ، پھر ان تحریف کئے ہوئے مطالب و مفاہیم کو مسلسل پروپیگنڈہ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بٹھایا ، تاکہ سادہ لوح افراد اسلام و قران کے چشمہ زلال جو بعد رسول (ص) اہلبیت علیھم السلام تھے سے متنفر ہو جائیں_

طبری لکھتے ہیں :

معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ جانے سے پہلے اپنی خدمت میں بلوایا اور اس سے کہا ، میں چاہتا ہوں کہ تم سے کچھ باتیں کروں لیکن چونکہ تم کافی ذہین ہو لہذا اس بات کو چھوڑ دیتا ہوں ، مگر ایک بات جو تم سے کہنا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علی (ع) کو برا بھلا کہنے سے کبھی نہ چوکنا اور ہمیشہ عثمان کی اچھائیوں کو بیان کرنا ، دوسری بات یہ ہے کہ شیعیان علی (ع) کی عیب جوئي نیز ان لوگوں کو اذیت و تکلیف دینے میں کسی قسم کی رعایت نہ کرنا ، اور عثمان کے چاہنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا_

مغیرہ نے کہا ، ہم اپنی ذات سے غافل نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں میرا کافی تجربہ ہے اور بہت سارے امور کو انجام دے چکا ہوں ، اب تم (معاویہ) بھی مجھے ازما لو اگر میرا کام پسند آیا تو میری تعریف کرنا ورنہ اس کام سے معزول کر دینا_

معاویہ نے کہا ، نہیں انشاء اللہ تمہاری تعریف ہی کروں گا (٦٣)

کتاب احداث میں مدائنی نقل کرتے ہیں :

جب معاویہ تخت خلافت پر اگیا تو اپنے تمام حکمرانوں کو لکھا کہ جو بھی ابو تراب(ع) اور خاندان علی (ع) کے فضائل کو بیان کرتا نظر آئے اسکو جان سے مارڈالو اور اسکے مال و اسباب کو لوٹ لو_

٦٣_ طبری ج ٦ ص ١٠٨ ، ابن اثیر ج ٣ ص ٢٠٢

اس دور میں اہل کوفہ نیز شیعیان علی (ع) زیادہ اذیت و تکلیف میں گرفتار ہوئے _

دوسری مرتبہ امیر شام معاویہ نے تمام شہر کے والیوں کو حکم دیا کہ ، محبان علی (ع) اور انکے خاندان والوں کی کوئي گواہی قبول نہ کی جائے _

اور جو لوگ عثمان کے فضائل کو.بیان کر رہے ہوں اور وہ لوگ تم لوگوں کی حکمرانی میں زندگی گذار رہے ہوں انکو خوب اچھی طرح پہچان لو اور انکے ساتھ احترام و اکرام سے پیش ائو اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک جگہ دو نیز ان کے باپ اور خاندان کا نام لکھ کر ہمارے پاس روانہ کرو ، جیسے ہی یہ فرمان جاری ہوا تو ضمیر فروش اور دنیا پرست لوگ حدیثیں گڑھنے لگے اور عثمان کے فضائل اتنے گڑھے کہ ایک حدیث کا انبار ہو گیا ، کیونکہ معاویہ نے دولت و ثروت اور فاخرہ لباس نیز جو کچھ ہاتھ میں تھا ان سب کو اس راہ میں بے دریغ خرچ کیا تھا _

نتیجہ یہ ہوا کہ جو بھی ضمیر فروش معاویہ کے حکمرانوں کے پاس گیا عثمان کی مدح میں ایک حدیث.بیان کردی تو ان کا مورد توجہ بن گیا اور اسکا نام لکھ لیا اسکے بعد حکومت کے کسی عہدے پر فائز کر دیا گیا ، معاویہ نے ایک مدت کے بعد اپنے حکمرانوں کو دوسرا دستور دیا کہ ، اب عثمان کے فضائل بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور ان فضائل کا تمام شہروں میں کافی پرچار بھی ہو گیا ہے ، لہذا تم لوگ خلفاء ثلاثہ اور فضائل صحابہ کے بارے میں لوگوں سے اسی طرح حدیثیں گڑھو ائو جس طرح ابو تراب کی فضیلت کے سلسلے میں حدیثیں ہیں _

میری نظر میں یہ کام بہت اچھا رہے گا اور مجھے اس کام سے بہت تقویت ملے گی ، کیونکہ ابو تراب(ع) اور ان کے چاہنے والوں کے دلائل و براہین کی کاٹ کرنے کے لئے اس سے زیادہ بہتر کوئي اسلحہ نہیں رہے گا ، اور ان کے چاہنے والوں کو چڑہانے کے لئے فضائل عثمان میں نقل کی گئیں حدیثیں زیادہ مناسب رہیں گی _

معاویہ کا حکم لوگوں کو سنایا گیا جسکے نتیجہ میں بہت ساری جھوٹی حدیثیں معرض وجود میں ائیں جس کا حقیقت سے کوئي واسطہ نہیں ہے _

اہستہ اہستہ ان احادیث کو بیوقوفوں نے منبروں سے بیان کرنا شروع کر دیا پھر معلم مکتب نے بچوں کے حوالے کیا

انھوں نے ان حدیثوں کو یاد کیا پھر ان بچوں سے نوجوانوں نے لیا اور اس طرح قران کریم کی طرح ان جھوٹی حدیثوں کی تلاوت اور حفظ کیا جانے لگا ، پھر مردوں کی جزم سے ہوتی ہوئی عورتوں کے مکاتب و معاشرے میں پہونچیں ، انھوں نے ان احادیث کو مسلمان لڑکیوں میں پہونچایا اور ان لوگوں نے اپنے غلام و خادم کی خدمت میں بیان کیا اسی طرح ایک مدت تک یہ حدیثیں اسلامی معاشرے میں گھومتی رہیں ۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جھوٹی حدیثیں انے والی نسلوں کے لئے دردسر بن گئیں اور جس عالم و مفتی اور قاضی و حاکم نے ان جھوٹی حدیثوں کو دیکھا اس پر یقین کر لیا (۶۴)

محدث بزرگ و مشہور عالم حدیث ابن عرفہ نے اپنی تاریخ میں ان مطالب کو ذکر کیا ہے جو مدائنی کے قول کی تصدیق کرتی ہے ، یہ لکھتے ہیں :

اکثر جھوٹی حدیثیں جو فضائل صحابہ کو بیان کرتی ہیں بنی امیہ کے زمانے میں گڑھی گئي ہیں کیونکہ حدیث سازوں نے اسکے ذریعہ خلافت کی مشینروں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اور امویوں نے ان جھوٹی حدیثوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کی کوشش کی تھی کہ بنی ہاشم کے سر کو عالم اسلام میں جھکا کر رکھ دیں (۶۵)

البتہ معاویہ نے صرف اپنی حکومت کے زمانے میں حدیث گڑھنے کا کارخانہ نہیں کھولا تھا ، بلکہ اس سے پہلے بھی اس کام کو انجام دے چکا تھا ۔

طبری بیان کرتے ہیں :

جب امام (ع) کے صحابی اور حاکم مصر قیس بن سعد نے معاویہ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور انکی طرف سے با لکل مایوس ہو گیا تو بہت پریشان ہوا لہذا معاویہ نے ایک حیلہ تیار کر کے اہل شام کو بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ قیس بن سعد نے ہماری پیشنہادوں کو مان لیا ہے اور انھوں نے ہماری مدد کرنے پر اپنی کمر باندھ لی ہے لہذا تم لوگ انکو دعائے خیر دو ، پھر اپنی جیب سے ایک جھوٹا خط ان کی طرف سے نکالا اور اسکو لوگوں کے سامنے پڑھا جس میں یہ تھا کہ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط ہے امیر شام معاویہ بن ابو سفیان کے نام قیس بن سعد کی طرف سے ، اپ پر سلامتی ہو ،

---

۶۴ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۶

۶۵ ۔ شرح نہج البلاغہ ص ۱۵ ، فجر الاسلام ص ۲۱۳

عثمان کا قتل عالم اسلام میں بہت بڑا حادثہ ہے میں نے بہت غور و فکر کیا تو اس نتیجے تک پہونچا کہ امام (ع) (علی (ع)) کے متقی و پرہیز گار گروہ کے ساتھ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے نہیں رہونگا ، اور اپنے گذشتہ گناہ کی معافی وتلافی اپنے خدا کی بارگاہ میں کرونگا ، خدا سے میری بس یہ دعا ہے کہ میرے دین و ایمان کو سالم رکھے اگاہ ہو جائو کہ ہم (قیس) اج کے بعد تمھارے (معاویہ) کے ساتھ ہیں اور قتل عثمان کے سلسلہ میں جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ وہ خلیفہ امت تھا جسکو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا _

پس جتنا تمھیں دولت و ثروت نیز سپاہیوں کی ضرورت ہے اسکو میرے پاس لکھ کر بھیجو ہم تمھاری ہر طریقے سے مدد و نصرت کرنے کے لئے امادہ ہیں ، امیر (معاویہ) پر ہمیشہ خدا کی نظر و کرم رہے [۶۶]

جی ہاں _ معاویہ ذرہ برابر جھوٹ بولنے سے خوف نہیں کھاتا تھا اور اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کے لئے اس نے ان ہی چیزوں کا سہارا لیا لیکن جسوقت حکومت پر قبضہ کر لیا اور تمام سرزمین اسلامی کا حاکم بن گیا تو جعلی حدیثوں کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی لہذا مجبور ہوا کہ ان ضمیر فروشوں سے حدیث بنوائے ، یہ جنگ سرد تھی مگر پروپیگنڈے کی جنگ تھی ، اسی لئے ہر ادمی بازی لے جانے کی فکر میں تھا اگر چہ ایک گروہ کا جہاں فائدہ ہو رہا تھا اسی جگہ دوسرے گروہ کا بڑا نقصان ہو رہا تھا _

اس دور میں کچھ ضمیر فروش صحابہ کا گروہ جن میں مغیرہ بن شعبہ ، عمر وعاص ، سمرۃ بن جندب ، اور ابو ہریرہ جیسے افراد جو ہمیشہ مقام ودولت کے بھوکے تھے مگر دین و منزلت کے اعتبار سے کوئی خاص اہمیت کے حامل نہ تھے ، معایہ سے جا ملے _

مشہور عالم اہلسنت ابن ابی الحدید معتزلی اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے نقل کرتا ہے معاویہ نے بعض صحابہ وتابعین کو خریدا تاکہ وہ علی (ع) کو برا بھلا کہہ کر انکے دامن کو داغدار کریں ، اور لوگ ان سے متنفر ہو جائیں ، ان لوگوں کو معاویہ اچھی خاصی تنخواہیں دیتا تھا تاکہ یہ لوگ اپنے کاموں میں تساہلی نہ برتیں ، ان لوگوں نے معاویہ کے کہنے پر حدیثیں گڑھیں ، جن میں صحابہ سے ابو ھریرہ ، عمرو عاص ، اور مغیرہ بن شعبہ جیسے افراد تھے اور تابعین سے عروہ بن زبیر تھا _

زھری بیان کرتے ہیں :

عروہ بن زبیر نے معاویہ کے کہنے پر عائشہ سے ایک حدیث نقل کی کہ اپ (عائشہ) نے کہا کہ میں رسول (ص) کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ _ عباس و علی (ع) اتے ہوئے نظر آئے رسول (ص) خدا نے فرمایا اے عائشےہ یہ دونوں کافر مریں گے _

عبد الرزاق، معمر سے نقل کرتا ہے کہ زہری کے پاس دو حدیثیں تھیں جو عروہ نے عائشہ سے بیان کی تھیں یہ دونوں حدیثیں علی (ع) کے بارے میں ہیں _

۶۶_ طبری ج ۵ ص ۲۳۰ ، نجوم الزاہرۃ ج ۱ ص ۱۰۱

معمر کہتا ہے کہ میں نے ایک روز زہری سے ان حدیثوں کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے جواب دیا کہ تمھیں ان حدیثوں سے کیا کام ہے، خدا بہتر جانتا ہے یہ دونوں حدیثیں ہیں یا بنی ہاشم پر بہتان و الزام ہے_

میں نے پہلی حدیث عروہ سے اوپر بیان کی تھی اب دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے_

عروہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ، میں رسول (ص) کے پاس بیٹھی ہوئي تھی تو علی (ع) و عباس اتے ہوئے نظر آئے رسول خدا (ص) نے فرمایا: اے عائشہ_ اگر دو جھنمی کو دیکھنا چاہتی ہو تو دیکھ لو، میں نے کیا دیکھا کہ علی (ع) و عباس ہیں (۶۷)

اسی قسم کی حدیثیں جو عمرو عاص نے گڑھیں ہیں، اسکو بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے_

عمرو عاص کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر اکرم (ص) کو باآواز کہتے ہوئے سنا کہ، ال ابو طالب ہمارے محبوں میں نھیں ہیں، بلکہ ہمارے اور خدا کے محب مومن و متقی لوگ ہیں (۶۸)

بخاری نے دوسری روایت میں مزیدیوں بیان کیا ہے: پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا_ ال ابو طالب ہمارے رشتہ داروں میں سے ہیں اسی بناء پر ان سے صلہ رحم کرتا ہوں، لیکن جو حدیثیں ابوہریرہ نے معاویہ کے کہنے پر گڑھی ہیں اسکو اعمش نقل کرتا ہے_

جب صلح امام حسن (ع) کے بعد ابوہریرہ معاویہ کے ہمراہ عراق آیا تو استقبال کرنے والوں کی بھیڑ دیکھی تو جاکر مسجد کوفہ میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا، پھر کئي مرتبہ اپنے چندیا پر ہاتھ پھیرا اور عرض کیا، اے کوفے والو، آیا تم لوگ چاہتے ہو کہ خدا و رسول پر بہتان لگا کر جھنم کا ایندھن بنوں_

خدا کی قسم، ہم نے رسول(ص) خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ، ہر رسول (ص) کا ایک حرم ہے اور میرا حرم مدینہ میں کوہ عیر اور کوہ ثور کے درمیان میں ہے_ جو بھی اس حرم میں ناگوار واقعات پیدا کرے گا تو خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی اس شخص پر لعنت ہوگی_ پھر اضافہ کرتا ہے کہ_ میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سرزمین مقدس پر علی (ع) نے فتنہ و اشوب برپا کیا، اس حدیث کی خبر معاویہ تک پہونچی اس نے اس حدیث کے گڑھنے کے اوپر مغیرہ کا خوب احترام کیا اور اسکے نتیجہ میں اسکو والیء مدینہ بنا دیا_

مگر سمرہ بن جندب کے واقعہ کو ابن ابی الحدید نے اپنے استاد ابو جعفر اسکافی سے یوں نقل کیا ہے:

معاویہ نے سمرہ بن جندب کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجوایا تاکہ آیت' و من الناس من يعجبك قوله من الحياة الد نيا و يشهد على ما قلبه وهو الد الخصام "سورہ بقرہ آیت ۲۰۴

۶۷_ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۸

۶۸_ صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۴

ترجمہ: انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنکی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں، کو حضرت علی (ع) سے منسوب کردے اور" ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رئوف بالعباد" سورہ بقرہ آیت ۲۰۷ کو جو حضرت علی (ع) کی شان میں نازل ہوئی تھی اسکے متعلق ایک حدیث رسول (ص) سے منسوب کر کے امیر المومنین کے قاتل ابن ملجم کے نام کردے، سمرہ بن جندب نے قبول نہیں کیا۔

معاویہ نے مزید دو لاکھ درہم بھجوائے پھر بھی قبول نہیں کیا لیکن جب معاملہ چار لاکھ درہم تک پہونچ گیا تب جاکر سمرہ بن جندب نے رسول اکرم (ص) سے جھوٹی حدیث ان آیتوں کے سلسلے میں گڑھی اور لوگوں سے بیان کیا (۱)

معاویہ کے مقابلے میں بعض دلیروں کا کردار

پروپیگنڈے کی جنگ اتنی خطرناک تھی کہ ایمان کی اساس طوفان کے زد پر اکر فنا ہو رہی تھی، اور بعض صحابہ و تابعین نے معاویہ کی آواز پر لبیک کہہ کر اپنا خوب پیٹ بھرا۔

مملکت اسلامی کے با رسوخ افراد مسلمانوں کے بیت المال سے خریدے جانے لگے اور ان لوگوں کو خوب سونے اور چاندی کی تھیلیاں دی جانے لگیں یا کسی حکومتی عہدے پر فائز کر دیا گیا، مگر ایک چھوٹا سا گروہ تھا جس نے دین و شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے معاویہ کی ہونکاری نہیں بھری تھی، ان لوگوں کو اتنا ستایا گیا کہ انھوں نے اپنی جان و مال سب کچھ راہ خدا میں قربان کر دیا ۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جھوٹی حدیثیں منظر عام پر اگئیں اور اسلامی معاشرہ تاریک ماحول میں چلا گیا، ان گڑھی ہوئی حدیثوں کے ہوتے ہوئے کون انسان اسلام حقیقی کو پہچان سکتا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ ہزاروں افراد جو متقی و پرہیزگار تھے وہ سختیوں کو جھیل کر موت کے دامن میں سو چکے تھے۔

ہم نے اس سے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے معاویہ کے دام فریب میں اکر جھوٹی حدیثیں گڑھیں کہ انہی میں ایک سمرہ بن جندب ہے، یہ وہ شخص ہے جو معاویہ کے اشارے پر ناچتا رہا جسکی وجہ سے اسکو بصرہ کی حکومت ملی تھی۔

سمرہ کی اور سیاہکاریوں کو چھوڑ کر صرف جو کوفہ میں تباہیاں اور قتل و غارتگری کا اس نے بازار گرم کیا تھا، اسکو طبری یوں بیان کرتا ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص ۳۶۱

مشہور عالم ابن سیریں سے پوچھا گیا کہ سمرہ بن جندب نے کسی کو قتل کیا ہے یا نہیں سیرین نے جواب دیا ، تم لوگ سمرہ کے قتل کو شمار کر لو گے ؟

ایک مرتبہ زیاد نے بصرہ میں اپنا جانشین بنا دیا تو چھ مہینے کے اندر اس نے اٹھ ہزار بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا جن میں پینتا لیس افراد وہ تھے جو حافظان قران تھے (۲)

طبری مزید کہتا ہے ، جب معاویہ نے زیاد کی جگہ سمرہ بن جندب کو چند مہینے تک حاکم بصرہ بنا کر معزول کر دیا تو اس نے کہا ، خدا معاویہ کو غارت کرے ، خدا کی قسم ، میں نے جس طرح معاویہ کے حکم کو مانا تھا اگر اسی طرح اپنے پروردگار کی اطاعت کرتا تو ہر گز مستحق عذاب نہ ہوتا (۳)

انھیں میں دوسرا ضمیر فروش مغیرہ بن شعبہ تھا ، جس نے سات سال کچھ مہینے کوفہ پر حکومت کی اور ایک لمحہ بھی حضرت علی (ع) اور قاتلان عثمان پر نفریں کئے بغیر اور عثمان کے حق میں دعا کئے بغیر چین و سکون سے نہیں بیٹھا ۔

البتہ مغیرہ اپنی چالاکی و ذہانت کیوجہ سے حکومتی امور کو کبھی نرمیت اور خاطر مدارات کے ذریعے تو کبھی سختی سے انجام دیتا تھا ۔

طبری لکھتے ہیں :

ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے صحابی امام (ع) صعصہ بن صوحان سے کہا ، ذرا کان کھول کر سن لو ، ایسا نہ ہو کہ ایک دن تمھاری خبر عثمان کی بد گوئي کرتے ہوئے میرے کانوں تک پہونچے ، اگر علی (ع) کے فضائل کو بیان کرنا ہے تو علنی طور پر بیان نہ کرنا بلکہ مخفی مقام پر بیان کرنا جس طرح علی (ع) کے فضائل تم جانتے ہو اسی طرح میں بھی واقف ہوں لیکن کیا کروں حکومت اموی کی طرف سے ڈنڈا ہے کہ علی (ع) کو برا بھلا کہو ، البتہ میں نے اکثر مقامات پر ان امور میں رو گردانی کی ہے مگر جہاں پر مجبور ہو جاتا ہوں تو اپنی محافظت کے لئے بعض جملے برائي کے کہہ ڈالتا ہوں ، اگر زیادہ فضائل علی (ع) کے بیان کرنے کا شوق رکھتے ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں کے گھروں میں بیان کرنا مگر مسجد اور شاہراہ پر بیان کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جسکو خلیفہ (معاویہ) برداشت نہیں کر سکتا ، اور نہ ہی اس سلسلے میں میرے عذر کو قبول کر سکتا ہے (۴)

۲_ طبری ج ۶ ص ۱۳۲ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۹

۳_ طبری ج ۶ ص ۱۶۴ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱۲

۴_ طبری ج ۶ ص ۱۰۸

اخری فرد زیاد بن ابیہ کی ہے جس نے معاویہ کے حکم کو نافذ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا ہے، حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ جو اس نے سلوک کیا تھا اسکو اپ نے ملاحظہ فرمایا لیکن اس وقت اسی واقعہ کی ایک کڑی جو زیاد اور صیفی بن فسیل کے درمیان آیا تھا اسکو بیان کر رہا ہوں_

ایک روز زیاد نے صیفی کو بلوایا اور اس سے کہا، اے دشمن خدا تم ابو تراب کے بارے میں کیا کہتے ہو، صیفی نے کہا، ابو تراب کس کا نام ہے_

زیاد نے کہا_ تمھیں نہیں معلوم ہے ارے تم اچھی طرح سے ان کو پہچانتے ہو_

صیفی نے کہا_ مجھے نہیں معلوم ہے_

زیاد نے کہا_ علی بن ابیطالب کا لقب ہے_

صیفی نے کہا_ اچھا وہ ہیں_

ایک طویل مدت تک ایسے ہی مکالمہ ہوتا رہا، اخر زیاد نے چھڑی منگوائي اور صیفی سے کہا کہ اب بتائو تمھارا علی (ع) کے بارے میں کیا خیال ہے_

صیفی نے کہا، اس بندۂ خدا میں جو خوبی ہوگی اسی کو بیان کرونگا_

زیاد نے اپنے جلادوں سے کہا کہ اسکو اتنا مارو کہ انکی گردن ٹوٹ جائے، ان لوگوں نے صیفی کی خوب پٹائي کی_

زیاد نے پھر پوچھا، اب علی (ع) کے بارے میں کیا کہتے ہو_

صیفی نے کہا خدا کی قسم، اگر تم لوگ مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو گے تو وہی کہوں گا جو انکی خوبی کی علامت ہے_

زیاد نے کہا_ اگر علی (ع) پر نفرین نہیں کرو گے تو تمہاری گردن اڑا دونگا_

صیفی نے جواب دیا_ تم میری گردن کو تن سے جدا کر سکتے ہو مگر جس چیز کو سننا چاہتے ہو اسکو میری زبان سے نہیں سن سکتے ہو، میں قتل ہو کر خوش نصیب بن جائونگا اور تم قتل کر کے بدبخت ہو جائو گے_

یہ سننا تھا کہ زیاد نے حکم دیا کہ اسکو زنجیروں میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا جائے اخر اس شخص (صیفی) کو بھی حجر اور انکے ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا (۵)

۵_ طبری ج ۶ ص ۱۴۹، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۴، اغانی ج ۱۶ ص ۷، ابن عساکر ج ۶ ص ۴۵۹

،واقعہ یہ ہے کہ زیاد نے حضر موت کے اطراف سے دو ادمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ یہ لوگ دین علی (ع) اور انکے چاہنے والے ہیں_

معاویہ نے جواب دیا_ جو بھی دین علی (ع) اور انکی اطاعت میں ہے انکو قتل کرکے ان کی لاشوں کو پائمال کردو_

زیاد نے ان دونوں محبان علی (ع) کو کوفے کے دار الامارہ پر سولی دیدی [۶]

ایک دوسرا خط معاویہ کے پاس یہ لکھا کہ ایک قبیلہ خثعمی کے فرد نے میرے سامنے علی (ع) کی مدح سرائي کی ہے اور عثمان کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے، اس سلسلہ میں تمھارا حتمی فیصلہ کیا ہے_

معاویہ نے جواب دیا_ اس شخص کو زندہ در گور کردو، زیاد نے یہ کام معاویہ کے کہنے پر انجام دیا کہ لوگ خوف و دہشت کے مارے فضائل علی (ع) کو بیان نہ کرسکیں [۷]_

مورخین نے زیاد کی تباہکاریوں کے سلسلے میں بہت کچھ تحریر کیا ہے خود ابن عساکر لکھتا ہے، ایک روز زیاد نے تمام اہل کوفہ کو دعوت دی جب مسجد کوفہ لوگوں سے بھر گئي تو زیاد نے اس جم غفیر کو حکم دیا کہ تم لوگ علی (ع) پر نفرین کرو [۸]_

مسعودی لکھتے ہیں:

زیاد نے اہل کوفہ کو اپنے قصر میں بلایا اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ علی (ع) کو برا بھلا کہو اور اپنے مامورین سے جتا دیا کہ اگر کوئي شخص علی (ع) پر نفرین کرنے سے کترائے تو اسکی گردن فوراً اڑادو مگر خوش قسمتی یہ رہی کہ اسی وقت مرض طاعون میں بتلا ہو گیا اور اس دنیا سے مرکھپ گیا اس طرح اہل کوفہ نے چین و سکون کی سانس لی [۹]

۶_ المحبر ص ۴۷۹

۷_ طبری ج۶ ص ۱۶۰، ابن اثیر ج۳ ص ۲۰۹، اغانی ج ۱۶ ص ۱۰، ابن عساکر ج۲ ص ۳۷۹

۸_ ابن عساکر ج۲ ص ۵۱۷

۹_ مروج الذھب ج۳ ص ۳۰

عمرو بن حمق خزاعی کی ذات وہ تھی جن کا شمار بہادروں میں ہوتا تھا ، مگر حاکم کوفہ زیاد نے انکے قتل کا فرمان جاری کر دیا تھا ، یہ امام علیہ السلام پر تبرا نہ بھیجنے کے ڈر سے جنگل میں جا کر چھپ گئے ، لیکن حاکم کوفہ (زیاد) کے ظالم سپاہیوں نے انکو چراغ کے ذریعہ ڈھونڈھنا شروع کیا اخر کار عراق کے تپتا صحراء کے ایک غار میں انکو گرفتار کر لیا گیا اور حاکم کوفہ کی خدمت میں پیش کیا گیا ، مگر عمرو بن حمق خزاعی نے امام (ع) کو کچھ نہ کہا جسکے بدلے میں انکو زیاد نے قتل کر دیا پھر انکے سر کو معاویہ کے پاس بھیجا اس نے حکم دیا کہ اس سر کو بازار میں لٹکا دیا جائے تاکہ لوگ اس سر سے عبرت لیں ۔

چند دنوں بعد اس سر کو عمرو بن حمق کی بیوی کے پاس بھیجا گیا جو خود اسی محبت علی (ع) کیوجہ سے قید خانہ کی صعوبتوں کو برداشت کر رہی تھیں ، جب انھوں نے اپنے شوہر کے کٹے ہوئے سر کو دیکھا تو حسرت و یاس کے مارے یہ کہا ، کتنا زمانہ ہو گیا کہ تم لوگوں نے میرے شوہر کو مجھ سے چھڑا دیا تھا ، لیکن اب اسکے سر کو میری خدمت میں تحفہ بنا کر پیش کرتے ہو ارے یہ تحفہ بڑا قیمتی ہے[10]

بلاد اسلامی کے منبروں سے امیر المومنین پر نفرین

امام علیہ السلام کے اصحاب کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش اور جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ نیک کردار کو بدنام کرنا نیز بد کردار کو نیک کردار کرنے کی سازش یہ ساری کی ساری معاویہ کی سیاست تھی جو تمام بلاد اسلامی میں اگ کی طرح پھیل چکی تھی ، زیاد بن ابیہ اور معاویہ کے دیگر حکمرانوں نے اس سیاست کو ترویج دینے میں بہت مشکلات کا سامنا کیا تھا اور اس سلسلہ میں مورخین نے ان حکمرانوں کی زیادتیوں اور تباہکاریوں کو بیان بھی کیا ہے ۔

یہ تمام تباہکاریاں اور گندی سیاست بنی امیہ کے دور میں دیکھنے میں اتی ہے ، کیونکہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ذہن و دماغ کو اسی لئے حقائق سے دور رکھا تھا تاکہ تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے حضرت علی (ع) کو برا بھلا کہا جائے اور صرف ایک سیستان کا صوبہ تھا جو معاویہ کے حکم کو نہیں مان رہا تھا اور ایک مرتبہ کے علاوہ اہل سیستان نے منبروں سے حضرت علی (ع) کو برا بھلا نہیں کہا :

۱۰_ابن قتیبہ کی المعارف ص ۱۲۷ ، استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷ ، اصابہ ج ۲ ص ۵۲۶ ، ابن کثیر ج ۸ ص ۴۸ ، المعبر ص ۴۹۰

اس ایک مرتبہ کے بعد سیستانیوں نے اموی ارکان خلافت سے عہد و پیمان کیا کہ ہم کو حضرت امیر المومنین (ع) پر نفرین کرنے سے باز رکھا جائے، درانحالیکہ اسی زمانے میں شہر اسلامی کے دو مقدس ترین شہروں (مکہ و مدینہ) میں منبروں سے امام (ع) پر لعنت بھیجی جا رہی تھی [۱۱]

ضمیر فروش خطیبوں نے خاندان علوی (ع) کے سامنے امام (ع) بزرگوار پر لعن و طعن کی تھی جنھیں مورخین نے نقل کئے ہیں ،لیکن میں ان تمام واقعات کو چھوڑتے ہوئے صرف ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں ـ

ایک مرتبہ عمرو بن عاص نے منبر سے حضرت علی (ع) کو خوب برا بھلا کہا ، جب یہ اترگیا تو اسکے بعد مغیرہ بن شعبہ منبر پر اگیا اور اس نے بھی امام (ع) کے حق میں نا زیبا کلمات زبان پر جاری کئے ، درانحالیکہ اس مجلس میں حضرت امام حسن مجتبی (ع) موجود تھے ، حاضرین نے امام (ع) سے ان دونوں (عمرو عاص، مغیرہ) کا جواب دینے کے لئے کہا :

انحضرت (ص) نے ایک صورت میں جواب دینے کی پیشکش کو قبول کیا کہ اگر میں حق بات کہوں تو تم سب میری تصدیق کرنا اور اگر نا حق بات کہوں تو (العیاذ باللہ) میری تکذیب کرنا ، امام علیہ السلام اس عہد و پیمان کے بعد منبر پر گئے اور حمد الہی کے بعد عمر و اور مغیرہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ، تم دونوں سے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا تم دونوں بھول گئے ہو جو رسول (ص) نے مہار پکڑنے والے کو اور مرکب ہنکانے والے کو نیز سوار پر لعنت بھیجی تھی جن میں ایک فلاں شخص (معاویہ) تھا [۱۲] ـ

حاضرین نے کہا اپ سچ کہتے ہیں :

دوسری مرتبہ پھر عمر و عاص و مغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

ایا تم دونوں کو معلوم نہیں ہے جو پیغمبر اسلام (ص) نے عمر و عاص کے ہر شعر کے بیت پر لعنت بھیجی تھی [۱۳]، تمام لوگوں نے کہا خدا کی قسم اپ سچ کہتے ہیں [۱۴] ـ

۱۱ـ یاقوت حموی ج ۵ ص ۳۸ مطبوعہ مصر

۱۲ـ سوار ابو سفیان، مہار تھامنے والا یزید بن ابو سفیان نیز ہنکانے والا معاویہ تھا اور پیغمبر اسلام (ص) نے ان تینوں پر لعنت بھیجی تھی

۱۳ـ عمر و عاص نے عصر جاہلیت میں ایک قصیدہ رسول (ص) کی مذمت میں کہا تھا انحضرت نے بد دعا کرکے خدا وند عالم سے درخواست کی کہ اسکے ہر بیت پر ایک لعنت بھیجے

۱۴ـ تطہیر اللسان ص ۵۵

لیکن جو مومن اور اہلبیت علیہم السلام کے چاہنے والے تھے کبھی بھی خطبوں میں نیز جس نشست میں علی (ع) کو برا بھلا کہا جاتا تھا اس میں شریک نہیں ہوتے تھے ، اور قبل اسکے کہ خطبہ دیا جائے مسجد کو چھوڑ دیتے تھے ۔

یہی وجہ تھی جو معاویہ کے حکمرانوں نے حکم خدا و رسول (ص) کو بدل دیا تھا ، اور جس نماز میں پہلے خطبہ تھا اسکو بعد میں پڑھا گیا ۔

کتاب محلی میں ابن حزم رقمطراز ہیں :

بنی امیہ کی حکومت میں سب سے پہلے جو کام انجام دیا گیا وہ یہ تھا کہ خطبہ نماز کو نماز پر مقدم کر دیا گیا ، ان لوگوں نے اپنے نا مشروع فعل کی توجیہ و تاویل اس طرح کی کہ لوگ نماز ختم ہونے کے بعد چلے جاتے ہیں اور خطبہ کو نہیں سنتے ہیں ۔

لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے اتنا علی (ع) کو برا بھلا کہا کہ نمازی اپنی نماز تمام کر کے مسجد سے بھاگ جاتے تھے اور مسلمان کا یہ فعل صحیح معنوں میں درست و حق تھا [۱۵]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم نیز حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں ابو سعید خدری سے یوں نقل ہوا ہے ۔

میں (سعید) حاکم مدینہ مروان کے ساتھ عید الاضحی یا عید الفطر کی نماز عید گاہ میں پڑھنے گیا ، کثیر بن صلت کے بنائے ہوئے منبر کے قریب جیسے ہی مروان پہونچا تو اس پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دے ڈالا ، میں نے اسکو لاکھ روکا مگر وہ نہ مانا ، جب خطبہ دیکر مروان نیچے اترا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم ، تم نے تو دین و شریعت کو بدل ڈالا ہے

مروان نے کہا ، اے ابو سعید جن چیزوں کو تم بنام دین سمجھتے ہو وہ تمام کی تمام دنیا سے اٹھ گئی ہیں ۔

ابو سعید نے کہا ، خدا کی قسم ، ان بدعتوں سے بھتر یہ تھا کہ کچھ جانتے ہی نہیں ، مروان نے کہا ، اگر نماز سے پہلے خطبہ نہ دیتے تو لوگ میرے خطبے کو ہرگز نہیں سنتے اسی وجہ سے میں نے نماز سے پہلے خطبہ دیدیا ہے [۱۶]

۱۵ـ محلی ج ۵ ص ۱۸۶ ، امام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸

۱۶ـ بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ ، مسلم ج ۳ ص ۲۰ ، سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۷۸ ، ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶ ، بیہقی ج ۳ ص ۲۹۷ ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰

بعض لوگوں کا لعنت سے گریز خلافت اموی کے حکام و مامورین نے صرف عام لوگوں سے حضرت علی (ع) پر لعنت نہیں بھجوائي، بلکہ اصحاب رسول (ص) جو اسلام کی معرفت رکھنے کیوجہ سے زیادہ مستحق پیروی تھے ان سے بھی کہا کہ میرے حکم کو مانیں اور علی (ع) پر لعنت بھیجیں_

سہل بن سعد کہتے ہیں :

ایک روز ال مروان [۱۷] کے ایک حاکم نے مدینہ میں مجھے طلب کیا اور ہم سے کہا کہ تم علی (ع) پر لعنت بھیجو، میں نے حاکم مدینہ کی بات کو ٹھکرا دیا_

حاکم نے کہا اچھا ابو تراب (ع) پر لعنت بھیج دو_

سہل نے کہا، حضرت علی (ع) کو سارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام ابو تراب (ع) تھا اور جب لوگوں نے اس نام سے یاد کیا تو اپ بہت خوش ہوئے_

حاکم مدینہ نے کہا_ مجھے اس نام کی داستان سے مطلع کرو اور خوش ہونے کا سبب بتائو، میں نے کہا ایک مرتبہ پیغمبر (ص) اسلام جناب سیدہ (ع) کے گھر تشریف لائے اور علی (ع) کو وہاں موجود نہ پاکر اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تمھارے چچا زاد بھائي کہا ں ہیں_

فاطمہ (ع) نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان تھوڑا سا سخت کلامی ہو گئي ہے اور اسکے بعد انھوں نے گھر میں ارام نہیں کیا اور باہر چلے گئے_

انحضرت (ص) نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر دیکھو کہ علی (ع) کہا ں ہیں اس نے جب مسجد میں حضرت علی (ع) کو لیٹے ہوئے دیکھا تو رسول اکرم (ص) سے جا کر کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں، جب رسول اکرم (ص) نے علی (ع) کو خاک میں اٹے ہوئے دیکھا تو بڑی مہربانی سے انکے جسم سے خاک کو جھاڑا اور کہا، اٹھو ابو تراب، اٹھو ابو تراب [۱۸]

۱۷_ مقصود مروان بن حکم ہو گا

۱۸_ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۴

ابو تراب کے معنی مٹی کو دوست رکھنے والا ہے بنی امیہ نے یہ گمان کر لیا تھا کہ علی (ع) کی یہ کیفیت ذلیل و حقیر ہے درانحالیکہ انکو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ لقب خود علی (ع) کے کمال کی دلیل ہے جو اس طرح رسول (ص) اپ سے لطف و مہربانی سے پیش ارہے تھے ، ورنہ بنی امیہ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ ابو تراب (ع) پر لعنت بھیجو _

عامر بن سعد جو خود اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے کہتا ہے :

ایک مرتبہ معاویہ نے میرے باپ (سعد) کو اپنی خدمت میں بلایا اور ان سے کہنے لگا کہ تم علی (ع) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے ہو ؟

میرے باپ نے جواب دیا کہ _ اے معاویہ جب تک مجھے یہ تین حدیثیں یاد رہیں گی کبھی علی (ع) کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا ، اور رسول (ص) کی یہ حدیثیں میری نظر میں عرب کے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہیں _

۱_ جب رسول (ص) ایک جنگ (تبوک) میں جا رہے تھے اور علی (ع) کو ساتھ نہ لے گئے اور انکو شہر مدینہ کے منافقوں سے نپٹنے کے لئے چھوڑ دیا تھا تو اس وقت علی (ع) نے بہت گریہ کیا اور انحضرت (ص) سے فرمایا : اے رسول(ص) خدا مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جاتے ہیں تو میں نے اپنے کانوں سے رسول(ص) اکرم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا "اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الّا انه لا نبی بعدی "

ترجمہ : آیا تم راضی نہیں ہو کہ تمھارا وہی مرتبہ ہے جو موسی کے لئے ہارون کا تھا فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے _

۲_ دوسری مرتبہ جنگ خیبر میں کہتے ہوئے سنا تھا "لاعطینّ الرایة غدا رجلاً یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله "

ترجمہ : کل میں اس مرد کو علم دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول (ص) اسے دوست رکھتے ہیں ، ہم تمام لوگ گردنوں کو بلند کر کے رسول (ص) خدا کو دیکھنے لگے اپ (ص) نے فرمایا : علی (ع) کہاں ہیں ؟

حاضرین ان کو بلانے کے لئے دوڑے جبکہ علی (ع) کے انکھوں میں شدید درد تھا وہ اسی حالت میں پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں لائے گئے ، انحضرت (ص) نے ان کی انکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا پھر علم جنگ انکے ہاتھوں میں دیا جسکے بعد خدا وند عالم نے انکو فتحیابی سے ہمکنار کیا ۔

مجھے وہ بھی وقت یاد ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی ،کہ"فقل تعالوا ندع ابنا ئنا الخ ۔

ترجمہ: پس ان سے کہو کہ ائو اس طرح فیصلہ کر لیں کہ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لائو ، پیغمبر(ص) اسلام نے علی (ع) ، فاطمہ(ع) ، حسن(ع) ، حسین(ع) کو بلایا اور کہا ، اے میرے مالک یہی ہمارے اہلبیت(ع) ہیں ۔

مسعودی سعد بن وقاص اور معاویہ کی ملاقات کو طبری سے یوں نقل کرتا ہے ۔

جب معاویہ حج کرنے کے لئے مکہ آیا تو سعد بن وقاص سے طواف کعبہ کے وقت ملاقات ہوئي ، جب طواف کر چکا تو سعد کو لیکر دار الندوہ (جو عصر جاہلیت میں بزرگان قریش کے اجتماع کی جگہ تھی) آیا اور سعد سے کہا کہ تم علی (ع) پر لعنت بھیجو ، معاویہ کی اس بات پر سعد کو اتنا غصہ آیا کہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور کہا :

اے معاویہ ، تو مجھے اسی لئے لیکر آیا ہے تاکہ علی (ع) جیسے شخص پر لعن و طعن کروں خدا کی قسم ، اگر علی کے فضائل و کمالات میں سے ایک فضیلت میرے اندر ہوتی تو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب و قیمتی ہوتی [۱۹]

مسعودی نے اس واقعہ کو لکھنے کے بعد ایک عبارت پیش کی ہے جو اس واقعہ سے تھوڑا سا فرق رکھتی ہے ۔

سعد نے معاویہ سے کہا کہ ، خدا کی قسم ، جب تک زندہ رہونگا تیرے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے [۲۰]

ابن عبد ربہ اندلسی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

امام حسن (ع) مجتبی کی شہادت کے بعد معاویہ خلیفہ بن کر مکہ حج کرنے گیا پھر مدینہ کی طرف رخ کیا اسکی اس سفر میں یہ خواہش تھی کہ مسجد النبوی (ص) کے منبر سے علی (ع) کو برا بھلا کہے ۔

---

۱۹ ۔ صحیح مسلم ج۷ ص ۱۲۰ ، ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۱ ، مستدرک ج ۳ ص ۱۰۹ ، اصابہ ج۲ ص ۵۰۲

۲۰ ۔ مروج الذھب ج۳ ص ۲۴

معاویہ کے اطرافیوں نے اس سے کہا ، اس شہر (مدینہ) میں فاتح ایران اور با عظمت صحابی سعد بن وقاص رہتے ہیں ، وہ اس کام کو ہرگز ہونے نہیں دیں گے لہذا بہتر یہی ہے کہ انکے پاس جا کر ان سے پوچھ لیا جائے _

مامورین معاویہ، سعد کے پاس گئے جیسے ہی انھوں نے سنا تو ان لوگوں سے کہا_ اگر اس کام کو انجام دیا گیا تو یاد رکھو جس مسجد کے در سے علی (ع) کو برا بھلا کہا گیا اس در میں ہرگز قدم نہیں رکھےں گے_

یہ بات اس وقت واضح ہوگی جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ مدینہ میں مسجد نبوی (ص) کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی یا کوئي اور مسجد تھی_

معاویہ سعد کے نفوذ کے سامنے مات کھا گیا اور جب تک وہ زندہ رہے معاویہ اس کام کو انجام نہ دے سکا_

لیکن جب سعد بن وقاص اس دنیا سے چلے گئے تو معاویہ نے مدینہ کے اندر بار دیگر سعی و کوشش کی اور امام علی (ع) کو مسجد نبوی (ص) کے منبر سے گالی دي_

یہی وہ دور تھا جس میں معاویہ نے اپنے تمام کارندوں کو خط لکھا اور حضرت علی (ع) پر تمام بلاد اسلامی کے منبروں سے لعن و طعن کروائي_

زوجہ رسول (ص) ام سلمی نے کئي خطوط معاویہ کے پاس بھیجے جن میں ان باتوں کو لکھا اے معاویہ، تو تمام منبروں سے علی (ع) اور انکے ساتھیوں پر نفرین کروا رہا ہے جبکہ یہ نفرین خدا و رسول (ص) پر ہو رہی ہے_

میں قسم کھاتی ہوں کہ خدا اور پیغمبر(ص) اسلام اسکو دوست رکھتے تھے، مگر ام سلمی کے خط نے کوئي خاص اثر معاویہ پر نہیں ڈالا

بلکه اس نے ان خطوط کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تھا _[21] _

معاویہ کا اخری ہدف

جب بھی معاویہ اپنے حسب و نسب اور اپنے خاندان کے کرتوت پر (جو اسلام کے مقابلے میں جنگ کی تھی)نظر دوڑاتا تھا تو شرم و حیاء کے مارے اسکا سر جھک جاتا تھا اور یہ تمام چیزیں اسکی حیرانی و پریشانی کی باعث بن جاتی تھیں ، کیونکہ ایک طرف اسلام نے اس کو اور اسکے خاندان کو ضرب کاری لگا کر ذلت و رسوائي کے کھنڈر میں ڈال دیا تھا _

دوسری طرف اس کے دیرینہ رقیب بنی ہاشم شہرت کے فلک چہارم پر جا رہے تھے ، یہ تمام مشکلات اسکے ذہن و دماغ پر پہاڑ کی طرح بوجھ بنی ہوئي تھی ، جنکو ہلکا کرنے کے لئے اس نے اصحاب پیغمبر (ص) سے جنگ کی تھی _

لیکن ان تمام جنگوں میں امیر شام معاویہ کی یہی کوشش رہی کہ کہیں سے اپنے کینے کا اظہار نہ ہو کیونکہ ابھی حکومت نئي ہے ورنہ جان و مال خطرے میں پڑ جائے گا ، لیکن جب ایک دن مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ تنہائي میں بیٹھا، چونکہ دونوں عصر جاہلیت سے اپس میں دوست تھے نیز سالہا سال دونوں سیاہکاریوں و تباہکاریوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا رہے تھے تو معاویہ نے اپنی سیاست کو فاش کر دیا _

کتاب الموفقیات میں زبیر بن بکار ، مطرف بن مغیرہ ، سے نقل کرتے ہیں ، میں اپنے والد (مغیرہ) کے ساتھ شام گیا ہم دونوں کا قیام معاویہ کے یہاں تھا میرے والد ہر روز امیر شام معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے اور جا کر گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے اور جب معاویہ کے پاس سے اتے تھے تو ساری باتوں کو بیان کرتے تھے _ ایک دن معاویہ کے پاس سے آئے تو میں نے کھانا حاضر کیا ، لیکن انھوں نے نہیں کھایا ، میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ کہیں ہم سے کوئي خطا تو سرزد نہیں ہو گئي ہے _

لہذا میں نے اپنے باپ (مغیرہ) سے سوال کیا کہ اج کی شب اپ کیوں اتنا کبیدہ خاطر ہیں _

۲۱_ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۲۷

میرے باپ نے جواب دیا کہ، اے میرے لال، اج ہم خبیث ترین و کافرترین شخص کے پاس سے ارہے ہیں۔

میں نے پوچھا وہ کون ہے ؟

میرے باپ نے کہا ارے وہی معاویہ ہے اج اسکی مجلس اغیار سے خالی تھی، تو میں نے اس سے کہا کہ اے امیر المومنین اپ تو اپنے ہدف تک پہونچ گئے ہیں۔

لہذا اس بوڑھاپے میں عدل و انصاف سے کام لیجئے اور اپنے رشتہ داروں (بنی ہاشم) پر رحم و کرم کیجئے تاکہ لوگ اپکی تعریف و تمجید کریں۔

خدا کی قسم، اب ان لوگوں سے کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔

اس پر معاویہ نے کہا، جو کچھ تم نے کہا ہے بہت مشکل ہے، ابو بکر تخت خلافت پر آئے عدل و انصاف کیا تمام زحمتوں کو برداشت کیا مگر خدا کی قسم، ایک موذن بھی ان کا نام اذان میں نہیں لیتا ہے۔

عمر خلیفہ بنے دس سال کی طویل مدت تک سختیوں کو جھیلا مرنے کے بعد کوئي بھی ان کا نام لیوا نہیں ہے۔

اخر میں ہمارے بھائي عثمان تخت خلافت پربرا جمان ہوئے جو نسب کے اعتبار سے کوئي بھی ان کا ہم پلہ نہیں ہے اور جو کچھ کرنا تھا انھوں نے انجام دیا لیکن ان کے ساتھ کیسا حادثہ پیش آیا جسکی وجہ سے مار ڈالے گئے، مگر ان کا بھی کوئي نام نہیں لیتا ہے، اور لوگوں نے انکی کارکردگی کو بالائے طاق رکھ دیا ہے درانحالیکہ اس مرد ہاشمی (محمد(ص)) کا نام موذن ہر روز پانچ مرتبہ تمام بلاد اسلامی کے گلدستہ اذان سے لیتا ہے کہ

اشھد ان محمد رسول(ص) اللہ۔

اے مغیرہ تم ہی فیصلہ کرو کہ ایسی صورت میں کون سا اچھا کام اور کس کا نام باقی رہ سکتا ہے۔

خدا کی قسم، جب تک اس نام کو نہ مٹادونگا اس وقت تک چین و سکون سے نہیں بیٹھوں گا [۲۲] رسول خدا (ص) کی شہرت عامہ سے معاویہ کا سینہ اگ کی بھٹی ہو رہا تھا (کیونکہ معاویہ کے بھائي، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں کو جنگ بدر میں مارا تھا) لہذا اس نام کو مٹانے کے لئے اس نے ان دو سیاستوں انتخاب کیا، اسکی پہلی سیاست یہ تھی جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی زمین پر زندہ نہ رہے یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ اسکی وضاحت خود مولائے

۲۲_مروج الذھب ج ۹ ص ۴۹، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۴۶۳

کائنات امیر المومنین (ع) نے بھی کی ہے کہ خدا کی قسم معاویہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم کی ایک فرد بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے اور خدا کا نور بجھ جائے درانحالیکہ خدا وند عالم اپنے نور کو تمام عالم میں پھیلا کر رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے [۲۳]

معاویہ کی دوسری سیاست یہ تھی کہ بنی ہاشم کے نام و نشان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اسی لئے جھوٹی حدیثوں اور سیرت و تاریخ کا ایک بڑا کارخانہ کھولا تاکہ ان کی منقصت کر کے کردار کو بدنام کر دیا جائے اور بنی امیہ کی فضیلت و منزلت کا پرچار کیا جائے ،یہی وجہ تھی کہ اس نے رسول (ص) کی لعنت والی حدیث جو خود اسکے اور ابو سفیان یا خاندان اموی کی کسی ایک فرد جیسے عمرو بن عاص کے سلسلے میں تھی کے مقابلے میں رسول اسلام (ص) سے جھوٹی حدیث منسوب کر کے لوگوں کے درمیان پرچار کرائی کہ ، بارالہا میں انسان ہوں ـ

اگر غصے کی حالت میں کسی پر غلطی سے لعنت بھیجدی ہے یا اسکی مذمت کر دی ہے تو اس لعن و تشنیع کے بدلہ میں اسکے گناہوں کو معاف کر دے تاکہ پاک و پاکیزہ ہو جائے ـ

ان جعلی حدیثوں نے معاویہ کے حق میں شمشیر برّان کا کام کیا ، ایک طرف رسول اکرم (ص) نے جو کچھ اس کے یا اس کے خاندان والوں کے سلسلے میں کہا تھا جو حقیقت میں سچ تھا ان حدیثوں سے اس نے داغدار دامن کو پاک و صاف کر لیا ـ

دوسری طرف پیغمبروں (ص) کو ایک معمولی انسان دکھایا کہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا وہ سب غصے میں کہا ، جبکہ اپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ خدا وند عالم نے اپنے رسول (ص) کے اخلاق و کردار کی کتنی تعریف و تمجید کی ہے ، اور انکو انک لعلی خلق عظیم سے یاد کیا ہے ، اور اپکے متعلق سورہ ال عمران میں ارشاد فرمایا ہے ،"فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک "نیز دوسری جگہ کہا کہ ، انکی تمام باتیں وحی الہی کا سرچشمہ ہیں " وماینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی " سورہ نجم آیت ۳ـ۳

معاویہ کی اس بری سیاست کو ہر کس و ناکس نہیں سمجھ پایا تھایہی وجہ تھی جو سادہ لوح افراد تھے اور وہ اپنی ذات سے بے بہرہ تھے اسکی آواز پر دوڑنے لگے ، اور معاویہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ، اور جو ضمیر فروشوں نے اسکے حکم سے بناوٹی حدیثیں تیار کی تھیں انھیں ہر جگہ بیان کرنے لگے اگرچہ معاویہ نے اپنے اندرونی کینے کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا

۲۳ـ مروج الذھب ج۳ ص ۲۸

لیکن اپنی ناپاک تمنائوں کو کھلے عام انجام دیاہاں ، اس نے ایک طرف عثمان اور ان کے ہمراہیوں کا کھل کر ساتھ دیا_ اور دوسری طرف علی (ع) اور ان کے خاندان والوں نیز ان کے چاہنے والوں پر کہ جنھوں نے اس کی سیاہکاریوں میں ہاتھ نہیں بٹایا تھا ظلم و ستم کا پہاڑ ڈھایا ، اور کسی کو اذیت دی تو کسی کو قید خانے میں ڈلوایا تو کسی کو زندہ در گور کیا گیا ، ہماری بحث کی محور ام المومنین عائشہ کی ذات ہے کہ جس وقت انسانیت سولی پر چڑھائي جا رہی تھی اور شیعیان علی (ع) کو شکنجوں اور قید خانوں کی اذیتوں میں بتلا کیا جا رہا تھا اپ اسوقت بھی ارکان حکومت اموی کی نظر میں باعث صد احترام تھیں اور معاویہ نے جو امیر المومنین (ع) سے جنگ کی تھی تو اس میں بھی اپ نے معاویہ ہی کا ساتھ دیا تھا ،جب اپ حضرات نے یہاں تک ان کی کارکردگی کو ملاحظہ فرما لیا تو اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ انھوں نے معاویہ کی جعلی حدیثوں کے کارخانے میں کتنا حصہ لیا ہے_

سعد بن ہشام نے حکیم بن افلح سے عائشہ کے گھر جانے کو کہا ، اس نے کہا کہ ہم ان کے یہاں ہرگز نہیں جائیں گے ، میں نے عائشہ کو جب دو گروہوں (حزب علوی اور حزب عثمان) میں اختلاف چل رہا تھا تو ان کو مداخلت کرنے سے منع کیا لیکن انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اپنی ڈگر پر چلتی رہیں [۲۴] یہ جو افلح نے عائشہ کے بارے میں کہا کہ حزب علوی (ع) اور حزب عثمان کے اختلاف میں مداخلت کي، اس کا مطلب کیا ہے ؟

اپ نے پہلے دیکھا نیز ائندہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ عائشہ نے ان حالات میں عثمان کے پارٹی کی خوب تعریف و تمجید کی اور ان کے حق میں رسول اسلام (ص) سے جھوٹی حدیثوں کو منسوب کر کے بیان کیا تھا_

انھوں نے حزب علوی (ع) کی خدمت میں یقیناً حدیثیں گڑھی ہونگی ، ان ہی باتوں کی وجہ سے حکیم افلح نے انکو منع کیا لیکن انھوں نے اسکی بات پر کان نہیں دھرا_

عائشہ کی ایک حدیث

احمد بن حنبل اپنی مسند میں نعمان بن بشیر سے نقل کرتے ہیں :

معاویہ نے مجھے ایک خط دیکر عائشہ کے یہاں بھیجا ، میں نے اس خط کو عائشہ کی خدمت میں پیش کیا تو اپ نے فرمایا ، اے میرے لال ، میں نے جو کچھ پیغمبر (ص) اسلام سے سنا ہے اس کو تم سے بیان نہ کروں ؟

۲۴_ مسند احمد ج ۶ ص ۵۶ ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۴۴

نعمان نے کہا ، ضرور بیان کیجئے :

عائشہ نے کہا ، ایک روز ہم اور حفصہ رسول (ص) کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اپ(ص) نے فرمایا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ کوئی بات کرنے والا اجاتا ـ

عائشہ نے کہا اے رسول خدا (ص) ہم اپنے باپ (ابو بکر) کو بلا دیں

انحضرت (ص) نے کچھ جواب نہیں دیا

رسول (ص) نے بار دیگر اپنی خواہش بیان کی حفصہ نے کہا ہم اپنے باپ (عمر) کو بلادیں حضور (ص) خاموش رہے ـ

اس کے بعد رسول اسلام (ص) نے ایک شخص کو بلایا اور چپکے سے اسکے کان میں کچھ کہا وہ ادمی چلا گیا ، تھوڑی دیر بعد عثمان اگئے ، انحضرت(ص) نے ان سے خوب باتیں کیں ، گفتگو کے درمیان میں نے سنا کہ حضور(ص) یہ فرما رہے ہیں ـ

اے عثمان ، عنقریب خدا وند متعال تمہارے جسم پر ایک لباس (خلافت) پہنانے والا ہے اگر لوگوں نے اس لباس کو تم سے چھیننے کی کوشش کی تو تم اسکو ہرگز نہ اتارنا ـ

رسول(ص) خدا نے اس فقرے کو تین بار دہرایا

نعمان بن بشیر کہتا ہے کہ میں نے کہا :

اے ام المومنین یہ حدیث عثمان کی مخالفت کرتے وقت اور لوگوں کو انکے خلاف بھڑکاتے وقت یاد نہیں رہی تھی ـ

عائشہ نے کہا اے نعمان میں اسکو ایسا بھول گئی تھی گویا کبھی سنا ہی نہیں تھا [۲۵]

یہ واقعہ اس زمانہ میں پیش آیا کہ خلیفہ وقت معاویہ نے عائشہ کو خط لکھا اور نعمان اس کو لیکر گیا اور یہ اس کا منتظر ہے کہ یہ جواب دیں ایسے وقت میں رسول (ص) کی ایک حدیث عائشہ کو یاد ائی ہے اور قاصد سے بیان فرمائی کہ رسول (ص) نے عثمان کے بارے میں وصیت کی تھی کہ ائندہ کا خلیفہ عثمان ہے پھر لباس خلافت کو ہرگز جسم سے نہ اتارنا ـ

غور طلب بات یہ ہے کہ اس خط سے حدیث کا کیا ربط ہے ؟

ایا معاویہ نے اپنے خط میں ان سے سفارش کی تھی کہ عثمان کا دفاع کریں ؟

۲۵ـ مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۹

یا یہ کہ جب قاصد امیر شام معاویہ کے یہاں پلٹ کر جائے تو انکی حدیث کو معاویہ سے بیان کرے ؟

یا کوئي دوسری بات تھی ؟

ایا ممکن ہے کہ جو عائشہ ایک طویل مدت تک عثمان سے جھگڑا کرتی رہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں یا اسی قسم کی دوسری باتیں جو معاویہ کے زمانے میں پیش ائیں ، اور لوگوں سے بیان کیا تھا اسکی وجہ صرف اتنی ہے کہ معاویہ کے زمانے میں عائشہ ایک کنیز کی طرح زندگی گذار رہی تھیں ـ

اور جو کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے باپ یا عمرو طلحہ نیز خاندان کی فضیلت میں بیان کی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ معاویہ کی حدیث گڑھنے والی سیاست کو کامیاب بنا کر اس کو خوش کرنا تھا اور اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے رشتہ دار اور چاہنے والوں کے فضائل کو نشر کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی لگایا تھا اسی لئے محاورہ بھی ہے کہ جسکو چوٹ لگتی ہے اسی کو درد ہوتا ہے" لیست الثکلی المستاجرہ "

ہم نے ان بحثوں میں نہ کسی کے فضائل کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور نہ ہی میرا مقصد کسی کی عیب جوئي کرنا تھا ، بلکہ ہمارا واحد ہدف یہ تھا کہ ان حدیثوں کی جانچ پڑتال کی جائے جو رسول اسلام (ص) سے جھوٹ منسوب کرکے بیان کی گئي ہیں جسکو انشاء اللہ اس کتاب کی اخری بحث میں ملاحظہ فرمائیں گے ـ

تحقیق اور نتیجہ

ہم نے اس سے پہلے زندگانی عائشہ کی اچھی طرح تحقیق کی تاکہ ان کی سیاسی و اجتماعی اور معاشراتی کارناموں کے ساتھ انکے اغراض و مقاصد سامنے اجائیں ، اب اس کے پس منظر میں ان چیزوں کو پیش کروں گا کہ وہ کون سی چیز باعث بنی جنھوں نے حدیث نقل کرنے پر برانگیختہ کیا تھا ـ

اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو یہ ہوگا کہ ، عائشہ ایک تیز طرار عورت کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خطیبہ تھیں جس کے ذریعہ عالم و جاہل سب کے افکار و قلوب کو جذب کر لیتی تھیں ، ایک بہترین سیاستدان تھیں جس کی وجہ سے لشکر عظیم کو کنٹرول کر لیتی تھیں ، ان کا عوام میں اتنا اثر و رسوخ تھا کہ ایک اشارے پر لوگوں کو خلیفہ وقت کے خلاف ایسا بھڑکا دیا کہ انھوں نے اسکی بساط حکومت کو پلٹ دیا ـ

عائشہ جاہ و حشم کی بھوکی عورت کا نام ہے جس کو حاصل کرنے میں کسی چیز سے خوف نہیں کھایا تھا ، بلکہ کسی نہ کسی طرح اس کو حاصل کر کے رہیں ، انھوں نے اپنے چاہنے والوں کے ساتھ اتنا مہربانی کی کہ حد سے اگے بڑھ گئیں ۔

اپنے خاندان اور اپنے مخالفوں کی نسبت اتنی کینہ توز تھیں کہ ان کے دشمنوں سے مرنے مارنے پر اجاتی تھیں ، المختصریہ کہ ایسی عورت تاریخ میں ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گی ، اگر کوئ بات اپنے خاندان یا چاہنے والوں کے حق میں کہہ دی تو وہ سب کے زبان پر چڑھ جاتی تھی ، اورتاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید ہو جاتی تھی تاکہ لوگوں کے لئے مشعل راہ بن جائے اور انے والی پیڑیاں انکی معرفت و شہرت سے پہچان لیں ۔

اگر کوئ بات اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے لئے بیان کر دی تو تاریخ نے ہمیشہ کے لئے اپنے دامن میں جگہ دیدی ، یا یوں کہوں کہ اگر اس نے کسی کی حمایت یا مخالفت میں کوئ بات کسی سے کہہ ڈالی تو یہ بات مسافروں و کاردانوں کے ذریعہ ایک دوسرے تک پہونچ جاتی تھی اور لوگ اس کو حدیث سمجھ کر ایک شہر سے دوسرے شہر تحفہ سمجھ کر لے جاتے تھے اخر میں یہ باتیں کتابوں میں منتقل ہو گئیں اور انے والی نسلوں نے ان باتوں کو حدیث کا نام دے دیا ۔

یہ تمام باتیں خود ام المومنین عائشہ کی عظمت و منزلت کی بڑی دلیلیں ہیں ، ہم نے جب عائشہ کے چہرے کو تاریخ کی حقیقت میں دیکھا اور جن لوگوں نے ان کی ذات کو عظمت کے سانچے میں ڈھال کے پیش کیا تو ان دونوں میں بہت

فرق پایا ، لیکن جن لوگوں نے ان کی عظمتوں کا گیت گایا ہے ان سے میری ایک درخواست ہے کہ عائشہ کے بطن سے ایک رسول (ص) کا بیٹا دکھا دیجئے ، البتہ یہ دونوں فضیلتیں حقیقت سے کوسوں دور ہیں ـ

ہمیں صدر اسلام کی شخصیتوں کی اپنی طرف سے تعریف نہیں کرنی چاہیئے ، کیونکہ ایسی صورت میں مدح و ثناء ایک خیالی ہو کر رہ جائیگی جسکی کوئي حیثیت نہیں ہے ، ہماری پیش کی ہوئي ساری باتیں حقیقت سے تعلق رکھتی ہیں ـ

زندگانی عائشہ کی تحقیق کا مقصد ہم نے بارہا کہا اور اخر میں پھر کہتا ہوں کہ ام المومنین عائشہ نے اپنے مقاصد تک پہونچنے کے لئے دو زبردست چیزوں کا سہارا لیا تھا ـ

۱ـ عائشہ نے اپنی پوری زندگی میں زوجہ ء رسول (ص) نیز ام المومنین کے لقب کا سہارا لیا اور اس سے اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائي ، اور اس موثر حربے کو استعمال کر کے اپنے مخالفوں کی زدو کوب کی اور اپنے چاہنے والوں کی ہمت افزائي کی ـ

۲ـ وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے پیغمبر(ص) اسلام سے ان کی حدیث نقل کی ، یا اپنی قابلیت جھاڑنے کے لئے زوجیت کا فائدہ اٹھا کر جھوٹی حدیثیں گڑھیں ، عائشہ نے جن جگہوں پر رسول (ص) کی بیوی ہونے کے ناطے فائدہ اٹھایا ہے اس کو اس مختصر بحث میں بیان کرنا بہت مشکل ہے ، لیکن نمونے کے طور پر دو تین حدیثیں پیش کر رہا ہوں ـ

۱ـ مسلم اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں :

عائشہ فرماتی ہیں : جب رسول خدا (ص) بستر مرگ پر تھے تو انھوں نے ہم سے فرمایا:

اے عائشہ ـ اپنے باپ (ابو بکر)اور بھائي کو بلا لائو تاکہ ایک وصیت لکھدوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ ارزو نہ کرنے لگیں اور کہنے والے یہ نہ کہنے لگیں کہ میں خلافت کا زیادہ مستحق تھا ، درانحالیکہ ، خدا اور مومنین ابو بکر ہی کو چاہتے ہیں ـ

۲ـ صحیح بخاری میں ہے کہ : عائشہ فرماتی ہیں ، جب رسول خدا (ص) پر مرض نے شدت پکڑلی تو عبد الرحمن بن ابو بکر سے فرمایا : ہڈی یا کوئي تختی لے ائو تاکہ میں ابو بکر کے حق میں نوشتہ لکھدوں تاکہ میرے بعد کوئي اس (ابوبکر) سے خلافت کے

سلسلے میں جھگڑا کرنے نہ لگے ، عبد الرحمن ادھر تختی وغیرہ لینے گئے تو پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا : اے ابو بکر خدا اور مومنین تمھارے سلسلہ میں تھوڑا سا بھی اختلاف نہیں رکھتے ہیں _

اپ نے دیکھا کہ عائشہ نے ان دو حدیثوں سے اپنے باپ کی حکومت و خلافت کو رسول (ص) کی بیماری سے ملتے جلتے واقعات سے کس طرح ثابت کر دیا اور اپنے باپ کی خلافت کے لئے دو دلیلیں پیش کر دیں _

۳_ جب عائشہ کے روابط عثمان سے مسالمت امیز تھے تو ان کی خوب مدد کی اور ان کی حکومت کی حمایت میں بولتی رہیں ، اور زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عثمان کے حق میں ایک حدیث بھی گڑھ ڈالی تھی ، جس کو صحیح مسلم نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ :

میں رسول (ص) کے ساتھ ایک چادر میں ارام کر رہی تھی کہ ابو بکر اگئے ، پیغمبر (ص) اسلام نے انکو اندر بلا لیا ، پھر تھوڑی دیر بعد عمر بن خطاب چلے آئے رسول (ص) اسلام نے انکو بھی اسی حالت میں بلالیا ؛ لیکن جب حضرت عثمان آئے تو رسول خدا (ص) چادر سے باہر اگئے پھر عثمان کو گھر میں بلایا ، جب عثمان چلے گئے تو میں نے رسول (ص) اسلام سے سوال کیا کہ یا رسول (ص) اللہ جب ابو بکر اور عمر آئے تو اپ چادر کے اندر لیٹے رہے لیکن جب عثمان آئے تو اپنے کو چادر سے باہر کر لیا ، اس میں کیا راز ہے ، پیغمبر (ص) اسلام نے فرمایا : چونکہ عثمان ایک شرم و حیا کا پیکر ہے لہذا میں ڈرا کہ اگر اسی حالت میں عثمان سے ملاقات کر لیتا تو وہ شدت شرم سے مجھ سے بات نہ کر پاتا _

۴_ صحیح مسلم نے اسی حدیث کو دوسری طرح سے عائشہ کا یوں بیان نقل کیا ہے :

ایک دن پیغمبر (ص) اسلام میرے ساتھ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے ، جیسے ہی عثمان آئے تو رسول (ص) نے مجھ سے کہا اے عائشہ تم اپنا لباس وغیرہ ٹھیک کر لو ، میں نے کہا ، یا رسول (ص) اللہ ، ابو بکر اور عمر کے انے پر اپ نے مجھ سے لباس ٹھیک کرنے کو نہیں کہا لیکن جب عثمان آئے تو اپنے ہوش و حواس کو کھو دیا نیز ان سے ملاقات کرنے کے لئے اپنے جسم پر لباس بھی پہن لیا _

۵۔ صحیح مسلم میں دوسری روایت یوں نقل ہوئی ہے۔

عائشہ کہتی ہیں، جیسے ہی میں نے رسول خدا (ص) سے پوچھا تو اپ (ص) نے فرمایا: اے عائشہ، میں عثمان سے حیا کیوں نہ کروں اور اسکا احترام کیوں نہ بجالائوں، خدا کی قسم۔ عثمان کے شرم کے اگے فرشتوں کے سر جھک جاتے ہیں۔

عائشہ نے رسول (ص) کی بیوی ہونے کے ناطے حکومت عثمان کی خوب حمایت کی لیکن زیادہ دن نہیں گذرا کہ اسی زوجیت رسول کے ذریعہ انکو شکست دینے کی ٹھان لی تھی، اور حکومت عثمان کا تختہ الٹنے کے لئے رسول(ص) کا کرتہ لیکر مسجد میں چلی ائیں اور انکے خلاف تقریر کی۔

اے مسلمانو یہ پیراہن رسول (ص) ہے ابھی کہنہ نہیں ہوا ہے لیکن عثمان نے انکی سنت کو بدل کرفرسودہ بنا ڈالا ہے۔

ایک مرتبہ حکومت عثمان کو الٹنے کے لئے پیغمبر(ص) اسلام کی نعلین مبارک لیکر مسجد میں اگئیں۔ اور تیسری مرتبہ رسول (ص) کي داڑھی کے بال کو لوگوں کی خدمت میں پیش کیا، ان واقعات سے اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عائشہ نے عثمان کے خلاف کبھی رسول(ص) کی نعلین مبارک تو کبھی داڑھی کے بال تو کبھی پیراہن رسول (ص) کے ذریعہ انکی حکومت کو گرانے کی کوشش کی تھی، اور ان تمام چیزوں سے لوگوں کے جذبات و احساسات سے کھیلنا چاہا، کیونکہ روابط خراب ہونے کے بعد عائشہ کے اغراض و مقاصد دوسرے تھے جو زوجیت رسول (ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی چال چل رہی تھیں۔

قتل عثمان کے بعد تاریخ کے صفحات پلٹے تو ان پرانی باتوں کو بالکل بھول گئیں اور بار دیگر انکے فضائل کو بیان کرنے میں جٹ گئیں اور زوجیت رسول (ص) سے اس میدان میں بھی خوب فائدہ اٹھایا کیونکہ اس وقت انکے اغراض و مقاصد اور سیاست دوسری تھی۔

٦۔ جب معاویہ نے تمام حکمرانوں کو یہ حکم دیدیا تھا کہ عثمان کی تعریف کی جائے اور انکے فضائل و کمال کو بیان کرنے کے لئے جھوٹی حدیث کا کارخانہ کھول دیا جائے تو اس وقت عائشہ فرستادہ معاویہ سے عثمان کے سلسلہ میں ایک شگفت امیز حدیث نقل کرتی ہیں کہ رسول (ص) نے ایک مصاحب کی خواہش کی تو میں نے اپنے باپ (ابو بکر) کو پیش کیا حفصہ نے اپنے باپ (عمر) کو بڑھایا، لیکن پیغمبر (ص) اسلام نے ہم دونوں کی پیشنہادوں کو ٹھکرا دیا، پھر ایک شخص کو بلایا اور اہستہ سے کچھ اس کے کان میں کہا، تھوڑی دیر بعد عثمان گھر میں اگئے تو رسول (ص) خدا نے ان سے خوب باتیں کیں اور میں نے خود سنا ہے کہ اپ (ص) نے فرمایا تھا، اے عثمان خداوند عالم عنقریب تمہارے جسم پر ایک لباس (خلافت) پہنانے والا ہے، اگر لوگ اس پیراہن کو اتارنے کی کوشش کریں تو تم ہرگز نہ اتارنا۔

٧۔ عائشہ نے مسئلہ رضاعت میں اپنی خاص رائے پیش کی اور کہنے لگیں، پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے رضاعی محرمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی بہنوں اور عورتوں کو اس کا حکم دیا تھا، اور اس اکلوتے فتوے سے فائدہ یہ اٹھانا چاہتی تھیں کہ جو

لوگ معاشرے میں با رسوخ ہیں وہ انکے پاس ائیں جائیں اسی بنا پر اس شرعی بہانے کو تلاش کیا تاکہ لوگ ان پر کوئي انگلی نہ اٹھا سکیں ، مگر دیگر ازواج رسول (ص) نے ان پر اعتراض کر دیا اور کہنے لگیں رضاعت اس وقت محقق ہو گی جب طبق معمول انجام دی جائے نہ کہ پانچ یا دس بار دودھ دینے سے پیدا ہو گی ۔

عائشہ نے کہا ، جب ایہ الکبیر عشرا رسول پر نازل ہوئي کہ دس بار دودھ پلانے سے پردہ ساقط ہو جاتا ہے تو اسکو ایک پتے پر لکھ کر تخت کے نیچے رکھ دیا تھا لیکن جب رسول (ص) بیمار ہو گئے اور ہم لوگ انکی تیمار داری میں لگے ہوئے تھے تو ایک بکری گھس گئي اور وہ پتے کو کھا گئي (۲۶)

صحیح مسلم میں جو دوسری روایت عائشہ سے نقل ہوئي ہے وہ یہ ھیکہ ، قران میں یہ آیت (عشر رضعات یحرمن) رسول کے زمانے میں موجود تھی پھر یہ آیت (خمسون معلومات) سے منسوخ کر دی گئي ، پھر عائشہ تعلیقہ لگاتی ہیں کہ ، جب رسول (ص) اس دنیا سے چلے گئے تو یہ قران میں تھی اور لوگ اسکی تلاوت بھی کرتے تھے (۲۷)

ام المومنین عائشہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے محرمیت پیدا ہو جائے گی ، اور میرے فتوے کی دلیل قران کی آیت تھی اور اس آیت کی رسول (ص) کے زمانے میں تلاوت بھی ہوئي لیکن اس کے بعد اس آیت کو بھلا دیا گیا (۲۸)

اپ نے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں یہ ساری کی ساری نمونہ تھیں جو عائشہ نے زوجیت رسول(ص) سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گڑھی تھیں اور معاشرے کو تحفے میں پیش کی تھیں اگر اپ ان کی حدیثوں کی چھان بین کریں گے تو دیکھیں گے کہ ازواج پیغمبر(ص) میں سے کسی اور نے ان کی روایت نہیں کی ہے اور انھیں کی جعلی حدیثوں کی وجہ سے اج پیغمبر(ص) اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ دھندلا نظر ارہا ہے ، اور ان ہی حدیثوں نے انحضرت(ص) کو ایک معمولی انسان بنا دیا ہے ۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے سے لیکر اج تک تمام مسلمان (سوائے شیعوں کے) رسول اکرم (ص) کی سیرت و

۲۶ـ مسند احمد ص ۲۶۹ ، سنن ابن ماجہ کتاب نکاح حدیث نمبر ۱۹۴۴

۲۷ـ صحیح مسلم کتاب رضاع ص ۱۰۷۵

۲۸ـ تعجب کی بات یہ ھیکہ عائشہ کی دس مرتبہ دودھ پلانے والی آیت بکری کھا گئي لیکن پانچ مرتبہ والی آیت کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا آیا اسکو بھی جانور نے کھا لیا تھا یا کوئي اور مصیبت ٹوٹ پڑی تھی ؟ انا للہ و انا الیہ راجعون

حیات کو عائشہ ہی کی روایتوں میں تلاش کرتے ہیں ۔

یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ پیغمبر(ص) اسلام کی واقعی شخصیت ایک مسلمان سے ڈھکی چھپی رہے کیونکہ حاکمان وقت کی یہی کوشش تھی کہ اگر رسول (ص) کی معرفت ہو تو ام المومنین عائشہ کی حدیثوں سے ہواور اس میں کسی دوسرے کا دخل نہ ہو ۔

جبکہ اپ حضرات نے دیکھا کہ ان جھوٹی حدیثوں نے کس طرح رسول (ص) اسلام کی حقیقی شخصیت کو مجروح کر کے بالکل نیست و نابود کر دیا ہے ۔

ان تمام باتوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول(ص) اسلام کی ذات کو پہچاننا ہے تو سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے عائشہ کی حدیثوں کو کھنگالا جائے تب جا کر رسول(ص) کے چہرے سے تاریک و تحریف کے ضخیم پردے خود بخود اٹھ جائینگے ، اور یہ بھی جان لیجئے کہ اسلام حقیقی کی شناخت موقوف ہے رسول (ص) اسلام کی واقعی ذات پر ۔

اسی لئے میں نے اس کتاب میں عائشہ کی زندگی کو تاریخ کے ائینے سے پیش کیا ہے اور انشا اللہ پھر انکی حدیثوں کی چھان بین کروں گا ۔

اس تحقیق کی راہ میں تمام عائشہ کے چاہنے والوں سے معافی مانگتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مجھے معاف بھی کر دیں گے کیونکہ میرا ہدف صرف اتنا تھا کہ رسول(ص) خدا، دین اور قوانین الہی کی صحیح معرفت ہو جائے اسی لئے ہم نے اس خاردار وادی میں قدم رکھا ہے ، تاکہ اسکے ذریعے دین کی کوئی خدمت ہو جائے ۔

ہم نے اس کتاب میں پہلی فصل میں زندگانی عائشہ کی جانچ پڑتال کی ہے اور فصل دوم میں انکی احادیث کو ملاحظہ فرمائیں گے ، بس خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ میری اس خدمت کو قبول کرلے ۔

ایک حدیث کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی توجیہیں:

اس بحث کے اخر میں بہتر یہ ہے کہ تھوڑا سا اس حدیث کے سلسلے میں جس کا میں نے پہلے وعدہ بھی کیا تھا چھان بین کر لیا جائے، اور جو علماء اہلسنت نے اس حدیث کے سلسلے میں تاویلیں کر کے اس سے مطابقت کرنے کی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اس کو ملاحظہ فرمالیجئے_

ایک حدیث صحیح مسلم کے اندریوں نقل ہوئی ہے

رسول اسلام (ص) نے فرمایا: میرا حرم مدینہ میں کوہ ثور سے لیکر کوہ عیر یا عایر تک ہے[۲۹]

اس کے ذریعہ راویوں نے زور لگا کر مکہ کی طرح مدینہ میں بھی حرم و حدود حرم کو بیان کیا ہے، لیکن اس کام کو کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، کیونکہ ایک حرم کی حد کوہ ثور کو بنایا، درانحالیکہ کوہ ثور مکہ میں ہے جس میں پیغمبر (ص) اسلام ہجرت کرتے وقت اسی پہاڑ کے غار میں چھپے تھے[۳۰] اور مدینہ کے اندر اس نام کا کوئي پہاڑ نہیں ہے، جیسا کہ بزرگ دانشوروں نے اسکی وضاحت بھی کی ہے جن میں چند یہ ہیں_

۱_ مصیب زبیری جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کے بہت بڑے عالم دین تھے انھوں نے ۳۶ھ میں وفات پائي، وہ اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں کہ کوہ ثور مدینہ میں نہیں ہے[۳۱]

۲_ علامہ شہیر ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ لکھتے ہیں کہ، یہ روایت اہل عراق کی ہے اور مدینہ والے ثور نام کے پہاڑ کو نہیں جانتے ہیں کوہ ثور مکہ میں ہے، میرا گمان یہ ھیکہ اس حدیث میں در اصل کوہ احد تھا، جو غلطی سے کوہ ثور لکھدیا گیا ہے[۳۲]

ابو عبید کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ روایت اہل عراق نے نقل کیا ہے، جنکو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوہ ثور مکہ میں ہے یا مدینہ میں_

۲۹_ صحیح مسلم باب فضل المدینۃ حدیث نمبر ۹۹۵۰_ ۴۶۷

۳۰_ طبری ج ۲ ص ۳۷۸، ہشام ج ۱ ص ۴۸۵، انساب الاشراف ج ۱ ص ۲۶۰، ابن اثیر ج ۲ ص ۷۳

۳۱_ فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۳

۳۲_ فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۲

۳_ قاضی عیاض متوفي ۵۴۴ھ جنھوں نے صحیح مسلم کی شرح کی ہے

۴_ صاحب معجم ما استعجم بکری متوفی ۴۸۷ھ جو بہت بڑے جغرافیہ دان تھے

۵_ حافظ ابوبکر محمد بن موسی حازمی ۵۴۸ھ جو علم حدیث میں ماہر تھے (۳۳)

٦_ صاحب نہایۃ اللغۃ علامہ ابن اثیر جزری متوفی ٦۰٦ھ ()

۷_ یاقوت حموی جنھوں نے ٦۲٦ھ میں وفات پائي ہے (۳۴)

ان تمام دانشوروں نے صراحتاً لکھا ہے کہ مدینہ میں ثور نام کا کوئي پہاڑ نہیں تھا_

لہذا علماء اہلسنت نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں خرافات کی باتیں تحریر کی ہیں جن میں علماء حدیث کے رہبر و پیشوا ، بخاری متوفی ۲۵٦ھ میں جنھوں نے اپنی صحیح کے اندر ایک حدیث لکھی لیکن اس میں کوہ ثور کے نام کے بجائے اس عبارت کو پیش کیا کہ " المدینۃ حرم ما بین عائرالی کذا " (۳۵) یعنی مدینہ کا حرم کوہ عائر سے لیکر فلاں مقام تک ہے ، درانحالیکہ اسی حدیث کے سلسلے میں صحیح مسلم نے (کذا) کی جگہ لفظ ثور کو استعمال کیا ہے_

اس حدیث کے سلسلے میں بخاری کو چھوڑ کر اور دانشوروں نے بھی نا درست توجیہ و تفسیر کی ہے ایک دانشور کہتا ہے : شاید پیغمبر(ص) اسلام نے مدینہ کے کسی دو پہاڑوں کا نام رکھا ہو گا دوسرا لکھتا ہے ، شاید پیغمبر(ص) اسلام کا مقصد مدینہ کے حدود حرم کو معین کرنا تھا اسی لئے اپ نے مکہ کے دو پہاڑوں کے فاصلے سے تشبیہ دی ، کیونکہ کوہ ثور مکہ میں ہے نہ کہ مدینہ میں_

تیسرا کہتا ہے ، راوی نے غلطی سے کوہ ثور کہدیا ہے کیونکہ مدینہ میں کوہ احد ہے نہ کہ کوہ ثور_

۳۳_ صحیح مسلم باب فضل المدینہ ج۹ ص ۱۴۳ ؛ _نہایۃ اللغۃ ج۱ ص ۲۲۹

۳۴_ معجم البلدان ج۲ ص ۸٦ مطبوعہ بیروت

۳۵_ صحیح بخاری کتاب الحج باب حرم مدینہ

چوتھے نے روایت کے اندر پہاڑ کا نام ہی نہیں لکھا تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل دوسرے ہی انداز میں کی ہے، اور یہ تاویل کا سلسلہ تقریبا سات صدی تک وسیع پیمانے پر چلتا رہا، چنانچہ محدث حنبلی عبد السلام بن محمد بن مزروع بصری متوفی ٦٦٩ھ نے اس حدیث کا زبردست حل نکالا، اور مدینہ میں کوہ احد کے نزدیک ایک کوہ ثور کو پیدا کر دیا پھر اعتراض کے خوف سے یہ لکھدیا کہ اہل مدینہ اس پہاڑ کو جانتے ہیں، پھر عبد اللہ مطری متوفی ٧٦٥ھ نے اپنے والد بزگوار محمد مطری سے انھیں مطالب کو یوں نقل کیا کہ، اہل مدینہ پشت در پشت کوہ احد کے بغل میں ثور نام پہاڑ کو جانتے ہیں اور یہ پہاڑ سرخ رنگ کا اور بہت چھوٹا ہے۔

گویا سب سے پہلے مدینہ میں کوہ ثور کو ابن مزروع نے کشف کیا پھر اسکے بعد عبد اللہ مطری نے اسکے انکشاف سے اپنی نئی تحقیق پیش کی لیکن حافظ اور عالم علم الحدیث یحی نووی متوفی ٦٧٦ھ نے اپنی مشہور شرح میں اس قسم کی کوئی بات نہیں لکھی، جبکہ ان کے پہلے والے بزرگ عالموں نے اس حدیث کی توجیہ و تاویل کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا

تھا جسکو اپ نے پہلے ملاحظہ فرما لیا ہے ، پھر عالم لغت علامہ ابن منظور متوفی ۷۱۱ھ نے اپنی کتاب لسان العرب میں لفظ ثور میں مدینہ کے پہاڑ کا تذکرہ نہیں کیا ، جبکہ یہ دونوں ایک بڑے عالم اور ماہر علم حدیث و لغت تھے _

یا یہ کہا جائے کہ یہ دونوں اس جغرافیائي انکشاف سے باخبر نہ ہو سکے یا انھوں نے ان لوگوں پر اعتماد نہیں کیا _

البتہ اپ یہ بھی جان لیں کہ یہ دونوں عالم زمانے کے اعتبار سے ابن مزروع کے بعد تھے ، اگر ان دونوں نے اپنی کتابوں میں ان کے انکشاف و اختراع کو جگہ نہیں دی تو پھر اوروں نے کیسے اپنی کتابوں ،میں لکھ مارا _ جیسے

۱_ محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ نے کتاب الاحکام میں

۲_ فیروز ابادی متوفی ۸۱۷ھ نے کتاب قاموس میں

۳_ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری میں

۴_ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے تاج العروس میں ابن مزروع کی چھوڑی ہوئي پھلجھڑی کو لکھا ہے لیکن ہمارے زمانے کے علماء کی غیرت اس حدیث کی توجیہ و تفسیر کرنے میں گذشتہ عالموں سے زیادہ بڑھ گئي ہے ، اور اس پر اتنا زور ازمائي کی کہ کوہ ثور کی حقیقت کو جاننے کے باوجود اس کو مدینہ کے جغرافیائي نقشے میں لاکر گھسیڑ دیا ، جیسے مولف کتاب اثار المدینہ استاد عبد القدوس نے صفحہ ۱۳۹ میں کوہ ثور کو مدینہ کے نقشہ میں پیش کیا ہے ، اور ان سے ڈاکٹر محمد ھیکل نے کتاب منزل الوحی کے صفحہ ۵۱۲ میں اسی نقشے کو چھاپا ہے ، پھر کتاب کے صفحہ ۴۳۰ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اس نقشے کو کتاب اثار المدینہ سے حاصل کیا ہے[۳۶]

مختصر یہ ہے کہ سب سے پہلے ساتویں صدی میں کوہ ثور کو مدینہ میں پیش کیا گیا اور چودھویں صدی میں پہلی مرتبہ جغرافیائي نقشے میں کوہ ثور داخل کر دیا گیا _

واللہ علی ما نقول وکیل

سید مرتضی عسکری

۳۶_ شرح صحیح مسلم تحقیق محمد فواد عبد الباقی مطبوعہ لبنان ص ۹۹۸_ ۹۹۵

فہرست

گفتار مترجم ۳

پیش گفتار ۱۰

(فصل اول) ۱۱

معاویہ کی زندگی پر ایک نظر ۱۱

ابو سفیان اور ھند ۱۲

اموی خاندان جاہلیت کے زمانے میں ۱۶

ابو سفیان جنگ بدر میں ۱۷

ابوسفیان جنگ احد میں ۲۰

ھندہ جنگ احد میں ۲۳

جنگ خندق میں ابو سفیان کی قیادت ۲۶

کمزوری کا احساس اور صلح کی پیش کش ۲۸

مکہ فتح ہو گیا ۲۹

ابو سفیان اسلامی معاشرے میں ۳۳

ابوسفیان شیخین کے زمانے میں ۳۷

ابوسفیان عثمان کے زمانے مي ۳۹

(فصل دوم) ۴۱

معاویہ رسول اسلام (ص) کے زمانے میں ۴۱

معاویہ خلفاء کے زمانے میں ۴۴

معاویہ و عثمان ۴۸

ابوذر معاویہ کے مقابل ۵۱
تاریخ اسلام کا ایک افسانہ ۵۷
کوفے کے قاری شام میں ۶۰
معاویہ عثمان کے بعد ۶۳
صفین معرکہ حق و باطل ۶۷
معاویہ کی چالاکي ۶۹
ابو موسی اور عمر و عاص ۷۳
شام کے لیٹرے ۷۶
۱_ نعمان بن بشیر ۷۷
۲_ سفیان بن عوف ۷۸
۳_ عبد اللہ بن مسعدہ ۸۰
۴- ضحاک بن قیس ۸۰
۵- بسر بن ارطاۃ ۸۲
لشکر علوی (ع) کا ایک سپاہی جاریہ بن قدامہ ۸۸
دو متضاد سیاستیں ۸۹
دوسرا واقعہ ۹۰
(۱) ۹۱
سیاست امیر المومنین (ع) ۹۱
(۲) ۹۱
سیاست معاویہ ۹۱

تجزیہ و تحلیل ۹۱
معاویہ امام حسن (ع) کے زمانے میں ۹۴
صلح کے اسباب و علل ۹۹
فصل سوم ۱۰۳
دشمنوں کے ساتھ نرمي ۱۰۳
عرب کے مکار معاویہ کے جال میں ۱۰۵
سنگین ٹیکس ۱۱۰
شیعہ شکنجہ و ازار میں ۱۱۳
حکومت خاندانی ہوتی ہے ۱۱۷
یزید کی بیعت بصرہ میں ۱۱۹
شام میں یزید کی بیعت ۱۲۰
یزید کی بیعت مدینہ میں ۱۲۲
یزید کی بیعت بلیدان چاہتی ہے ۱۲۴
یزید کی تاج پوشي ۱۲۶
فصل چہارم ۱۲۹
عائشہ اور امویوں میں دوستی کے اسباب ۱۲۹
معاویہ کے تحفے ۱۳۱
اموی حکومت میں ، عائشہ کا رسوخ ۱۳۳
عائشہ اور معاویہ کا ایک دوسرے پر چوٹ ۱۳۴
قتل محمد بن ابی بکر ۱۳۶

عبد الرحمن بن ابی بکر کو زہر دیا گیا ۱۳۹
جنگ جمل سے عائشہ کی شرمندگی ۱۴۳
"عائشہ مرنے سے پہلے" ۱۴۴
فصل پنجم ۱۴۶
عائشہ کی سخاوت ۱۴۶
خاندانی تعصب ۱۴۹
عائشہ کی خطابت ۱۵۲
عائشہ کی زندگی میں فاخرہ لباسي ۱۵۴
مسئلہ رضاعت میں، عائشہ کا نرالا فتوا ۱۵۷
عائشہ کی زندگی کے چند گوشے ۱۶۱
فصل ششم ۱۶۶
معاویہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ۱۶۶
زمانہ معاویہ میں حدیث سازیاں ۱۶۸
معاویہ اور بنی امیہ کے بارے میں بزرگوں کا فیصلہ ۱۷۲
اپنے کرتوت پر جعلی حدیثوں کا غلاف ۱۷۶
معاویہ کے مقابلے میں بعض دلیروں کا کردار ۱۸۱
بلاد اسلامی کے منبروں سے امیر المومنین پر نفرین ۱۸۵
معاویہ کا اخری ہدف ۱۹۲
عائشہ کی ایک حدیث ۱۹۵
تحقیق اور نتیجہ ۱۹۷

ایک حدیث کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی توجیہیں: ۲۰۵